

# الملاح السنية فى الرد على الوهابية ويليه

الصَّحِيحَةُ فِي رَدِّ الْوَهَابِيَّةِ  
الْعَقَائِدِ

مع ترجمته اُردو

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست

مكتبة الحقيقة



HAKIKAT KİTÂBEVİ

Darüşşefeka Cad. No: 53/A P.K.: 35 34083

Tel: 0212 523 45 56 Fax: 0212 523 36 93

<http://www.hakikatkitabevi.com>

e-mail: [info@hakikatkitabevi.com](mailto:info@hakikatkitabevi.com)

Fâtih-İSTANBUL

HAZİRAN-2019

# المدارج السنية في الردّ على الوهابية

مرتبّه: عامر القادري رحمه الله معلم بدار العلوم القادرية السبحانية كراتشي ع<sup>٢٥</sup>  
ترجمه: عبد العليم القادري هفته ١٥ جنوری سنة ١٣٩٨ هـ. [١٩٧٧ م.]

و يليه

## العقائد الصحيحة في ترديد الوهابية النّجديّة

جناب زبدة السالکين عمدة العارفين محي السنة ماحي البدعة حضرت مولانا و  
مرشدنا خواجه حاجي حافظ محمد حسن جان صاحب مجددي دامت برکاتهم  
العالية سجاده نشين درگاه طننده ساين داد ضلع حيدرآباد (سنده) ني مؤلف  
اصول الاربعة المتوفى سنة ١٣٤٩ هـ. [١٩٣١ م.]

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست  
مكتبة الحقيقة



يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول-تركيا

ميلادي

هجري شمسي

هجري قمرى

٢٠٢١

١٣٩٩

١٤٤٢

من اراد ان يطبع هذه الرسالة وحدها او يترجمها إلى لغة أخرى فله من الله الاجر الجزيل ومنا  
الشكر الجميل وكذلك جميع كتبنا كل مسلم مأذون بطبعها بشرط جودة الورق والتصحيح

**Baskı:** İhlâs Gazetecilik A.Ş.

Merkez Mah. 29 Ekim Cad. İhlâs Plaza No: 11 A/41

34197 Yenibosna-İSTANBUL Tel: 0.212.454 30 00

ISBN: 978-975-8883-88-2

المدارج السنية

## بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين . والصلوة والسلام على سيد  
الاولين والآخرين وعلى اله واصحابه اجمعين

اما بعد

فيقول عامر عبد الخالق القادري المداوي يعاير القادري  
لما وجدت من الوهابية مسائل مختلفة . كما قوطعهم ان  
الانبياء ليس يحيى في قبورهم والنداء الى يا رسول الله  
صلى الله عليه وسلم شرك كما يقولون اهل السنة في وقت الاذان  
عند شهادة الاولى . قرعة عيني بك يا رسول الله وهي شرك  
عندهم ومن قال يا رسول الله بالنداء والخطاب فهو مشرك  
عندهم . وحيلة الاستقاط كما روج في السرحا والنجاب .  
هو حرام عندهم واخذ الاجرة على تعليم القرآن شرك ايضا  
فلهذا اكتب الرسالة المسمى بالمدارج السنية في الرد على الوهابية  
فالمسئلة الاولى . الصلوة على النبي عليه السلام .  
الصلوة على النبي عليه السلام ثبت بدليل قطعي . لقوله تعالى

اما بعد

پس کہتا ہے عامر عبداللہ القادری معروف بہ عامر القادری جب پائے میں نے وہابیہ سے مسائل مختلف جیسے کہتے ہیں یہ کہ انبیاء اپنے قبور میں زندہ نہیں ہیں اور نذر رسول اللہ کی طرف یہ شرک ہے جیسا کہ اہل السنۃ کہتے ہیں اذان کے وقت میں اول شہادت میں قرۃ عینی بد یا رسول اللہ۔ اور یہ وہابیہ اسے شرک جانتے ہیں اور جس نے یا رسول اللہ کہا ساتھ نداء اور خطاب کے وہ انکے ہاں مشرک ہے۔ اور حیلہ اسقاط کرنا جیسے صوبہ سرحد میں مروج ہے اور پنجاب میں یہ انکے ہاں حرام ہے۔ اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا یہ بھی شرک ہے اس وجہ سے میں نے رسالہ لکھا جو مدارج السینہ فی رد علی الوہابیہ پر موصوف ہے پس اول مسئلہ نبی علیہ السلام پر درود پڑھنے کا ہے۔

درود پڑھنا نبی علیہ السلام پر نص قطعی سے ثابت ہے۔ واسطے قول رب تعالیٰ کے۔



صلوا عليه وسلموا تسليماً أي صلوا عليه دائماً - فان قلت كيف يدعى؟

قلنا

قوله تعالى إن الله وملائكته يصلون الآية - وقع في الآية الاستمرار لان هي راي يصون ، صيغة المضارع والمضارع يدل على الاستمرار فالماضي صلوا عليه بدوام -

يا ايها الناس صلوا على رسول الله صلوا عليه هو خير الشمر  
هو رسول ربنا هو ختار كل شئ هو خير الشمر الى قمر فشق القمر

وفي المشكاة - عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
من صلى على صلوة واحدة صلى الله عليه عشراً -

وعن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ان الله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من أمتي السلام  
وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
ما من احد يسلم على الا رد الله على روعي حتى اورد عليه السلام

فثبت ان صلواتنا تعرض على النبي عليه السلام -

وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من

درو د پڑھو اس پر اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ یعنی درود پڑھو ہمیشہ۔ پس اگر تو پہلے ہی ہمیشہ

ہم کہتے ہیں  
یہ قول رب تعالیٰ کا ان اللہ و ملائکہ یصلون۔ واقع ہوا اتمرا اس لیے کہ یصلون  
مضارع کا صیغہ ہے اور مضارع دلالت کرتا ہے استمرار پر۔

پس حاصل یہ ہے کہ درود پڑھو اس پر ساتھ ہمیشگی کے

ہاے لوگو درود پڑھو نبی علیہ السلام پر درود پڑھو اس پر وہ افضل بشر ہے  
وہ ہمارے رب کا رسول ہے اور وہ دنیا ہے حملہ اشیاء کا اُس نے چاند کو اشارے توڑ دیا  
اور مشکوۃ میں۔ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو کچھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے  
اللہ تعالیٰ اس پر دس بھیجے گا۔

اور روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ نے اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں میری اُمت  
کا سلام کچھ تکبہ پہنچاتے ہیں۔

اور روایت ہے ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ نے جب کوئی مسلمان سلام پڑھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ  
میری روح کو کچھ پر لٹواتے ہیں یہاں تک کہ اس سلام کا جواب دیتا ہوں۔  
پس ثابت ہوا کہ ہمارا درود نبی علیہ السلام پر پیش کیا جاتا ہے۔  
اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو



صلى عَلَى عِنْدَ قَبْرِى سَمِعْتُهُ وَمَنْ صلى عَلَى نَائِيَا الْبَلْعَةِ - نَبَتْ كَمَا يَسْعَى  
النَّبِيَّ صلى اللهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهِ لِيَسْمَعَ اَيْضًا مِنَ الْبَعِيدِ لِأَنَّهُ  
رَسُولٌ لِلنَّاسِ بِالقُرْبِ وَالبُعْدِ - كَمَا بَنَتْ بِحَدِيثِ التِّى وَجَدَ فِي دَلَالِ  
الْخَيْرَاتِ <sup>[١]</sup> - اَسْمَعُ صَلَوةَ اَبْلِ مَحَبَّتِي وَاعْرِفْهُمْ - دَلَالِ الْخَيْرَاتِ ص ٥٢  
وَاسْمَعُ مِنْكُمْ بِلَا واسِطَةٍ - انيس الجليس لَامِ السُّيُوطِي <sup>[٢]</sup> ص ٢٢٥ -  
اَنَا جَلِيسٌ مِنْ ذِكْرِ سَعَادَةِ الدَّارَيْنِ <sup>[٣]</sup> ص ٢٥٢ وَمَدَارِجُ النُّبُوَّةِ <sup>[٤]</sup> ص ٥٤  
ثُمَّ رَوَى الْبَيَانَ جلد ٢ ص ٢٣٥ - مَنْ قَالَ عَشْرَ مَرَّةٍ الصَّلَوةَ وَالسَّلَامَ  
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَدْ اَعْتَقَ رَقَبَةً - نَسِيمُ الرِّيَاضِ جلد ٢ ص ٢٩٢  
وَقَالَ حُسَيْنُ اَحْمَدُ الدِّيَوْبَنْدِي فِي شَهَابِ ثَائِبٍ - الصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ  
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَجُمْلَةُ الصُّوَرِ لِلصَّلَوةِ لَوْ بِمُخْطَابٍ وَنَدَاءٍ عِنْدَ  
عُلَمَائِنَا مُسْتَحَبٌّ وَمُسْتَحْسَنٌ - شَهَابِ ثَائِبٍ ص ٢٥  
نَبَتْ جَوَازُ الصَّلَوةِ بِالنَّدَاءِ وَالْمُخْطَابِ -  
سَلَمُوا يَا قَوْمَ بِلِ صَلَوةٍ عَلَى صَدْرِ الْاَمِينِ  
مُصْطَفَى مَا جَاءَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

(١) مؤلف دلائل الخيرات محمد بن سليمان الجزولي الشاذلي توفي مسموما سنة ٨٧٠ هـ. [١٤٦٥ م.] في فاس

(٢) جلال الدين عبد الرحمن السيوطي الشافعي توفي سنة ٩١١ هـ. [١٥٠٥ م.] في مصر

(٣) مؤلف سعادة الدارين ابراهيم المصري كان حيا قبل سنة ١٣٢٠ هـ. [١٩٠٢ م.]

(٤) مؤلف مدارج النبوة عبد الحق الدهلوي توفي سنة ١٠٥٢ هـ. [١٦٤٢ م.]

(٥) مؤلف تفسير روح البيان اسماعيل حقي الجلوتي توفي سنة ١١٣٧ هـ. [١٧٢٥ م.] في بروسه

(٦) مؤلف نسيم الرياض شرح الشفاء احمد الخفاجي المصري توفي سنة ١٠٦٩ هـ. [١٦٥٩ م.]

(٧) حسين احمد الديوبندي توفي سنة ١٣٧٧ هـ. [١٩٥٧ م.]

دروید پڑھے میری قبر کے نزدیک میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے تجھے پہنچایا جاتا ہے  
پس ثابت ہوا جیسے کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر پر نزدیک کا درود سنتے ہیں اسی طرح دور کا بھی  
سنتے ہیں اس لیے کہ آپؐ نزدیک اور دور والوں کے رسول ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہے حدیث میں جو  
پائی ہم نے دلائل الخیرات میں۔ ہے کہ سنتا ہوں میں درود اہل محبت کا اور یہ پیمانہ بھی ہے  
اور میں تم سے بلا واسطہ سنتا ہوں۔ میں وہاں موجود ہوں جہاں میری یاد ہو رہی ہے  
جسٹ دس بار الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہا پس اسے ایک غلام آزاد کیا  
اور کہا حسین احمد دیوبندی نے شہاب ثاقب میں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ  
اور حملہ صور درود شریف کو اگرچہ بھیغہ خطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو علماء مستحب  
و مستحسن جانتے ہیں

پس ثابت ہوا جو درود کا ساتھ خطاب و ندا کے

سے سلام پڑھوایا قوم بلکہ درود پڑھو ادھر سردار امانت داروں کے مصطفیٰ نہیں آئے مگر  
رحمتہ دو جہان کیلئے۔



## والصلوة في الدعاء كما يفعلون أهل السنة

رواه معاذ بن الحارث عن أبي قرّة عن سعيد بن المسيب<sup>[١]</sup>  
عن عمر مرفوعاً وهذا رواه رزين ابن معاوية في كتابه مرفوعاً<sup>[٢]</sup>  
عن النبي عليه السلام قال الدعاء موقوف بين السماء والأرض  
لا يصعد حتى يصلي علىّ فلا تجعلوني كغير الرأب صلوا علىّ أول  
الدعاء وآخره وأوسطه

فثبت أن في أول الدعاء صلوة وفي آخره وأوسطه  
وبحمد الله تعالى أن أهل السنة والجماعة يدأومون عليها  
وليستحسّنون الصلوة في الدعاء كما روج في الكراتشي -

مَوْلَانِي صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا  
عَلَى أَحَبِّكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

(١) سعيد بن المسيب التابعي توفي سنة ٩١ هـ. [٧٠٩ م.] في المدينة المنورة

(٢) رزين بن معاوية امام الحرمين المالكي توفي سنة ٥٢٤ هـ. [١١٢٩ م.]

^

اور درود دُعائیں جیسا کہ اہل السنۃ کرتے ہیں ۔

روایت ہے معاذ بن حارث سے وہ ابی قرہ سے وہ سعید بن المسیب سے وہ عمر سے مرفوعاً اور اسی طرح روایت کیا ہے ایسے رزین ابن معاویہ نے اپنی کتاب میں مرفوعاً بنی علیہ السلام سے فرمایا کہ دُعائیں رکھتی ہے آسمان و زمین میں اُوپر کہیں چڑھتی جب تک کہ چھ پر درود نہ پڑھا جائے پس نہ کرو مجھ مانند درود پڑھو مجھ پر دعا کی ابتداء درمیان اور آخر میں

پس ثابت ہوا کہ دعائے ابتداء میں آخر میں اور درمیان میں درود ہے اور اللہ کے فضل سے اہل السنۃ والجماعت نے اس پر ہمیشگی اختیار کی ہے ۔ اور دُعائیں درود کو مستحسن جانتے ہیں جیسا کہ رواج ہے براہِ چمی میں ۔

## ۹ الحاجی امجد علیہ السلام

قال حاجی امجد علیہ السلام: ہا جرمکی فی ضیاء القلوب برکے را  
 کہ شوق دیدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شود بعد نماز عشاء با طہارت کامل و جامہ  
 نو و استعمال خوشبو با ادب تمام رو بہ روی مدینہ منورہ بنشیند و بیتی از جناب  
 قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وسلم و  
 دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ  
 لباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کرسی تصور کند الصلوۃ  
 والسلام علیک یا رسول اللہ راست، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ چپ  
 الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، در دل ضرب کند و این درود شریف  
 را ہر قدر کہ تواند پے در پے تکرار کند انشاء اللہ تعالیٰ مطلوب خواہد رسید۔

### ۸۳ ضیاء القلوب

وایضا قال حاجی امجد علیہ السلام: الصلوۃ والسلام علیک  
 یا رسول اللہ بصیغۃ النداء والخطاب یکلمون الناس فیہ  
 ہذا مبنی علی اتصال المعنوی لہ الخلق والامر عالم الامر

### فی الفین کے اکابر

کہا حاجی ابراہیم مہاجر مکی نے فیاء القلوب میں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق ہو نمازِ عشاء کے بعد تہا طہارت کامل کے اور نئے کپڑوں کے اور استعمالِ خوشبو کر کے ساتھ ادبِ تمام کے منہ مدینہ منورہ کی طرف کر کے بیٹھے اور التہا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک کی زیارت کی کمرے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کر کے یہ تصور کر کے حضور اکرمؐ سفید کپڑے پہنے اور سبز عمامہ باندھے سر سی پر بیدار کے چاند جیسے حبوہ افزو زمین اور دائیں طرف الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور بائیں الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ اور دل میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی ضرب لگا اور اس درودِ شریف کو جیسے ہو سکے متواتر تکرار کرے انشاء اللہ مطلب کو پہنچے گا

اور اسی طرح حاجی ابراہیم مہاجر مکی نے لہا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یعنی خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں جو یہ معنی ہے اتصال معنوی پر لہ الخلق و  
الامم و عالم الامر



ليس مقيداً بل طرفاً بالقرب والبعد فلا شك في جواز  
 (أراد المشاق ص ٥٩)

### أشرف<sup>[١]</sup> علي قانوي

ثبت أن اقراء الصلوة بكثرة وهو أيضاً الصلوة والسلام  
 عيب يا رسول الله - شكر النعمة بذر رحمة الرحمة ص ١٨

وهذا مقام فكري وتأمل أن اكابر الديوبندية هم يستحبون  
 والوهابية زماننا والمودودية والتنجيرية وغيرهم يقولون الشرك  
 للصلوة على النبي بالنداء والمخاطب فثبت أن اكابرهم كلهم مشركون  
 ولكن لا يفقهون العلم لمن كلهم جهال

### حسين احمد مدني<sup>[٢]</sup>

سمعت من الوهابية أكثرهم يمنعون من الصلوة على النبي عليه السلام  
 بالمخاطب الصلوة والسلام عيب يا رسول الله وهم لينهزون  
 ويقولون الكلام الفاحش وعلمائنا هذا الصورة وجملة الصور للصلوة  
 لو مخاطب ونداء يقولون مستحب ومستحسن وللمتعلقين يأمرون  
 بذلك - شهاب ثاقب ص ٤٥

❦

(١) محمد اشرف علي التهانوي الديوبندي توفي سنة ١٣٦٢ هـ. [١٩٤٣ م.]

(٢) حسين احمد مدني الديوبندي توفي سنة ١٣٧٧ هـ. [١٩٥٧ م.]

بہنیں مقید ساتھ طرف کے قُرب و بُعد میں ہیں اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔

### اشرف علی تھا نوری

کہ یوں دل چاہتا ہے کہ آج درود شریف دیا دے پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اور یہ مقام غور فکر ہے کہ اکابر دیوبند اسے مستحب جانتے ہیں اور بہار زمانہ کے دہلی اور مودودی اور پنجپیری وغیرہم درود لاشرک کہتے ہیں جو ساتھ نداء و خطاب کے ہو پس ثابت ہوا نئے قول سے کہ ان کے اکابر تمام مشرک ہے لیکن یہ بہنیں سمجھتے علم کو اس لیے کہ یہ جاہل ہیں۔

### حسین احمد مدنی

دہلی کی فریاد سے بارگاہِ سنا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور ان کا استہزاء (مذاق) اُڑاتے ہیں اور بُرے کلمات کہتے ہیں اور علماء بہار اس صورت کو اور تمام صورت درود کو اگرچہ خطاب و نداء ہی کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور متعاقبین کو اس کا امر کرتے ہیں۔

## محمد ذكرى السهارنبوري<sup>[١]</sup>

قال في فضائل درود وفي فهمي ان يجتمع الصلوة والسلام رفاه فضل  
اعني مكان السلام عليك يا رسول الله والسلام عليك يا حبيب الله  
يقال الصلوة والسلام عليك يا رسول الله اعني ان ازيد عليه لفظ صلوة

فضائل درود ص ١٣٢ مطبعة مدينة بيشكك ص ٢٩

وقال حجة الاسلام امان غزالي<sup>[٢]</sup> الى رحمة الله عليه في  
اجاء العلوم واحضر في قلبه النبي عليه السلام وشخصه الكريم وقل  
السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته وليصدق املك  
في أنه يبلغه ويرد عليك ما هو آو في منتهى اجاء العلوم ص ١٣٩ جلد ١  
وهذه العبارة وجدت في الترتيب الفقهاء - عمدة القاري شرح بخاري<sup>[٣]</sup>  
جلد ٤ ص ٣٣٠ مواهب اللدنية جلد ٢ ص ٣٢٠ زرقاني شرح مواهب اللدنية جلد ٤ ص ٢٢٩  
زرقاني شرح موطا امام مالك جلد ١ ص ١٨٠ سعاية جلد ٢ ص ٢٢٤ فتح الملهم جلد ٢ ص ١٣٣  
او جز المسالك جلد ٢ ص ٢٤٥ مسك الختام شرح بلوغ المرام ص ٢٥٩  
فبطل اثبات الوهابية وقولهم من حضر في قلبه النبي عليه السلام  
وقت الصلوة فصوله فاسد - نعوذ بالله من انفسهم ويرحمهم الله

(١) محمد ذكرى السهارنبوري الديوبندي ولد سنة ١٣١٥ هـ. [١٨٩٧ م.]

(٢) الامام محمد الغزالي توفي سنة ٥٠٥ هـ. [١١١١ م.] في طوس [مشهد]

(٣) مؤلف عمدة القاري محمود العيني الحنفي توفي سنة ٨٥٥ هـ. [١٤٥١ م.]

(٤) مؤلف المواهب اللدنية احمد القسطلاني الشافعي توفي سنة ٩٢٣ هـ. [١٥١٧ م.]

(٥) محمد الزرقاني المالكي توفي سنة ١١٢٢ هـ. [١٧١٠ م.]

(٦) مؤلف السعاية عبد الحي اللكنوي الهندي توفي سنة ١٣٠٤ هـ. [١٨٨٦ م.]

(٧) مؤلف مسك الختام شعبان المصري الشافعي توفي سنة ٨٢٨ هـ. [١٤٢٤ م.]

نحمدہ ذکر یا سہارنپوری

فضائل دین میں کہا کہ بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود و سلام کو جمع کیا جائے  
تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیہ یا رسول اللہ اور السلام علیہ یا حبیب اللہ  
کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ یعنی صلوٰۃ کا لفظ بڑھا دیا جائے۔

اور کہا امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں۔ اور حاضر کر اپنے دل میں بنی علیہ السلام  
کو اور تصور آپؐ کا رکھ اور کہہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور یقین  
جان کہ یہ سلام بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچ رہا ہے۔ اور اس کا جواب آپؐ بجا دے رہے  
ہیں۔

اور یہی عبارت میں نے اکثر کتب فقہاء میں پائی ہے۔

پس باطل ہوا اثبات وہابیہ کا کہتے ہیں کہ چسٹ نماز میں بنی علیہ السلام کا خیال  
لایا پس اُس کی نماز ناسد ہوئی۔ ایسا ذی بالہ۔



## وَالنِّدَاءُ

وأيضاً سمعتُ من الوهابية والنداء لغير الله شرو  
فتاوى رشيدية - [١]

قلنا

والنداء للبنى عليه السلام ووللا ولياء جائزٌ أما  
للبنى عليه السلام فهو من حديث عبد الرحمن بن سعد  
خدرت رجل ابن عمر فقال لرجلٍ اذكر احب الناس  
اليك فقال يا محمد صلى الله عليه وسلم ادب المفرد ص ١٣٢  
وايضاً في فضائل درود نزر يا السهار نفوري ديوبند ص ١٣٢  
وايضاً خرج النووي<sup>[٢]</sup> في كتابه (اعني شرح مسلم) خدرت رجل ابن  
عباس فقال ابن عباس يا محمد اذكر احب الرجال في الوقت  
كتاب الاذكار ص ٣٦ -

واما النداء لولي الله تعالى فهو جائزٌ ايضاً ان الولي  
تابع للبنى كما في فتاوى حديثه لابن حجر الهيتمي المكي<sup>[٣]</sup>

(١) رشيد احمد كنكوهي توفي سنة ١٣٢٣ هـ. [١٩٠٥ م.]

(٢) يحيى النووي الشافعي توفي سنة ٦٧٦ هـ. [١٢٧٧ م.] في الشام

(٣) احمد ابن حجر المكي الشافعي . توفي سنة ٩٧٤ هـ. [١٥٦٦ م.] في مكة المكرمة زادها الله شرفاً وكرماً

اور اسی طرح سنلے میں نے وہابیہ سے کہ نداء عیز اللہ کو شرک ہے  
قلنا

اور پکارنا نبی علیہ السلام کو اولیاء کو یہ جائز ہے وہ نداء جو نبی علیہ السلام کو ہے وہ  
ثابت ہے حدیث عبد الرحمن بن سعد سے کہ عمر کلایاؤں سناؤں ہو کیا پس کسی آدمی نے  
اسے کہا یا دُرّ اُس کو جو تجھے تمام کُور سے اچھا اور محبوب ہو پس کہا اُس نے یا محمد

اور اسی طرح امام نووی نے کہا شرح مسلم میں کہ سگایا پاؤں ابن عباس کا پس کیا  
اُس نے یا محمد صبح ہوا پاؤں اُس کا اسی وقت میں

اور بہر حال نداء جو ولی اللہ سے ہے وہ بھی ایسا ہی جائز ہے اس لئے کہ ولی تابع ہے  
نبی کے جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے جو ابن حجر المہتمی مکتبہ۔

وقال علا مة خير الدين رملی فی فتاویٰ خیریه هو اُستاد  
 لصاحب در المختار فقال یا شیخ عبد القادر جیلانی<sup>[۳]</sup> فهو نداء  
 واذا ضیف الیه شیئاً فهو طلب شیء اکر امر الله فما الموجب لحرمة  
 فتاویٰ خیریه مطبوعة مصر المجلد الثاني ص ۱۸۲

وقال فی الهدایة والصلوة علی النبی علیه السلام خارج الصلوة  
 واجبة كما قال الکرنجی<sup>[۴]</sup> او كلما ذکر علیه الصلوة كما اختاره  
 الطحاوی انتهى بخاری جلد ثانی علی الهامش -

فافهم وافکر یا منکر النداء والخطاب  
 الی اقوال العلماء والمفتیین وقیل -  
 یا بنی درود جناب تو

درود زبان است مه وسال صبح شام

نزدیک چو تحفه فرستیم مازدور

در داست را بهیں صلوة ست وسلام

ابوالمجاهد عامر محمد عبد الخالق القادری ۱۹۷۴ هـ

(۱) خیر الدین الرملي الحنفی توفی سنة ۱۰۸۱ هـ. [۱۶۷۰ م.] فی رمله

(۲) صاحب در المختار محمد علاء الدین الحصکفی الحنفی توفی سنة ۱۰۸۸ هـ. [۱۶۷۶ م.] فی الشام

(۳) السيد عبد القادر الکیلانی الحنبلی توفی سنة ۵۶۱ هـ. [۱۱۶۶ م.] فی بغداد

(۴) مؤلف الهدایة برهان الدین علی المرغینانی الحنفی استشهد سنة ۵۹۳ هـ. [۱۱۹۸ م.] فی بخاری

(۵) عبید الله الکرنجی الحنفی توفی سنة ۳۴۰ هـ. [۹۵۲ م.] فی بغداد

(۶) احمد الطحاوی الحنفی توفی سنة ۳۲۱ هـ. [۹۳۳ م.] فی مصر

اور کہا علامہ خیر الدین رحیمی نے فتاویٰ خیر یہ میں جو کہ اُستاد ہے مصنف درفتا  
کا پس کہا یہ نذا ہے یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور جب ساتھ اس کے بڑھایا جا پس  
طلب شیعہ ہے از روئے امر اللہ کے پس کیا سبب ہے اس کی حرمت کیلئے

اور بدایہ میں ہے اور درود بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز سے باہر واجب ہو جیسا  
کہ کرخی نے کہا اور جب ذکر ہوا آپ پر درود جیسا کہ مختار کیا ہے اسے طحاوی نے  
پس غور و فکر کرائے مکرر نداء و خطاب کے طرف اقوال علماء کے اور مفتوحہ کے اور

ان ناشر کتب - دار الحقیقة للنشر والطباعة - هو المرحوم حسین حلمی ایشیق  
علیہ الرحمة والرضوان المتولد عام ۱۳۲۹ الهجرة [۱۹۱۱ المیلاریة] بمنطقة -ایوب  
سلطان إستانبول- وأعداد الكتب التي نشرها ثلاث وستون مصنفا من العربية وأربع  
وعشرون مصنفا من الفارسية وثلاث مصنفات أوردية وأربع عشرة من التركية ومقدار  
الكتب التي أمر بترجمتها من هذه الكتب إلى لغات فرنسية وألمانية وإنجليزية وروسية وإلى  
لغات آخر بلغت مائة وتسعة وأربعين كتابا وجميع هذه الكتب طبعت في -دار الحقیقة  
للنشر والطباعة- وكان المرحوم عالما طاهرا تقيا صالحا وتابعا لمشیئة الله وقد تتلمذ للعلامة  
الحیر البحر الفهامة الولی الكامل المکمل ذی المعارف والخوارق والکرامات عالی النسب  
السید عبد الحکیم الارواسی علیہ رحمة الباری وأخذ منه وظهر کعالم إسلامی فاضل وکامل  
مکمل وقد لى نداء ربه المتعال وتوفي ليلة ۲۵ على ۲۶/۱۰/۲۰۰۱ (الثامن على التاسع من  
شهر شعبان المعظم سنة إثنين وعشرين وأربعمائة وألف من الهجرة النبوية) ودفن في محل  
ولادته بمقبرة أيوب سلطان تغمدہ الله برحمته الواسعة واسكنه فسيح جناته آمین.



ويليه هذه إلى ما قبله - <sup>القول</sup> قول حين وقت الأذان عند  
شهادة الأولى والثانية - قرعة عيني بـ يا رسول الله

قال جلال الدين السيوطي<sup>[١]</sup> والقهستاني في شرح الكبير نقلاً عن  
كنز العباد أعلم أنه يتعجب أن يقال عند السماء الأولى من  
الشهادة الثانية صلى الله عليك يا رسول الله وعند سماع الثانية  
قرعة عيني بـ يا رسول الله ثم يقال اللهم متعني بالسمع  
والبصر بعد وضعه ظفراً لهما من عيني وقال عليه السلام  
من سمع اسمي في الأذان فقبل ظفري ابهاميه ومسح  
على عيني بهما بدا<sup>[٢]</sup> الخ حاشية جلال الدين مطبوعه المطابع ثم  
روح البيان ما تحت أن الله ملكته الآية وموضوعات كبير للاعليق ص ٣٢٩  
ثم البصائر لمولانا محمد الله دأني<sup>[٣]</sup> واليضا قال العلامة الشافعي<sup>[٤]</sup> ص ٢٧٩ تتم

(١) محمد القهستاني الحنفي توفي سنة ٩٦٢ هـ. [١٥٥٥ م.] في بخارى

(٢) كنز العباد في شرح أوراد شهاب الدين السهروردي أبو حفص عمر الشافعي

توفي سنة ٦٣٢ هـ. [١٢٣٤ م.] في بغداد

(٣) مؤلف تفسير الجلالين محمد جلال الدين مَحَلِّي توفي سنة ٨٦٤ هـ. [١٤٥٩ م.] في مصر

(٤) العلامة الشافعي السيد محمد أمين ابن عابدين توفي سنة ١٢٥٢ هـ. [١٨٣٦ م.]

اور یہ ملا ہوا ہے ساتھ تشریف کے۔ قول قائل کا وقت اذان کے نزد شہادت اول کے یا ثانیہ کے۔ یا رسول اللہ تم میری آنکھوں کے ٹھنڈ کر ہو۔

کیا جلال الدین سیوطی نے اور قہستان نے شرح کبیر میں نقل کیا تشریف العباد جان کہ یہ شخص یہ مستحب کہ کہا جاوے سماع اولیٰ کے نزدیک شہادت ثانیہ سے درود ہو تم پر آ اللہ کے رسول اور وقت شہادت ثانیہ کے ٹھنڈ کر ہو تم یا رسول اللہ میری آنکھوں کے پھر کہے اے اللہ دے مجھے قوت سماع و بھارت کی یہ ہے بعد کہنے ناخن اُگلو ٹھوں دونوں کے آنکھوں دبیر اور کہا بنی علیہ السلام نے جس نے سنا اذان میں نام میرا اور چومنا ناخن دونوں اُگلو ٹھوں کے اور آنکھوں پر لگا یا کبھی آنکھیں خراب نہ ہوں گی۔

## حيلة الاسقاط

جميعه الخيل وتعرفه ما يحتمل به الرجل بحمد الله تعالى وعونه  
يفعلون حيلة الاسقاط من زمان عمره الى الآن وفي جواره  
كثرة الاثبات -

فان قلت كيف اجاز العلماء الخيل مع ان البخاري<sup>[١]</sup>  
اورده في كتابه الخيل احداً وثلثين حديثاً في منه الخيل ؟  
قلت

تحقيق المقام ان اوله باب الخيل قد جاءت مختلفه فبعضها يقتضي  
عدمه وبعضها يقتضي وجوده والبخاري اختار الاول فاورد الا  
حاديث التي تراها ولكن بعضها لا يدل على الخيل اصلاً ولم يذكر  
ما يدل على المجاوز من الكتاب والسنة بل شنع على من اجاز الخيل  
قال الحافظ ابن حجر العسقلاني<sup>[٢]</sup> في شرح البخاري بعد ما ذكر اقسام الخيل  
واختلاف العلماء فيها مانصبه ولمن جازها مطلقاً وابطالها  
مطلقاً ادلة كثيرة فمن الاول قوله تعالى وخذ بيديك ضغثاً  
فامض به ولا تحنث وقد عمل به صلى الله عليه وسلم

(١) مؤلف الجامع الصحيح البخاري محمد بخاري توفي سنة ٢٥٦ هـ. [٨٧٠ م.] في سمرقند

(٢) احمد ابن حجر العسقلاني الشافعي توفي سنة ٨٥٢ هـ. [١٤٤٨ م.] في مصر

### جیلہ اسقاط

جمع اس کی حیثیت ہے اور تعریف یہ ہے مایحتاج الیہ الرجل۔ اللہ کے فضل و کرم سے اسقاط اہل السنۃ کر رہا ہے زمانہ عمر میں اب تک اور اس کے جواز میں اثبات بہت ہیں اگر تو کہے کہ علماء نے جیلہ کو کیسے جائز قرار دیا حالانکہ بخاری نے کتاب الحیل میں اکتیس<sup>۳۱</sup> احادیث عدم جواز میں لکھی ہیں ؟

### تملنا

تحقیق مقام یہ ہے کہ دلائل بارہ جیل میں مختلف ہیں پس بعض تقاضہ عدم رکھتی ہیں اور بعض اس کے جواز پر مقتفی ہیں اور بخاری نے اول یعنی عدم جواز کو اختیار کیا پس دلائل کی احادیث جو سامنے ہیں و لیکن بعض دلائل نہیں جیل پر اصلاً اور دوسرے نہیں کیا بخاری نے وہ جو دال ہیں جواز پر کتاب و سنت سے بلکہ زحیر کیا اس پر جس جیلہ کو جائز کہا کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں بعد ذکر کرنے اقسام جیل کے اور اختلاف علماء کا وہ جو نصیب اس میں اور جسے مطلقاً جائز قرار دیا۔ یا مطلقاً باطل کیا اسے دلائل کثیرے پس اول یہ قول رب تعالیٰ کا اور پکڑنا تھا میں جھٹڑو پس مارا ہے اور حاشا نہ ہو اور تحقیق عمل کیا اس کے ساتھ نبی علیہ السلام نے

في حق الضعيف الذي زنى وهو من حديث أبي امامة بن سهل  
 في السنن ومثله قوله تعالى ومن يتق الله يجعل له مخرجا وفي الحيل  
 من الخارج من المضائق ومنه مشروعية الاستثناء فان فيه  
 تخليصا من الحنث وخذ لك الشروط كلها فان فيها سلاطة  
 من الوقوع في المخرج - ومنه حديث أبي هريرة وابن سعيد  
 في قصة بلال<sup>١</sup> به الجمع بالدرهم ثم ابتع منها - ومن الثاني  
 قصة اصحاب البيت وحديث حرمت عليهم الثغوم فحملوها  
 فباعوها واكلوا ثمنها وحديث النهي عن الخش وحديث لعن  
 المحلل والمحلل له<sup>٢</sup> اهو وقال شمس الائمة السرخسي في حيل المبسوط  
 ان الحيل في الاحكام المخرجة عن الامام جائزة عند جمهور  
 العلماء انما كره ذلك بعض المتقشفة بحالهم وقلة تاملهم  
 في الكتاب والسنة والدليل على جوازها من الكتب قوله تعالى  
 وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنت هذا التعليم المخرج  
 كايوب عليه السلام عن يمينه التي حلف ليضرب زوجته  
 مائة سوط فانه حين قالت لو ذبحت عنا قبا باسم الشيطان

(١) محمد السرخسي توفي سنة ٤٨٣ هـ. [١٠٩١ م.] في تركستان

بیچ حق ضعیف کے وہ جس نے زنا کیا تھا اور وہ حدیث الی امامہ بن سہل کی ہے  
سنن میں اور اسی سے یہ فرمان رب تعالیٰ کا اور جو ڈرے اللہ سے کرو گنا واسطے اس کے  
نکلنے کی راہ اور حیل میں راستہ ہے آسانی ہے تنگیوں سے اور اسی ہے مشر و عیت ہے استثناء کہ  
اس لیے کہ اس میں خلاصی ہے عفت ہے اور اسی طرح تمام شروط پس اس میں سداقتی ہے حرج میں  
پڑنے کی۔ اور اسی سے حدیث ابو ہریرہ کی اور ابن سعید کی قصہ بلال میں (لج الجمع بالذیم  
ثم ابع منها) اور دوسرے سے قصہ اصحاب سبت کا اور حدیث حرمت علیہم التیمم والی  
اور حدیث ہنی عن النبی کی اور حدیث لعن المملل اور محلل لہ کی الخ  
اور کہا شمس الایمہ مرضی نے حیل مضبوط میں کہ حیل احکام فخر جہ میں امام اعظم سے جائز ہے  
تمام علماء کے نزدیک اور یہ کہ مکروہ جانا بعض بد بختوں واسطے جہالت اُن کے اور کمی فکر  
کے کتاب سنت میں اور دلیل جواز پر کتاب ہے یہ قول رب تعالیٰ کا وخذل بید الخ  
یہ تعلیم فخر جہ ہے ایوب علیہ السلام بیٹے اُس تلمیذ سے جو اٹھائی تھی کہ البتہ ضرور مردوں کا  
میں بیوی اپنی کو تنہا دے جب کہا تھا اُسی عورت نے اگر فحش کرے تو عناق ساتھ  
اسم شیطان کے۔

في قصة طويلة اوردها اهل التفسير رحمهم الله وقال الله تعالى فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية في رحل اخيه الى قوله ثم استخرجها من وعاء اخيه كذا لك كذا ناليوسف وكان هذا منه حيلة لا مسالك اخيه عنده على وجه لا يقف اخوته على مقصوده وقال جل جلاله حكاية عن موسى عليه السلام مستجد في ان شاء الله صابرا ولم يغلب على ذلك لانه قيد سلا متربلا استشاء هو مخرج صحيح قال الله تعالى ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلك غدا الا ان يشاء الله -

واما السنة فما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يوم الاحزاب لعروة بن مسعود في شان بني قريظة فلعلنا امرناهم بذلك فلما قال له عمر في ذلك قال عليه السلام الحرب خدعة وكان ذلك منه الكتاب حيلة ومخرجاً من الاثم بتقييد الكلام بلعل ولما اتاه رجل اخبره انه حلف بطلاق امرأته ثلاثاً ان لا يكلمها قال له طلقها

لیجے قصہ میں جے مکھا مفسرین کرام نے اور کہا اللہ تعالیٰ نے پس جب تیار کیا واسطے ان کے  
 سامان رکھ دیا پیا لہ بانی والا کہا وٹھے اسکے بھائی کے پھر نکال لیا اُسے بھائی کے کجاوے سے  
 اور اسی طرح کام سنوارا ہم نے یوسفؑ کا اور تھا یہ اس سے حیلہ امساک کا بھائی سے اُس کے ماں  
 اور پر وجہ نہ موقوف ہوئے بھائی اُسکے کے اوپر مقصود کے اور کہا رب تعالیٰ نے حکایت موسیٰؑ  
 سے پائیگا تو نجیہ صابر اُمر اللہ نے چانا اور نہ غالب ہوا وہ اس صبر پر اس لیے کہ یہ قید سلامتی کی ہے ساتھ  
 استثناء کے اور یہ فمزج صحیح تھا اور فرمایا رب تعالیٰ نے اور ہرگز نہ کہو کسی چیز کیلئے کہ کروں گا  
 میں اسے کل مگر یہ کہ اللہ چاہے

اور وہ جو حدیث ہے پس وہ روایت کی سنی ہے نبی علیہ السلام سے جو کہ فرمایا یوم احزاب پر  
 عروہ بن مسعود کو شان بنی قریظہ میں پس کہ شاید ما مور ہیں ہم اسی پر پس جب کہا عمرؓ نے اسیں  
 فرمایا نبی علیہ السلام نے الحرب خدعہ اور تھا اسی طرح اس سے کتاب حیلہ اور فمزج گناہ سے  
 پس مقید رکھا کلام لفظ لعل سے اور جب اس کے پاس آدمی اور جرودی کہ اُس نے حلف اٹھایا  
 طلاق کیساتھ اپنی عورت کو کہ نہ کلام رہے ساتھ بھائی اُسکے سے کہا اُس سے طلاق دے اسے ایک



واحدة فاذ النقصت عدتها فكلما اخاك ثم تزوجها وهذا تعليم  
 الحيلة والاثار فيه كثيرة ومن تأمل احكام الشرع وجد المعاملا  
 كلها بهذه الصفة وقال فمن كره الحيل في الاجكام فانما  
 يكره في الحقيقة احكام الشرع والله اعلم بخاري المجلد الثاني ص ٢٣ مقدمة

وصية الاموات في حيلة الاستقاط  
 الدليل الاول توصيت الاموات بقوله تعالى من بعد وصية يوصي  
 بها او دين -

وجه الاستدلال - اللفظ الوصية مطلق لقيد الدوران  
 وجه الاستدلال - المطلق يجري على اطلاقه لان كل افراد  
 ثابتة بالمطلق كمنصوص عليه

وجه الثاني - وقع لفظ وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصي  
 بها او دين - وجه الثالث - وقع وصية بقوله تعالى من بعد وصية  
 توصون بها او دين -

وجه الرابع - لفظ وصية ثبت بقوله تعالى من بعد وصية يوصي

پس جب پوری ہو عدت اس کی پس بات کر اپنے بھائی سے پھر نکاح میں لا اس کو اور یہ بھی تعلیم حیدہ کی اور احادیث اس میں بکثرت ہیں اور جس فکر کیا احکام شرع میں گویا تمام معاملات پائے اُس نے اس صفت کے ساتھ اور کہا پس جس نے مکروہ جاننا حیلہ کو احکام میں پس اس نے مکروہ جاننا درحقیقت احکام شرع کو (اور جس احکام شرع کو مکروہ جاننا وہ کافر ہے۔ بابت ایوم اجمعت لکم)۔

### وصیت اموات کی حیلہ استقاط میں

دلیل اول وصیت اموات کی ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیہ توصی بہا اور دین وجہ استدلال کی۔ لفظ وصیت مطلق ہے قید دوران کو وجہ استدلال کی۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے ایسے کہ تمام افراد ثابت میں مطلق جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

وجہ ثانی۔ واقع ہوا لفظ وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیہ توصی بہا اور دین وجہ ثالث۔ واقع ہوئی وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیہ توصی بہا اور دین وجہ رابع۔ لفظ وصیت ثابت ہے ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیہ توصی بہا اور دین

بها ودين .

وعن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال  
لا يصوم واحد من أحد ولا يصلي أحد عن أحد ولكن <sup>٣١٣</sup>  
 يطعم عنه . رواه النسائي <sup>(١)</sup> عني بخاري ص ٢٤٢ مجموع رسائل شامي جلد اول  
 مجمع الانوار ص ٢٤٢ مشكل الآثار جلد اول ص ١٢١ والسنن الكبرى ثم جوبه  
 النقي جلد رابع زيلعي جلد ثان ص ٤٤٣ ودراية <sup>(٤)</sup> ص ١٧٧

عن ابن عمر عن النبي قال من مات وعليه صيام شهر رمضان  
 فليطعم مكان يوم مسكيناً ترمذي ثم مشكوة الصوم قضا ص ١٩٢

## حوران القرآن

قال المؤرخ صاحب الفتوح محمد ابن عمر الواقدي <sup>(٢)</sup> اخبر ابو يعلى  
 عن ابن جريح عن ابي شهاب عن ام سلمة عن ابي موسى الاشعري  
 قال فعل عمر تدوير جزء القرآن من مالى لا الى عمر يتساءلون  
 في عشرين رجلاً بعد صلوة الجنازة لا مرة ملقبة بحبيبة  
 زوجة قلاب (وفي نسخة ملاب) فتاوى سمرقندي <sup>(٧)</sup> لابي الليث و  
 مناج الواضح ص ٢٤٤ ودرية البرر لا ما مل الغزالي -

(١) مؤلف السنن الكبرى الحافظ احمد النسائي توفي سنة ٣٠٣ هـ. [٩١٥ م.] في رقله

(٢) مؤلف مشكل الآثار محمد الاصفهاني توفي سنة ٤٠٦ هـ. [١٠١٥ م.]

(٣) عثمان الزيلعي الحنفي توفي سنة ٧٤٣ هـ. [١٣٤٣ م.] في مصر

(٤) مؤلف الدراية في شرح الهداية محمد الهروي توفي سنة ٩٢٨ هـ. [١٥٢١ م.]

(٥) مؤلف المشكوة محمد ولي الدين التبريزي الشافعي توفي سنة ٧٤٩ هـ. [١٣٤٧ م.]

(٦) محمد الواقدي توفي سنة ٢٠٧ هـ. [٨٢٢ م.] في بغداد

(٧) ابو الليث نصر السمرقندي توفي سنة ٣٧٣ هـ. [٩٨٣ م.]

اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روزہ رکھے ایک آدمی دوسرے کیلئے اور نہ نماز پڑھے ایک دوسرے کیلئے مگر طعام دے ایک دوسرے کیلئے۔

اور مروی ہے ابن عمرؓ وہ نبی علیہ السلام سے کہ فرمایا آپؐ نے جو فوت ہوا اور اس پر رمضان کے روزے غفے ہیں لازم ہے کہ کھانا کھلائے جبہ مکینوں کو ایک دن۔

## حوران قرآن

کہا مورخ صاحب الفتوح نے جو محمد بن عمر الواقدی میں خبر دی ہے ابو عاصم نے انہوں نے ابن جریج سے انہوں نے ابی شہاب سے ام سلمہ سے وہ ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ پھر ابی عمرؓ نے جزء قرآن کی تیس سو میں پانچ سو تیس سو تک ہمیں آدمیوں میں نماز جنازہ کے بعد واسطے ایک عورت کے جو لقب دی گئی ہے ساتھ حبیبہ کے جو زوجہ تھیں تلاب کی (اور ایک نسو میں ملائے)

حدثنا العباس بن سفيان عن ابي عليّة عن عون عن محمد عن  
عبد الله بن عمر قال قال عمر اياها المسلمون اجعلوا القرآن وسيلة  
لنجاة الموتي فخلقوا وقولوا اللهم اغفر لهذا الميت بحرمة قرآن المجيد  
وثبت بهذا السند ايضا اخبر سعد عن ايوب عن جميع عن  
عبد الرحمن عن ابي بكر انه وجد دوران القرآن عمر  
والقرآن شافع للمؤمنين حياتا وبعد مماتا - فتاوى سمرقندى ثم منهاج  
الواضح ص ٢٤٦ -

قال الامام احمد <sup>(١)</sup> اسهل طريقته ان يبيع الوارث على الفقير مصحفاً <sup>(٢)</sup>  
جديداً (اي صيحماً) قابلاً للقرعة لغبن فاحش ثم يهب الفقير ثم  
نشر حتى يتم حل الله تعالى يجعله فدية في مقابلة الصوم والصلاة  
والزكاة والمنذورات الخ كتاب الحيل لا ما محمد -

وفي الحيل اختلاف لسرفراز خان النجدي هو يقول كتاب الحيل ليس لامام  
محمد - فتثبت انه جاهل ان كل العلماء يقولون ان كتاب الحيل لا ما محمد  
ودرة البرر الامام الغزالي ثم منهاج الواضح ص ٢٦٨

نافكروا فهم يد منكر الحيلة - فيحق وايات الحيلة

(١) الامام احمد ابن حنبل توفي سنة ٢٤١ هـ. [٨٥٥ م.] في بغداد

(٢) الفقير رجل لا يملك المال بقدر نصاب الفطر سوى المحتاج اليه من الدار واللباس و الغذاء و هو اموال

مختلفة و قيمته عشرون مثقالا من الذهب و المثقال عشرون قيراطا وهو اربعة غرام وثمانون سанти غرام ليرة

ذهبية عثمانية واحدة و نصف مثقال ونصاب الفطر ٩٦ غراما من الذهب و هو ثلاثة عشر و ثلث ليرة ذهبية

روایت ہے ابن عباسؓ سے وہ ابی علیہ سے وہ عون سے وہ محمد سے وہ عبداللہ بن عمر سے کہ فرمایا مجھ  
 علیہ السلام نے اے مسلمانو قرآن کو وسیلہ بکرو پس حلیقہ بناؤ اور کہو اے اللہ بخشیدے اس میت  
 کو بوسیہ قرآن مجید کے اور ثبت ہے اس سند سے اس طرح کہ روایت ہے سعد سے وہ ابو بکر وہ  
 جمیع سے وہ عبدالرحمان سے وہ ابو بکرؓ سے کہ پایا اُن سے عمرؓ کو دوران قرآن کرنے ہوئے اور قرآن  
 شافعی ہے متوہین کو زندگی میں اور بعد موت کے

اور کہ امام محمدؓ نے کہ آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ دے وارث فقیر کو قرآن مجید نیا (پہن صبح)  
 قابل قرأت واسطے عین فاعل کے غم پھر دے فقیر پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام ہو جائے شاید پھر دے  
 اللہ تعالیٰ فدیہ اس کو مقابلہ روزوں کے اور ٹانگہ اور زلوۃ کے اور نذر دے  
 اور کتاب جیل میں اختلاف ہے سرفراز خان نجدی کو وہ کہتے کہ کتاب الجیل امام محمدیؒ ہے  
 پس ثابت ہوا کہ وہ جاہل ہے اس لیے کہ تمام علما کہتے ہیں کتاب الجیل امام محمدیؒ ہے۔

پس ہر طرح کر اور فکر کر اے منکر حیلہ کے۔ یہ حق ہے اور اس میں تشایا بجز حیلین میں

٥٤ وفي المطبع مهر ص ٤٩٢  
٥٥ الآخر

## وَالْمُسْتَقِيمُ لِلصَّدَقَةِ مَنْ قَلْبًا

المنصوص عليها في المذهب وعليها العمل اليوم ان يجمع الوارث عشرة  
رجال ليس فيهم غني ولا عيب ولا حي ولا معجون الخ وما  
تعارفه الناس ونص عليها اهل المذهب ان الواجب اضافة  
مشقة على النقود وغيرها كجواهر وحلى وبنوال مرعى اعتبار القيمة  
ولا اضافة الصورة لطريق - ثمرة رسائل شامى المجلد الاول ص ٢١٢ - ٢١١  
وان كانت الصلوة كثيرة والحنطة قليلة يعطى ثلاثة اصوع عن  
صلوة يوم وليلة مع الوتر مثلاً الى الفقير ثم يرد فيها الفقير الى  
الفقير ثم يرد فيها الفقير الى الوارث هكذا يفعل مراراً حتى يستوعب  
الصلوة ونحوها كيرى جلد فوائت ص ٥٨٣ تتارخانية ثم جواهر النفيس ص ٣  
المنقط - اشباه والنظائر وشرح بريدة ابن العمى وجامع الرموز كتاب الصوم ص ١٤٢  
وقاصى<sup>(٤)</sup> خان المجلد الاول ص ١٧ وشامى جداول ص ٢١٢ - ٢١٠ ان تبرع الولي  
بالا سقاط يجوز الخ وسجوز التبرع الا جبنى به - مراقى الفلاح ص ٢٦٣<sup>(٥)</sup>  
طحاوى وشامى جداول ص ٤٩٢ ومنحة الخالق المجلد الثاني ص ٩٧<sup>(٦)</sup>

(١) مؤلف جواهر النفيسة صهر القاهري توفي سنة ١٠٧٩ هـ. [١٦٦٨ م.]

(٢) عبد الرحمن ابن عماد الحنفى العمادي توفي سنة ١٠٥١ هـ. [١١٨٣ م.] في الشام

(٣) مؤلف جامع الرموز محمد القهستاني توفي سنة ٩٦٢ هـ. [١٥٥٥ م.] في بخارى

(٤) قاضيخان حسن الفرغاني توفي سنة ٥٩٢ هـ. [١١٩٦ م.]

(٥) طبع في كراچي سنة ١٣٩٤ هـ. [١٩٧٤ م.] ص: ٢٣٨

(٦) مؤلف منحة الخالق على البحر الرائق محمد أمين ابن عابدين توفي سنة ١٢٥٢ هـ. [١٨٣٦ م.] في الشام

## اور مستحق صدقہ کا لون ہے قلنا

منصوص علیہ مذہب میں یہ ہے اور آج تک اس پر عمل ہے کہ جمع ہوں وارث دس آدمی  
نہ ہوں میں غنی اور نہ غلام اور نہ بچہ اور نہ دیوانہ الخ اور نہ جسے گور جانے ہوں۔  
اور ثابت ہیں امیر اہل مذہب واجب یہ ہے کہ دائرہ بنائیں جو مشتمل ہو جو نقد و پریا غیر الہر  
جیسے جو ابو رحلی وغیرہ اور بنوال امر اعتبار تحت پر ہے

اگر نمازیں بہت ہوں اور گندم تھوڑی ہو دی جائیں ۳ اور فی نمازیں ایک دن رات کی سمیت  
دتر کے مثلاً طرف فقیر کے پیر دے اُسے وارث فقیر کو پیر فقیر وارث کو اسی طرح کرے  
تکرار کیا تم یہاں تک پوری ہوں نمازیں ماور مثل اس کے [۱]

(۱) فدية كل صلاة كفدية صوم والوتر صلاة على حدة فالصلوة في يوم و ليلة ست و الفدية للصلاة  
الواحدة مقدار الفطر و هو نصف صاع من الخنطة و هو يسع اربعة ارطال و الرطل نصف من و المن و المد  
سواء كل منهما ربع صاع و الرطل مائة و ثلاثون درهما شرعيا و الدرهم الشرعي اربعة عشر قيراطا او  
۳،۳۴ غراما و نصف الصاع ۱۷۵۰ غراما و فدية صلوة سنة الواحدة ۳۸۳۳ كيلوغرام حنطة و هو ۳۸۳ غرام  
ذهب او ستون ليرة ذهبية تقريبا في كل زمان و في كل مكان و وزن ليرة عثمانية مثقال واحد و نصف أو  
۷،۲ غرام ذهابا و عند احتساب مدة الصلوات المتروكة للذكور يسقط من عمره ۱۲ سنة و للاناث تسعة سنوات  
عدد الدور × عدد الليرة الذهبية × عدد الفقراء = ۶۰ × السنوات المتروكة فيها الصلوات فيعرف  
عدد الدور من هذه المساوات و يعلم عدد الليرات الذهبية من اوزان الاموال المختلفة من الذهب المستعمل في  
الدور و لا يجوز الزكاة و الفطرة و دور الاسقاط بالاوراق النقدية لانها ليست اموالا متقومة بل سندات بلا  
قيمة و قيمها اعتبارية لا حقيقية (السيد عبد الحكيم الارواصي)



## حياة الانبياء والشهداء

اعلم ان الانبياء احياء ويصلون في قبورهم والشهداء هم احياء لقوله تعالى ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء وفي المقام الثاني بل احياء عند ربهم يرزقون .

وقال جلال الدين السيوطي في الحاوي للفتاوى الانبياء افضل من الشهداء . اي افضل في حياة القبر وافضل في اكل الرزق

حدثنا ابو بكر بن شيبه عن حسين بن علي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن شداد بن اوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه النسخة وفيه المحقة فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلواتكم معروضة على فقال رجل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف تعرض صلواتنا عليك وقد ارميت يعني بليت فقال ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء . رواه ابن ماجه ص ٧٤

فأثبت ان الانبياء احياء ويقولون الوهابية زماننا هم اموات العباد بالله من شرور انفسهم فثبت ان الوهابية كلهم

## حیات انبیاء اور شہداء کے بار میں

جان کبے شک انبیاء زندہ ہیں اور اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور شہداء بھی زندہ ہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور کہ ہر مردہ اُن کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور دوسرا مقام پر فرمایا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جائیں اور کہا جلال الدین سیوطی نے حاوی الفتاویٰ میں کہ انبیاء افضل میں سے شہداء سے۔ اسی افضل میں حیوۃ قبریہ میں اور رزق کے کھانے میں

روایت ہے ابو بکر بن شیبہ سے وہ صہبن بن علی سے وہ عبدالرحمان بن یزید بھی جاہل سے وہ ابی الاشعث صنعانی سے وہ شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے افضل ایام میں سے جمعہ ہے اسی میں آدم پیدا ہوا اور اسی میں نوح ہے اور اسی میں صہقہ ہے پس کثرت کرو نوح پر و رعد سے اس میں پس مبارک و رعد و نوح پر پیش کیا جاتا ہے پس کہا اید آدمی نے یا رسول اللہ ہم آپ پر و رعد کیسے پیش کریں تحقیق آپ تو رخصت ہوئے پس نکلا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے

فانک ۔ یہ ہر اکہ انبیاء و کرام زندہ ہیں اور ہر ہر زمانہ کے و ماہیہ کتبے میں کہ وہ مرتے نفوذ باللہ منہ و رافضہم پس ثابت ہوا کہ و ماہیہ تمام

ضال مفل كما في الصاوي على الجلالين\* وكذا ليس اثر الاموات  
ايضا يسمعون السلام والكلام ويعرض عليهم اعمال اقات بهم  
نعم الا نبيا يكون حيا تهم على الوجه الاكمل صاحب حاشية ابن ماجه<sup>[٢]</sup>

ثبوت الرزق هم ياكلون في قبورهم  
ففي اكل الرزق احاديث كثيرة وللثبوت يكفي واحدا منهم كثيرة  
حدثنا عمرو بن سواد المصري عن عبد الله بن وهب عن عمرو بن  
المحارث عن سعيد بن ابي هلال عن يزيد بن ليث عن عباد بن  
نسي عن ابي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
الثر والصلوة على يوم الجمعة فانه مشهود تشهد الملكة وان احدا  
لن يصلي على الا عرضت على صلوته حتى يفرغ منها قال قلت  
وبعد الموت ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء  
فنبى الله حتى يرزق رواه ابن ماجه<sup>٧٤</sup>

ثبوت صلوة الانبياء في قبورهم  
واخرج البيهقي في كتاب حيوة الانبياء عن انس ان رسول الله صلى الله  
عليه وسلم قال الانبياء احياء في قبورهم يصلون - رواه البيهقي -

في وفي السامى الجمل الثالث ص ١٣٩

(١) احمد الصاوي المالكي المصري توفي سنة ١٢٤١ هـ. [١٨٢٥ م.]

(٢) محمد ابن ماجه توفي سنة ٢٧٣ هـ. [٨٨٦ م.]

(٣) احمد البيهقي الشافعي النيشابوري توفي سنة ٤٥٨ هـ. [١٠٦٦ م.]

گمراہ میں اور گمراہ کفر والے ہیں جیسا کہ صادی میں مذکور ہے اور ایسی ہی تمام احوال  
 سنیہ میں سلام و کلام کو اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں  
 تو ایسا ہی حیوۃ انبیاء پر اکل سے ۔

### ثبوت انبیاء قبور میں رزق کھانا

پس اکل الرزق میں ۲ احادیث بہت ہیں ایک یحییٰ مانی ہے اور بہت یحییٰ ۔ روایت  
 ہے عمرو بن سواد مصری سے وہ عبد اللہ بن وہب سے وہ عمرو بن حارث سے وہ سعید بن ابی  
 بلال سے وہ حمید بن ابی بن سے وہ عبادہ بن نسی سے وہ ابی الدرداء سے کہ فرمایا رسول اللہ  
 نے جمعہ کے دن فجر پر بکثرت درود پڑھا کرو اس لیے کہ یہ مشہود ہے کہ وہی دیتے ہیں فرشتے  
 اور تم میں جب کوئی درود پڑھتا ہے مگر فقہ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے فارغ  
 ہوتا ہوں ۔ راوی کہتے ہیں اور بعد موت کے اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے  
 اجساد حرام کر دیے ہیں اکل کے ۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے ۔

### ثبوت انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا

اور کہا بیہقی نے حیاۃ انبیاء میں روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے انبیاء  
 زندہ ہیں اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں ۔

واخرج ابو نعيم في الحلية عن يوسف بن عطية قال سمعت  
 ثابت البناني يقول لحمد الطويل هل بلغك ان احدا يصلي في قبره  
 الا الانبياء ؟ قال لا - الحاوي للفوائد المجلد الثاني ص ٢٦٤  
 وذكر عيني البخاري لان الانبياء عليهم السلام ارجاء عند ربهم يرزقون  
 فلا مانع ان يتجوا في هذا الحال لما ثبت في صحيح مسلم من حديث  
 انس انه عليه السلام مر رأى موسى قائما في قبره يحيى - عيني البخاري  
 المجلد الرابع ص ٥٤٣

واخرج البيهقي في حياة الانبياء والاصفياني في الترغيب عن انس قال  
 قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على في يوم الجمعة  
 وليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة، سبعين من حوائج الآخرة و  
 ثلاثين من حوائج الدنيا ثم وكل الله بذلك ملكا يدخله على  
 في قبره كما يدخل عليكم الهدايا ان علي بعد موتي كطلي في الحياة  
 ولفظ البيهقي مغبرتي من صلى على باسمه فاشتبهت عندى في صحيفته  
 بيضاء -

والثاني عن انس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الانبياء

اور کہا ابو نعیم نے حلیہ میں روایت ہے یوسف بن علیہ کے کُسنائیں نے ثابت بنائی ہے حمید طویل سے کہہ رہے تھے کہ کیا تجھے معلوم ہوئے کہ انبیاء کیسوا کوئی اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے فرمایا کہ نہیں۔

اور ذکر کیا عینی بخاری نے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب سے رزق ملتا ہے پس کیا ہے کہ ہم حجت پکڑیں اس حال میں جیسا کہ ثابت ہے صحیح مسلم سے حدیث انسؓ سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے دیکھا موسیٰؑ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور کہا سیہقی نے حیات انبیاء میں اور اصفہانی نے ترغیب میں روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہؐ جو غنہ پر مجب کے دن یارات کو درود پڑھے گا پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے سو حاجت رشتہ حاجات اخیرت سے اور تیس دینا سے پھر مومل بنایا رب تعالیٰ نے اس ایک فرشتہ کو جو داخل ہوتا ہے قبر میں جیسے داخل ہوتے تم پر تحفے بیشک میرا علم بعد موت مثل علم حیات کا ہے اور لفظ سیہقی کا کہ بتایا گیا ہوں میں تجھ پر نام لیکر درود پڑھا پس موت میرے پاس سفید صحیفہ میں

اور دوسری حدیث روایت ہے انسؓ سے وہ رسول اللہؐ سے فرمایا کہ ہر محمد انبیاء

لا يتركون في قبورهم بعد اربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله  
 حتى ينفتح في الصور - حاوي الفتاوى المجلد الثاني ص ٢٤٥  
 واخرج ابو يعلى عن ابي هزيمة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 والذي نفسي بيد الله لينزلن عيسى بن مريم ثم لنن قام على قبري فقال  
 يا محمد لا جبينه -

واخرج ابن سعد في الطبقات والويعلى في دلائل النبوة عن سعيد  
 بن الصيب انه كان يلازم المسجد في ايام الهجرة والناس يقتلون  
 قال فكنت اذ احانت الصلوة اسمع اذ انا يخرج من قبل القبر  
 الشريف وايضاً اخرج ابو يعلى في دلائل النبوة ان فثبت ان  
 الانبياء والشهداء احياء ومن انكم من حياتهم فهو خارج  
 عن مذاهب الاربعة وهو ضال مضل -  
 للمؤلف

انما الرسل والشهداء اولاً يموتون  
 بل احياء عند ربهم يرزقون

بل الكفار ليس يحيى في قبورهم  
 والا بنىاء احياء في قبورهم يصلون  
 عامر القادري يوم الاحد ١٥ اكتوبر ١٩٧٦م ميلادى

بہنیں جھوڑے جاتے اپنی قبور میں چالیس رات کے بعد ولیکن وہ اللہ کیلئے نمازیں پڑھیں  
کے تاقیامت۔

اور کہا ابو یعلیٰ نے وہ راوی ہیں ابو ہریرہ سے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ قسم ہے  
اُس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے جس نے نازل کیا عیسیٰ بن مریم پھر اگر کوٹا ہو  
میری قبر پر اور کہے یا محمد البتہ میں ضرور جواب دوں گا۔

اور کہا ابن سعد نے لمبقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں روایت ہے سعید بن  
المصعب کہ وہ لازماً جایا کرتے تھے مسجد کو شدید گرمی میں اور لوگ

کہا پس جب میں تیار ہوتا نماز کیلئے سنتا میں اذان قبر کے اُٹے حصہ سے اور شہداء  
زندہ ہیں جس نے انکی حیات سے انکار کیا پس وہ خارج ہے مذاہب اربعہ سے اور  
وہ گمراہ ہے اور کو گمراہ کہنے والا ہے۔

یہ شعر مصنف کے لئے

بے شک شہداء اور رسول بہنیں مرے ہوئے

بلکہ زندہ ہیں رجب پاس سے رزق کھاتے ہوئے

ولیکن زندہ بہنیں کفار مثل نبی ہمارے

اور انبیاء زندہ ہیں قبور میں نمازیں پڑھتے ہوئے۔



## الوسيلة بالانبياء والاولياء

الوسيلة ثابتة بنص قطعي لقوله تعالى وابتغوا اليه الوسيلة -  
 لما جاءهم كتاب من عند الله صدق لما معهم وكانوا  
 من قبل يستفتون على الذين كفروا فلما جاءهم عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين -  
 ولولا انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله  
 واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما -  
 ان قلت الانبياء والاولياء ليس الوسيلة بهم عند الله  
 بل الوسيلة عند الله العمل الصالح ؟  
 قلنا

قولك بل الوسيلة العمل الصالح فاي الحجة عندك ان عملك  
 مقبول عند الله ثبتت وسيلة العمل الصالحة جائز ولكن  
 شك في قبوليته والوسيلة الانبياء ليس فيه شك ومن  
 اوشك في مقبوليتهم فقد كفر - وايضا يسئل الوسيلة الامام

## وسیلہ انبیاء و اولیاء کا

وسیلہ ثابت ہے قطعی نص سے یہ قول رب تعالیٰ کا اور طلبِ کبرِ اسکی طرف وسیلہ اور جب اُن کے طرف کتاب اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والی نذر شرت لیا ہو تو اور حق قبل ازیں طلبِ حق کرتے تھے کافروں پر پس جب اُن کے طرف نہ پہنچا نا انہوں نے بلکہ مگر ہوئے اس سے پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر۔

اور اگر یہ سوچ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے پاس آئیں پس بخشے ان کو رب تعالیٰ اور بخشش مانگے ان کیلئے رسول البتہ ضرور پائیں گے اللہ کو تو بہ قبول کرنے والا مہربان اُن تو کہے کہ انبیاء اولیا وسیلہ ہیں بلکہ وسیلہ عند اللہ عمل صالح ہے۔

### قلنا

قول تیرا کہ عمل صالح وسیلہ ہے۔ پس کیا دلیل ہے تیرے پاس کہ تیرے عمل اللہ کے ہاں مقبول ہیں پس ثابت ہوا کہ وسیلہ اعمال صالحہ کا جائز ہے لیکن اسکی مقبولیت میں شک ہے اور وسیلہ میں انبیاء کا اس میں کوئی شک نہیں اور جس شک کیا ان کی مقبولیت میں وہ کافر ہے اور اسی طرح وسیلہ پڑا امام اعظم نے

الا عظم رضى الله عنه في قييدۃ النعمان بن ثابت  
 ياسيد السادات جئتكم قاصدا - ارجو رضاك واحتق  
 بحاجتي . قصيدة النعمان ومجموعه قصائد ص ٣١ مطبوعه ميثاقى دہى  
 وايضا قال امام شرف الدين بوصيرى<sup>(١)</sup> في قييدۃ البردة  
 يا اكرم الخلق مالى من الوذيع - سواك عند حلول الحادث العظيم  
 وايضا قال مولا ناجا مئى المصنف لشرح جامى فى نظمنا  
 زمجورى برادر جان عالم - ترحم يا بنى الله ترحم  
 نه آخر حرمۃ للعالمينى - زمجوراس چراغانل نشينى (زليط)  
 وقال مولا فاشاه عبد العزيز محدث الديلى فى تفسير  
 عزيزى پاره عمر سورة والضئى

يا صاحب الجمال ياسيد البشر  
 من وجهك المنير لقد نور القمر  
 لا يمكن الشاء كما كان حقہ  
 بعد از خدای ہذا رب توئى قصہ مختصر  
 وايضا قال رئيس المخلصين مولوى اشرف على التهانوى

(١) محمد البوصيرى توفى سنة ٦٩٥ هـ. [١٢٩٥ م.] فى مصر

(٢) عبد الرحمن الجامي توفى سنة ٨٩٨ هـ. [١٤٩٢ م.] فى هرات

قصیدہ نعمان میں کہ اے سرداروں کے سردار آیا ہوں ترے پاس قاصد۔ اُمید رکھتا ہوں  
 تیری رضا جوئی کی اور حمایت کر ساتھ حمایت لہنی کی۔  
 اور اسی طرح کہا امام بو صیرؒ نے قصیدہ بردہ میں۔ اے مہربان اخلاق والے اپنے سوا میرا  
 کوئی ہمیں مصیبتوں کے وقت جسکی پناہ لوں۔

اور اسی طرح کہا مولانا جامیؒ نے جو شرح جامی کے مصنف ہیں زلیخا میں  
 جدائے عالم کی جان نکل رہی ہے یا رسول اللہ رحم فرمائیے کیا آپ رحمتہ للعالمین ہیں ہیں پھر  
 ہم مجبوروں سے کیوں نارغ ہو بیٹھے۔

اور کہا مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر غزیری میں  
 اے صاحب جمال والے اور اے بشر کے سردار آپ کے چہرہ مبارک سے چاند منور ہے بہتیں ممکن  
 تعریف بہتاری جیسا کہ حق ہے مختصر یہی ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات بزرگ ہے  
 اور اسی طرح کہا فی الفیجے سردار مولوی اشرف علی تھانویؒ نے

يا شفيع العباد خذ بيدي أنت في الاضطرار معتدي  
 نشر الطيب مطبوعه تاج كينى ص ١٩٢ حواله بر ١٢٣ تاج  
 فتوى درجوان التوسل بالانبياء والاولياء عند الوفاة  
 عندنا وعند مشايخنا يجوز التوسل في الدعاء من الانبياء  
 والاولياء والشهداء والصالحين عند حياتهم وعند  
 بعد وفاتهم بهذا اللفظ اللهم يسئل بوسيلة فلان  
 ويقول كذا الكلمات شيخ مولوى محمد اسحاق محدث دهرى ثم  
 المكوى وفتاوى رشيدية جلد اول ص ٩  
 اللهم انصرنا عليهم بالنبى المبعوث في اخر الزمان نجد  
 صفته في التوراة وهذه الكلا ميفتحون اليهود الوسيلة  
 بجاه النبى الكريم كما في معالم التنزيل والتخارن و  
 تفسير الكبير وتفسير مظهرى لقاضى شفاء الله باني بتي ص ١٩٤  
 وتفسير جمل المجلد الاول ص ٧٧ مطبوعه مصر  
 وعن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب انا لكنا نتوسل  
 اليك بيننا عليه السلام فاستقينا وانا نتوسل اليك بعمر النبى

(١) محمد اسحاق بن افضل بن عبد العزيز الدهلوي النجدي توفي سنة ١٢٦٢ هـ. [١٨٤٥ م.]

(٢) ثناء الله بانتهى خليفه مظهر جانجانان توفي سنة ١٢٢٥ هـ. [١٨١٠ م.] في بانى پت هندو سيد مظهر

جانجانان استشهد سنة ١١٩٥ هـ. [١٧٨١ م.] في دلهى

اے شفاعت کرنے والے بندوں کے میرا ہاتھ پکڑ لیجئے اس لیے کہ تو میرا آپ پر اعتماد ہے مصائب میں فتویٰ جواز توسل میں انبیاء و اولیاء کیساتھ و باہم کے نزدیک۔ ہم اور ہمارے علماء توسل کو دعاؤں میں جائز سمجھتے ہیں اولیاء انبیاء و شہداء اور صالحین کا انکی حیات میں اور بعد وفات میں ان الفاظ سے لے اللہ تجھے سوال کرتا ہوں بحق فلاں کے اور اس جیسے اور کلمات کہتے۔

اے اللہ مددگار ہو ہمارا نبیؐ سے جو مبعوث ہو گئے آخر زمانہ میں نعت انکی ہم توراۃ میں پائی اس کلام سے یہود و سید کہتے تھے ساتھ بزرگی نبی علیہ السلام کے جیسا کہ معالم التنزیل اور خازن میں اور تفسیر کبیر میں

اور روایت ہے انس بن مالک سے کہ عمر بن الخطاب ہم توسل کرتے تھے تیری طرف نبی علیہ السلام سے پس تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم توسل کرتے ہیں تیری طرف نبی علیہ السلام سے

فاسقنا قال فيسقون رواه البخاري ص ١٣٤ والمشتوة في  
باب صلوة الاستسقاء -

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
لما اعترف ابي مرعيه السلام بالخطيئة قال يا رب اسئلك  
بحق محمد لما غفرت لي فقال الله يا ادم كيف عرفت محمدا  
ان فقال الله تعالى اذ سئلتني بحقه فقد غفرت لك ولولا  
محمد ما خلقتك - شفاء السقام <sup>(١)</sup> ص ١٤٢، ١٤١

وقال شاه عبد العزيز <sup>(٢)</sup> حدثنا ابو بلوي - انا المریدی  
جامع الشتاتة اخا ما سطا جوار الزمان ينكبتة وان كنت  
في ضيق وكرب ووحشة فناد بيا زروق آت بسرعة  
بستان الحد ثين ص ٣٥ وأردو ص ٢٠٦

ومن انكر التوسل به بلحد هذين المعنيين فهو كافر مرتد  
ليستاب فان تاب والا قتل مرتدا - التوسل والوسيلة ص ١٣٩ بمرو  
واما دما زك وشفاعته وانتفاع المسلمين بذلك فمن انكره  
فهو ايضا كافر - التوسل والوسيلة ص ١٣٩ مطبوعه بيروت لبنان

(١) مؤلف شفاء السقام ابو الحسن علي السبكي توفي سنة ٧٥٦ هـ - [١٣٥٥ م.] في القاهرة

(٢) شاه عبد العزيز دهلوي ابن شاه ولي الله دهلوي توفي سنة ١٢٣٩ هـ - [١٨٢٤ م.] في دلهي

پس برساہم پرپس برسی بارش -  
روایت ہے عمر بن الخطابؓ سے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جب سرزد ہوئی خطا آدم علیہ السلام سے کہ  
اے رب سوال کرتا ہوں تجھ سے بوسیلہ محمدؐ کے بخشہ سے مجھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدمؑ یہ  
جانتا ہے تو محمدؐ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو تجھ سے محمدؐ کی وسید سے مانگتا ہے  
تو پیش تجھے بخش دیا۔

اور کہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے میں اپنے مرید کا اس کی پرائندلوں میں جامع ہوں  
جبکہ جو زمانہ ستمیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے گا اگر تو تنگی اور سختی میں ہو تو یارِ رزق  
کہہ کر تجھے پکڑے میں جلدی آؤں گا

اور جس انکار کیا تو سل کا ان معنی سے پس وہ کافر و مرتد ہے تو بے گھر و در نہ قتل ہو گھر نہ

اور وہ جو دعا ہے اور شفاعت ہے آپؐ کی اور نفع پہنچانا مسلمانوں کو آپؐ کے ساتھ ہیں جس  
انکار کیا اس سے پس وہ اسی طرح کافر ہے۔



## استفتاء

أخذ الاجرة بلا شرط على تعليم القرآن جائز ام لا  
بينوا وتوجروا؟

الجواب بعون الملك الوهاب

أخذ الاجرة بلا شرط على تعليم القرآن جائز في زماننا  
كما في كتب الفقهاء - والمفتي اليوم بصحتها لان المنع في  
ذلك الزمان لرغبة الناس في التعليم وحسبه ومروءة  
المتعلمين في مجازات الاحسان بالا ستحسان بلا شرط  
في زماننا - شرح الياس المجلد الثالث ص ١١٢٣  
وبعض مشايخنا استحسنوا الاستجار على تعليم القرآن اليوم  
لانهم ظهروا التواني في الامور الدينية ففي الامتناع يضيع حفظ  
القرآن وعليه الفتوى - هداية جلد الثالث ص ٣٠٣  
وقال في البريقة شرح الطريقة المحمدية ان المربيين عقد ولا  
شرط فقر الروح الميت رضا الله تعالى فاعطاه قريب  
الميت شيئاً من المال فجائز - البريقة ص  
وسجوز لا يستجار على القراءة والدعاء حاوي الفتاوى ص ١٩٧ مطبوعه

فتویٰ

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا جائز ہے یا نہیں بنیواؤ توجروا ؟

جواب

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ کتب فقہاء میں اور فتویٰ اسکے جمع ہونے پر ہے اس لیے کہ منہ اس زمانہ میں واسطے رغبت لوگوں کے تعلیم میں از روئے حبت اور کسان متعلمین کیلئے ہاں احسان بالا احسان بعین شرط کے جائز ہے ۔

اور علماء ہمارے مستحسن چاہنا اُجرت تعلیم قرآن پر آج کل اس لیے کہ ظاہر ہو اپانا امور دینیہ میں پس اسکے منع کرنے سے ضلح ہوتا ہے حفاظت قرآن کی اداسی پر فتویٰ ہے ۔

اور کبار بر لفظ شرح طریقہ فقہیہ میں جب کہ نہ ہو عقدا و شرط پس پڑھا جائے بیت کی روح کیلئے احمد کی رضا کی خاطر پس د قریب میت سے شتم مال ہے پس جائز ہے ۔

اور جائز ہے اُجرت قرمت اور دعا پر ۔

وہجوز الا ستجار علی تعلیم القرآن وقرءة القرآن عند القبر  
عالمکرمی تعلیم اللغة والادب ص ۲۷۲ جلد خامس .  
فتبت ان الاستجار علی تعلیم القرآن جائز فی زماننا کما اختاره  
علماء المتأخرین .

مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل صاحب المتوی ومولانا عبد السمان القادری  
ومولانا عامر القادری ہواصحیح الجیب المصیب مولانا محمد یعقوب قادری  
الغیب العطائی للنبی علیہ السلام  
تعریف ما غاب عن العباد  
اثبات بالآیات - قوله تعالى فلا یظهر علی غیبه احد الا  
من ارتضى من رسول ۲۹ الجن  
وما هو علی الغیب بضین ای ما هو الخیل علی الغیب  
فان الله لا یخفی الغیب علی النبی علیہ السلام بل یرطاهو  
علیہ جمیع المخیبات  
فان قلت النبی علیہ السلام لیس العالم بغیب لقوله تعالى  
وعنده مفاتیح الغیب لا یعلم الا هو - قل لا یعلم الغیب الا الله

اور جائز ہے اجرت تعلیم قرآن پر اور پڑھنا قرآن کا قبر کے نزدیک  
پس ثابت ہوا کہ اجرت تعلیم قرآن پر ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ علماء متاخرین  
نے مختار کیا ہے۔

## غیب عطائی للہی علیہ السلام

تعریف جو غائب ہوا آدمیوں سے  
یہ قول رب تعالیٰ کا پس ہمیں ظاہر کرتا ہے غیب کو کسی پر مگر جس رسول پر رافعی  
ہو جائے۔

اور ہمیں وہ غیب بتانے میں بخیل پس اللہ تعالیٰ ہمیں پوشیدہ کرتا غیب کو  
بلکہ ظاہر کرتا ہے تمام مغیبات کو آپ پر

پس اگر کوئی کہے کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب ہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور اس کے ہاں  
غیب کی کنجیاں ہیں ہمیں جانتا کہ اسی سے مگر وہی۔ فرما دو ہمیں جانتا کہ غیب

ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدرى  
نفس ما تكسب عند او ما تدرى نفس باي ارض تموت ان الله عليم خبير  
قلنا

يعطى الغيب للنبي عليهما السلام كما قال الله تعالى ذلك من  
انباء الغيب نوحيه اليك وقال قاضى عياض فالنبوة في لغة من  
همز ما مخوفة من النبأ وهو الخبر والمعنى ان الله تعالى اطلع على غيبهم  
شفا شريف المجلد الاول ١٤١-١٤٢

وقال الله تعالى وما كان الله ليعلمكم على الغيب ولكن الله يجتبي  
من رسله من يشاء فآمنوا بالله ورسوله وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر  
عظيم - وقال الشاعر - تودانائى ما كان وما يكون  
مكرب خبري خبري ويكفني -

اي يا رسول الله ان الله تعالى يعطى لك الغيب ولكن الوهابية لا ينظرون  
الى غيبك -

وقال حسين احمد الديوبندى للنبوة علم للثلاثة وعلم التقدير وعلم  
احوال الساعة وعلم الحشر والنشر وعلم الجنة والنار وعلم الحلال والحرام

مولے اللہ کے اور اللہ کے نزدیک علم ہے قیامت کا اور نزول بارش کا اور جانتا  
ہے ارحام میں سب کچھ اور سبیش جانتا کوئی کس نہن پر مرے گا اللہ تعالیٰ عالم ہے بہرے  
قلنا

سہ بنی علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ غیب کی خبریں ہیں  
ہم نے آپ کی طرف وحی کیں اور کہا قاضی عیاضؒ نے پس نبوت لغت میں ہر  
ماخوذ سے نبیا اور خبر ہے اور معنی یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا آپ پر غیب کو  
اور یہ قول رب تعالیٰ کا اور ہمیشہ رب تعالیٰ کہ اطلاع دے تم کو غیب پر و لیکن اللہ جس رسول کو  
چن لے پس ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر اگر تم ایمان لائے اور دوسے پس تمہارا جائے  
اجر عظیم ہے

شعر کا مطلب - ایچ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا و لیکن وہاں  
آپ غیب کو ہمیشہ دیکھتے۔

اور کہا حسین احمد مدنی محدث بوندی نے نبوت پہلے خدا کا علم تقدیر کا علم اور قیامت کا  
علم حشر و نشر کا علم حشر و دوزخ کا علم حلال و حرام کا علم۔

الشهاب لتأقّب صلات

من استوعب على النبي صلى الله عليه وسلم اواهاته فقد كفر كما في خلاصة الفنازي  
في بيان الفاظ وكلمة الكفر-

والوهابيه يقولون واما الغيب للنبي عليه السلام مفعالم عليه زيد وعمر  
الحياء بالله-

علم ما في الاحكام للنبي عليه السلام

اخرج الخطيب<sup>(١)</sup> وابو نعيم في الدلائل عن ابن عباس قل حدثني ام الفضل  
قال مررت بالنبي عليه السلام فقال انك حامل بخله من الطبراني في الكبير  
وقال السيوطي مستد حسن صحيح كما في جامع الكبير-

علم ما في ارض تمتوت

وفي صحيح مسلم عن انس<sup>(٢)</sup> بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس  
فانطلقوا حتى تزلوا بدرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بهذا مصرع  
فلان ويضع يده على الارض ههنا وههنا فقال فما ما طراي ما زال) و  
ما تجاوز احداهم عن موضع يده رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي حديثه  
عن امير المؤمنين عمر<sup>(٣)</sup> والذي بعثه بالحق ما اخطوا الحدود التي حد رسول الله صلى الله عليه وسلم  
رواه مسلم

(١) الخطيب البغدادي احمد الشافعي توفي سنة ٤٦٣ هـ. [١٠٧١ م.] في بغداد

(٢) مسلم النيشابوري الشافعي توفي سنة ٢٦١ هـ. [٨٧٥ م.] في نيشابور

جس نے بنی علیہ السلام کی عیب جوئی کی اور امانت کی پس تحقیق وہ کافر ہے کما فی خلاصۃ النفا  
 بیان الفاظ کفر اور کلمہ کفر میں ہے۔  
 اور وہاں یہ کہتے ہیں کہ غیب بنی علیہ السلام جیسا زبرد و عمر کیلئے بھی ہے۔ نعوذ باللہ

## ما فی الارحام کا علم

کہا خطیب نے اور ابو نعیم نے دلائل کے اندر روایت ہے ابن عباسؓ کہا کہ بتایا مجھے ام الفضل  
 کہ سچائی میں بنی علیہ السلام پر پس فرمایا آپ نے بیحد کو حاملہ ہے لڑکے پر

## علم کہ کونسی جگہ مرے گا

اور صحیح مسلم میں ہے روایت ہے انسؓ سے  
 یہاں تک کہ پہنچے بد کو پس فرمایا بنی علیہ السلام نے کہ یہ فلان کی سڑکی چلتا ہے  
 اوسا تھو رکھا اپنا زمین پر جبہ جبہ پورا وہی کہتے ہیں کہ ہمیں ہوئی تبدیل جگہ کسی کی جہاں  
 آپ نے مقرر رکھا تھا اور ایک حدیث میں روایت ہے امیر المؤمنینؓ عمرؓ نے کہ قسم ہے جس نے  
 میرا آپ کو حق چہرہ ہمیں خطا ہوتی حدیں وہ جو حد رکھی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے



## علم وينزل الغيث

أخرج البيهقي عن ابن عباس قال أصابتنا سحابة فخرج علينا النبي فقال إن ملكاً مؤملاً بالسحاب دخل عليّ أنفاً فسلم عليّ وأخبرني أن يسوق السماء إلينا ونحن باليمن يقال له ضريح فجاءنا الرب بعد ذلك فسألناه عن السحابة فأخبرناهم مطروا في ذلك اليوم قل البيهقي وله شاهد مرسل عن بكر بن عبد الله المزني أن النبي عليه السلام أخبرنا عن ما نك السحاب أنه يجيئ من بلد كذا أو أنهم مطروا اليوم كذا أو أنه

صلى الله عليه وسلم - الدولة المكية - وما تدرى نفس ما في اكتسب علماً

وفي الصحيحين عن سهل بن سعد في حديث خير قوله صلى الله عليه وسلم لا أعطين هذه الراية عند رجل لا يفقه الله على يده يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله فأعطاهما علياً. فثبت أنه عليه السلام ثم إن يقول موكداً باللام والنون فقد علم - الدولة المكية - لا محمد رضا خان بريلوي<sup>[١]</sup>

(١) أحد رضا خان البريلوي توفي سنة ١٣٤٠ هـ. [١٩٢١ م.]

## علم بارش کا

روایت کی ابن عباس سے پہنچتی ہے کہ پہنچا ہمیں بادل پس نعلی ہم پر بنی علیہ السلام پس آیا کہ بادل کا فرشتہ میرا پاس آیا اور مجھ پر سلام کیا اور مجھے بتایا کہ بارش ہوگی وادی ہمیں میں جسے خریش کہتے ہیں پس آیا ایک مسافر سوار اس کے بعد پس ہم نے بادل کا پوچھا پس بتایا کہ یہ بارش کرینگے اسی دن میں لفظ بہیجی کا کہ اُس واسطے شاہد مرسِل تھا۔ روایت ہے بکر بن عبد اللہ المزنی سے کہ تحقیق بنی علیہ السلام نے ہم کو بتایا بادل کے فرشتہ سے کہ یہ آئے فلان شہر کو اور اس دن بارش کرینگے۔

## علم کہ صبح کوئی کیا کرے گا۔

اور صحیحین میں ہے روایت سہیل بن سعد سے حدیث خبر میں کہ یہ قول آپ کا کہ البتہ ضرور دوں گا یہ جھنڈا جمع اُس آدمی کو جس کے ہاتھوں اللہ فتح دے گا جسے نبوب رکھتا ہے اللہ اور رسول اُس کا اور وہ جنت رکھتا ہے اللہ و رسول کے ساتھ پس دیا وہ جھنڈا اعلیٰ کو پس ثابت ہوا بنی علیہ السلام فرما رہے تھے ساتھ لام اور فون تاکید کے ساتھ پس تحقیق اُن کو علم تھا۔

قول غوث أعظم رضى الله تعالى عنه  
وقد ذكر شاه عبد العزيز محدث الديوبندى في تفسير فتح العزيز  
والإطلاع على اللوح المحفوظ بمطالعة النقوش أيضاً منقول  
عن بعض الأولياء الله تعالى - كما قال سيدنا غوث أعظم  
عينى فى اللوح المحفوظ قال الامام القسطلانى فى ارشاد السارى  
شرح بخارى ولا يعلم متى تقوم الساعة احدا الا الله والا  
من ارتضى من رسول فانه يطلع على ما يشاء من غيبه  
والولى تابع له ياخذ عنه -

وقال العلامة حسن بن المدائني فى حاشية فتح المبين و  
فى شروح الاربعين للنووى، جمع الله تعالى لم يقبض روح  
نبيا عليه الصلوة والسلام حتى اطلع على كل ما بهمة عنه  
الا انه امر بكنم بعض والا على من يعصى - انتهى -  
وقال ابراهيم باجورى<sup>(١)</sup> فى شرح قصيدة البردة - انه لم  
يخرج النبى عليه السلام من الدنيا الا بعد ان علمه الله  
تعالى بهذالك مور (اعنى النفس)

(١) ابراهيم الباجورى المصرى الشافعى توفى سنة ١٢٧٦ هـ. [١٨٥٩ م.]

## ارشاد غوث اعظمؒ کا

اور تحقیق ذکر کیا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر فتح العزیز میں کہ اطلاع لوح محفوظ پر بحالہ نقوش کے اسی طرح منقول ہے بعض اولیاء اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ فرمایا سیدنا غوث اعظمؒ نے میری آنکھیں لوح محفوظ پر ہیں امام قسطلانی نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں اور بہتیں جانتا کوئی کہ کب قیامت قائم ہوگی سوائے اللہ کے مگر جس رسول پر اللہ رافعی ہو جائے پس وہ مطلع کرتا ہے اُسے جس پر چاہے عیب سے اور ولی تالیخ ہے نبی کو اُس سے لیتا ہے۔ اور کہا علامہ حسن بن دلابنی نے حاشیہ فتح المبین اور شرح ربیعین نووی میں اجماع ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی حتیٰ کہ مطلع کیا آپ کو تمام پر اُس سے مگر کہ آپ مامور ہیں پوشیدہ کرنے پر اُسے بعض پر اور بتانے بعض پر۔

اور کہا ابراہیم بن ہجورؒ نے شرح قصیدہ بُردہ میں کہ نبی علیہ السلام نہیں لئے دُنیا سے مگر بعدِ کلمہ دیا آپ کو امور خمسہ کا۔

شفاعة النبي عليه السلام للمؤمنين  
ثبت بنص قطعي لا ريب فيه لقوله تعالى : يومئذ لا  
تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضي له قولا  
سورة طه -

وفي هذه عقيدة الوهابية ايضا فيه ليس احد بشايع من  
النبي والولي ومن اعتقد انهما شفيع هو مشرك كابو جهل  
تقوية الايمان ص  
ثم قلنا قوله تعالى ولا تنفع الشفاعة عند الله الا لمن اذن  
له سره با وقوله تعالى ما من شفيع الا من بعد اذنه  
سورة يونس -

واما السنة فاروى عن عثمان يشفع يوم القيمة ثلاثة  
الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء - جامع صغير ص ٢٧  
شفاعتي لاهل الكباثر من امتي مشوة ص ١٧٢  
شفاعتي لاهل الذنوب من امتي جامع صغير ص ٣٣ - ٢

ثبت ان الانبياء والاولياء شفيع للمذنبين يوم  
القيمة ومن انكر من الشفاعة كالوهابية فالنبي  
لا يشفع له والوهابية حرم عليهم الشفاعة كما في  
فتح الباري من حذب بالشفاعة فلا نصيب فيها  
فتح الباري ص ١٩٠ ٢٧

شافع ہوتا بنی علیہ السلام کا مومنوں کیلئے ۔  
 شفاعت نص قطعی سے ثابت ہے آسمیں کوئی شک نہیں واسطے قول رب تعالیٰ اُس دن  
 نفع زدوی گی شفاعت مگر کہ جسے اذن دے رب تعالیٰ اور راضی ہو اس پر  
 اور اس جگہ میں دبا بیہ کا عقیدہ ہے کہ کوئی نبی ولی شفاعت نہیں کر سکتا اور جس نے اُن کو شفیع  
 اعتقاد کیا وہ البوجہل جیسا مشرک ہے

پھر ہم کہتے ہیں کہ فرمان رب تعالیٰ کا اور اسکے نزدیک شفاعت نفع نہیں دیتی مگر جسے حکم دے  
 اور یہ قول رب تعالیٰ کا کوئی شفیع نہیں مگر اُس کے حکم کے بعد

اور حریت پس جو روایت ہے عثمان سے شفاعت کرئیے قیامت کے دن تین انبیاء  
 علماء شہداء ۔

میری شفاعت بڑے بُنہکاران اُمت کیلئے ۔

وقال الا ما مالا عظم شفاعته الا بنياء حق و  
 شفاعته بنياء عليه الصلوة والسلام من المؤمنين  
 المذنبين ولا هل الكبار منهم المستوجبين للعقاب  
 حق ثابت يشرح عقائد ص ٨٧ وفقه أكبر ص ٢  
 ما تكار شفاعت برعت وضللت است چنانكه فواج و بعض  
 معتزله بران رفتند - اشعة اللمعات شرح مشوة جلد الرابع ص ٢٢٨  
 و شفاعت الاولياء ايضا ثابت با حاديث كثيرة  
 فمن الاول - عن ابن عباس قال النبي عليه الصلوة  
 والسلام سيكون في امتي رجل يقال له اويس بن عبد الله  
 القرني وان شفاعته في امتي مثل ربعة ومض جامع الصغير ص ٣٢  
 فان قلت الولي ليس بشافع يوم القيمة  
 قلنا

الولي تابع للنبي فكيف شفاعته الاولياء لا ينتفع للمذنبين  
 لما ذكرنا - والولي كان عالما - ان كان الولي ليس بعالم  
 فهو ليس بولي -

ولنعقل ان شفاعته بنياء صلى الله عليه وسلم وجميع الانبياء  
 والصالحين حق ولكن بعد اذن الله للشافع -  
 قواعد الاربعة ص ٢١ مطبوعه بيروت

پس ثابت ہوا کہ انبیاء اولیاء شافع ہو گئے مومنین کیلئے قیامت کے دن۔ اور جس نے انکار کیا شفاعت سے جیسے وہابیہ کے سپس بنی علیہ السلام اُس کیلئے شفاعت نہیں کر پئے۔ اور وہابیہ پر شفاعت حرام ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے جس نے شفاعت کو چھڑا یا اُس کیلئے اُس کوئی حصہ نہیں۔

اور کہا امام اعظم نے شفاعت ایسا کی حق ہے اور شفاعت بنی علیہ السلام کی مومن بیکاروں کیلئے اور بڑوں کیلئے جو مستوجب ہیں عذاب کے حق ہے ثابت ہے۔ اور انکار شفاعت بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

اور شفاعت اولیاء اللہ کی بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا بنی علیہ السلام نے عنقریب مہری اُمت میں ایک ادیس بن عبد اللہ قرنی نامی شخص ہوگا۔

اور اُسکی شفاعت مہری اُمت میں مثل ربیعہ و مفر کی ہوگی۔

اگر تو کہے کہ ولی دن قیامت کے شیعہ نہیں ہو سکتا

قلنا

ولی تابع ہوتا ہے نبی کے پس کیونکر اولیاء کی شفاعت گنہگار مومنین کو نہ ہوگی جیسے ہم نے ذکر کیا ہے اور ولی ہوتا ہے عالم۔ اگر ولی عالم نہ ہو تو وہ دیکھا ہی نہیں۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ شفاعت بنی علیہ السلام کی اور تمام انبیاء کی حق ہے۔ ولیکن اعدائے اذن کے بعد۔



ايصال الثواب للاموات  
هي ثابتة بدليل قطعي وقد تواترت به الاخبار ان كان  
بالدعاء والمال  
قوله تعالى وصل عليهم ان صلاتك مسكن لهم <sup>التوبة ٢٠</sup>  
واستغفر لذنوبك وللمؤمنين والمؤمنات <sup>سورة نوح ٢٣</sup>  
والملائكة يستغفرون بحمد ربهم ويستغفرون لمن في الارض <sup>شورى ٢٦</sup>  
واما السنة فما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم عن جابر  
قال شهد مع رسول الله الا محض في الصلابة فلما قضى خطبة نزل  
من منبره واتى بكبش فذبحه رسول الله بيده وقال بسم الله  
الله اكبر هذا عني وعن لم يضح من امتي رواه ابو داود بن العبد  
عن ابي هريرة اذا مات الانسان انقطعت عمله الا من ثلث صدقة  
جارية او علم ينفع به او ولد صالح يدعو له <sup>جامع المغيرة ٢٩</sup>  
وفي دعاء الاحياء للاموات وصدقهم عنهم نفع لهم خلافا  
للمعتزلة شرح عقائد نسفي <sup>١</sup> ص ٣٣ الخطاوى ص ٢٣١ شرح القارى للفقير <sup>١٥٥</sup>  
وفتح القدير <sup>١٢</sup> المجلد الاول ص ٦٤ -

(١) شارح العقائد النسفي سعد الدين مسعود التفازاني توفي سنة ٧٩٢ هـ. [١٣٨٩ م.] في سمرقند

(٢) مؤلف فتح القدير كمال الدين محمد ابن همام توفي سنة ٨٦١ هـ. [١٤٥٦ م.]

## مُردوں کیلئے ایصالِ ثواب

یہ ثابت ہے دلیل قطعی سے اور اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اگرچہ ہر  
ساتھ مال کے اور دعا کے۔

یہ قول رب تعالیٰ کا اور دعا بھی جو ان پر تحقیق آپ کی دعا ان کیلئے تسکین ہے۔  
اور بخشش مانگیں آپ گنہگار مومنوں اور مومنات کیلئے  
اور ملنگہ سبج کرتے ہیں ساتھ حمد اپنی رب کے اور زمین والوں کیلئے بخشش مانگتے ہیں۔  
اور حدیث جو ہے بنی علیہ السلام کی روایت ہے جابر سے کہا کہ حاضر تھے ہم ساتھ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عید الفطر میں عید گاہ میں جب آپ خطبہ پڑھنے لگے  
ہوئے اترے مہر سے لایا گیا ایک گوسفند پس ذبح کیا اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر یہ میری قربانی اور جو میری اُمت سے ہیں کر سکتا اسکیلے  
کے ہے۔

روایت ہے ابو ہریرہؓ سے جو وقت فوت ہوا انسان منقطع ہو نہیں عمل اُسکے سوائے تن کے  
صدقہ جاریہ۔ اور علم کہ نفع حاصل کرے اُس سے یا کچھ صالح کر دے اُس کیلئے۔  
اور دعا کرنا زندوں کا اور صدقہ دینا مردوں کیلئے نفع ہے اُن کے لیے خلاف ثابت  
ہے معتزکہ کیلئے۔

اور شرح بخاری میں ہے کہ صدقہ تافلہ مٹانے والا ہے بہت گناہوں کو جو داخل کرتے ہیں  
دوزخ میں۔

آزاد کیا اگر غلام تو ثواب میت کو ہر گاہ اور اسی طرح صدقات اور دعوات ماں

وفي شرح البخاري القسطلاني - الصدقة النافلة مما حقه لكثير  
 من الذنوب المدخلة النار كتاب العلم <sup>١٩٠</sup> ص ١٩٠ فتح القدير <sup>٢٠٧</sup> ص ٢٠٧  
 اعتق عبدة عن أبيه فالاجر للميت ان شاء الله تعالى و  
 كذا الصدقات والدعوات لا بويه وكل مؤمن يكون  
 الاجر لهم من غير ان ينقص من اجره بن شئ على الصحيح  
 من مذهب جمهور العلماء - در مختار - شامى <sup>٧٩</sup> ص ٧٩  
 ويستحب ان يتصدق على الميت بعد الدفن الى سبعة ايام  
 كل يوم بشئ ما تيسر طحاوى كتاب الجنائز <sup>٣٦٣</sup> ص ٣٦٣ اشعة اللمعات <sup>٤٣٢</sup> ص ٤٣٢  
 برهنة ١ ص ٣٦٣ شامى جناز ص ٤٣٠ فتح القدير <sup>٣٦٥</sup> ص ٣٦٥ كبرى <sup>٤٥١</sup> ص ٤٥١  
 الخيافة منوع عند اهل الميت  
 وقال بعض الجاهل من الوهابية ان الطعام مكروه عند اهل الميت  
 الى ثلاثة ايام ؟ قلنا  
 صرح الفقهاء ان الطعام مكروه عند اهل الميت هو الخيافة كما  
 في خلاصة الفتاوى - لا يباح اتخاذ الخيافة عند ثلاثة ايام  
 خلاصة الفتاوى جلد ثانى ص ٥٣٨ تارخاينة والهندية جداول ص ٢٣٥

ويكره اتخاذ النياقة من اهل الميت - فتح القدير جلد اول ص ٣٠٢  
 بكبرى الجنائز ص ٤٥٤ و شامى ص ٦٠٣ جنايز  
 وبعض الجاهل من الوهابية والنجيرية ان اتخاذ الطعام في  
 اهل الميت منعه مطلقا بدليلهم وهو الحديث روى عن جرير  
 بن عبد الله قال كنا نعد وفي رواية ترى الاجتماع الى اهل الميت  
 وصنعهم الطعام من النياحة رواه احمد وكبرى ص ٤٥٤  
 تكلنا

ان الفقهاء رحمهم الله تعالى صرح ان هذا الحديث في حق النياقة  
 قط - ويكره اتخاذ النياقة من اهل الميت لانه شرع في السور  
 لا في الحزن وقالوا هي بدعة مستقيمة لما روى امام احمد عن  
 جرير بن عبد الله الحديث - بكبرى ص ٤٥٤ و شامى جلد اول ص ٦٠٣  
 فثبت جواز اتيصال الثواب فيايرها الوهابية كلوا باسم الله لان  
 اتيصال الثواب سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم

عامر القادري غلام از غلامان مصطفیٰ وعبد المصطفیٰ ١٤٧٤ھ = ١٣٩٦ھ  
 دارالعلوم قادريہ سبھانپور ڈرگ کالونی ٥٥ راجی ٢٥ پاکستان

## فہرہ العقائد الصحیحة

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	خطبہ الكتاب	۴۷	مسئلہ البشریتہ لرسول اللہ صلعم
۲	دیباچہ کتاب ہذا	۵۰	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت
۳	خطبہ الامام الغزالی	۵۲	مسئلہ التعظیم لغير اللہ تعالیٰ
۴	الامت غزالی رحمہ اللہ کا مضمون		غیر اللہ کی تعظیم
۵	التزویہ للہ تعالیٰ	۵۴	مسئلہ سماع الموتی
۶	خدا تعالیٰ کے تقدس کا بیان		مردوں کا سنا
۸	الحیوۃ و النقاۃ لہ تعالیٰ	۵۹	مسئلہ التوسل عند اللہ تعالیٰ
۹	خدا کی زندگی اور قوت کا بیان		بارگاہ الہی میں وسیلہ لانا
۱۰	العلم	۶۱	مسئلہ نداء الغائب
۱۱	خدا کے علم اور خدا کے معلومات کا بیان		غائب کو بلانا
۱۲	الارادۃ والسمع والبصر	۶۳	مسئلہ نزول رقبہ قیوم الصلحاء
۱۳	خدا کے ارادوں، قوت شنیدنی اور بینائی کا بیان		صالحین کے مقبروں کی زیارت
۱۴	الکلام	۶۹	مسئلہ الشفاعۃ للنبی صلعم
۱۵	خدا کے کلام کا بیان		نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا
۱۶	الافعال	۷۱	مسئلہ امر اس المشائخ
۱۷	افعال خداوندی کا بیان		فرزات اولیاء اللہ پر عرس
۱۸	الکلمۃ الثانیہ	۷۳	مسئلہ تصویر علیہ الصلوۃ والسلام
۱۹	دوسری فصل		نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال آجانا
۲۰	قال المؤلف	۷۵	مسئلہ اللفظۃ السید مع اسمہ
۲۱	مقولہ مصنف		نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کا تلفظ
۲۲	افتراق الامۃ علی ثلاث وسبعین فرقہ	۷۷	مسئلہ اشتراک الخیر مع اللہ تعالیٰ
۲۳	ذمت محمدیہ کا ۳۷ فرقے بننا		خدا سے کسی مخلوق کو شریک کرنا
۲۴	الحقیقۃ والمجانس	۷۹	مسئلہ اھکل الذنب
۲۵	قرآن مجید میں حقیقۃ و مجاز کا بیان		معاذ اللہ خدا کا جھوٹا ہونا
۲۶	مسئلہ علم الغیب للنبی صلعم	۸۱	مسئلہ الاستسناد
۲۷	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کا حال ہونا		دنیا و اللہ سے امداد طلب کرنا
۲۸	مسئلہ ایصال الثواب لارواح الموتی	۸۳	مسئلہ تسمیۃ الاولاد
۲۹	میت کو ثواب پہنچانا		بچوں کا نام انبیاء و اولیاء سے سب کرنا

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام  
على نبیہ ورسولہ المصطفیٰ وعلى  
آلہ واصحابہ البررة النقی

آما بعد فیقول العبد الضعیف  
محمد حسن جان الفاروقی الحنفی  
القی مرأیت فی هذا الزمان اختلافا  
کثیرا بین الخفیة والوهابیة  
فی العقائد حتی فی الإلهیات و  
الرسالة ومسائل الشریعة  
المتعلقة بالعقائد وانجرخت  
الی تکفیر البعض بعضا وافتوت  
الامة افترا قافل حشا فاردت  
اظهار عقائد أهل السنة  
والجماعة فی جزء مر اعیال للاحتضا  
محتمبا عن ذکر اقاویلهم الا  
بقدر الضرورة راجیا حفظ  
عقائد المسلمین من الزيغ والزلل  
لسلم الله ینفع به عباده  
فاته علی ما یشاء  
قدیر و بالاجابة  
جدیر - ولیعلم انی ما  
استدل فی هذه المسألة  
بالاحادیث الشریفة و

الحمد لله وكفى - والسلام على نبیہ  
و رسوله المصطفیٰ وعلى آلہ  
واصحابہ البررة اهل النقی -  
حمد و صلوة کے بعد عبد ضعیف محمد حسن فاروقی  
خفی گزارش کرتا ہے کہ عہد حاضر میں یہاں  
اور خفیہ کے درمیان کمال اختلاف پڑا ہوا  
ہے عام عقائد میں حتی کہ الہیات میں و فہم  
رسالت میں اور ان مسائل شرعیہ میں بھی اختلاف  
ہے جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اختلاف  
اب ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ چکا ہے  
جس کی وجہ سے امت محمدیہ میں ناگفتہ بہ  
تشتت و افتراق پڑ گیا ہے اس لئے میں نے یہ  
ارادہ کر لیا ہے کہ اس مختصر سی کتاب میں  
اہل السنۃ و الجماعۃ کے عقائد مختصر طور پر  
بیان کروں۔ اور حتی الوسع مخالفین کے قول  
نقل کرنے سے کنارہ کش رہوں مگر بقدر  
ضرورت نقل بھی کروں گا اور خدا سے امید کرتا  
ہوں کہ وہ مسلمانوں کو کج روی اور غلط سے محفوظ  
رکھے کہ اس کتاب کی تھلیل سے ان کو فائدہ نہ ہوگا  
آئندہ خدا مالک ہے جو چاہے کرے اسی کی  
بارگاہ عالی میں میری درخواست منظور ہو سکتی  
ہے۔ قاضی رہے کہ میں اس رسالہ میں عمدا نہ  
احادیث شریفہ سے دلیل پیش کروں گا نہ

اقوال الامّة والعلماء الاقليل  
توقيا لما حرمهم السنّة عن  
مشر السنّة هم الشنيعة فانهم  
ان لم يوافقوا حديث بمعتقداتهم  
قالوا هذا ضعيف او موضوع  
وان استدلال بذلك الحديث  
اكا بر الامة كالغزالي والتبويطي  
وامام الحرمين<sup>[۱]</sup> والشيخ  
عبد الحق الدهلوي  
والشيخ علي القاري وامثالهم  
في كتبهم وان لم يوافقوا براسهم  
قول الامة واكا بر الذين تعرضوا  
لقدحهم وسبهم فالى الله المشتكى  
فاستمسك غالباً في توديد  
يا طيلهم بالايات القرآنية  
التى لا يأتية الباطل من بين  
يديه ولا من خلقه تنزيل من  
حكيم حميد ومع ذلك اراعى  
الانصاف في محل الاختلاف وما  
اصر على باطل وسميت الرسالة  
بالعقائد الصحيحة (واقدم ما ذكره  
الامام حجة الاسلام محمد الغزالي  
رحمه سرية في باب التوحيد  
والانتهيات والرسالة

العقائد الصحيحة

اقوال ائمہ سے اور نہ اقوال علماء اسلام سے  
مگر بقدر ضرورت پیش کرتا جاؤں گا۔ تاکلان کی  
قابل قد قیاسات شرعیہ مخالفین کی بنیادوں  
سے محفوظ رہیں کیوں کہ ان کی عادت  
ہے کہ کوئی حدیث جب ان کے خیال کے  
مطابق نہ ہو تو کلمہ دیا کرتے ہیں کہ وہ ضعیف  
ہے یا موضوع ہے اگرچہ اکا بر اسلام  
نے اس حدیث کو استدلال کے موقع پر  
پیش کیا ہو، چنانچہ جناب ائمہ غزالی، تبویطی، شیخ  
عبد الحق محدث دہلوی، اور محدث طاعلی قاری  
وغیرہم ایسے استدلال پیش کر چکے ہیں  
اور مخالفین حسب عادت ائمہ دین اور اکا بر  
اسلام کے ایسے استدلال جب دیکھتے ہیں تو  
ان کے حق میں گھٹنا کرنا شروع کر دیتے ہیں  
خدا ہی ان کو سنبھالے۔ اس لئے میں عملاً اس  
موقع پر قرآنی آیات ہی پیش کروں گا جس کی  
مخالفت ادھر ادھر سے نہیں ہو سکتی کیونکہ  
وہ خدا کے حکیم و حمید کا کلام ہے۔ علاوہ ازیں  
موضع اختلاف میں انصاف سے فیصلہ کروں گا  
اور قول باطل پر قدم نہ جماؤں گا۔ اس کے بعد  
اس رسالہ کا نام میں نے اَلْعُقَايِدُ الصَّحِيحَةُ  
رکھا ہے۔ اب سب سے پہلے میں وہ مضمون  
لفظ بلفظ پیش کرتا ہوں، جو حضرت امام حجة الاسلام  
محمد الغزالی رحمہ اللہ نے توحید الہیات اور نصب

بلفظہ من کتابہ قواعد العقائد  
 فانه في غاية المجددة فقال رحمة  
 الله عليه الحمد لله  
 المبدء المعيد الفعّال لما  
 يريد ذى العرش المجيد  
 والبطش الشديد الهادي صفوة  
 العبيد الى المنهم الرشيد و  
 المسلك السديد المنعم عليهم  
 بعد شهادة التوحيد - بحراصة  
 عقائد هم من ظلمات التشكيك  
 والتزديد - السالك بهم الى  
 اتباع رسول المصطفى صلى الله  
 عليه وسلم وافتقاء اشار  
 الصحابة الاكرميين المكرمين  
 بالتأييد والتسديد المتجلى  
 لهم في ذاته وافعاله  
 بمحاسن اوصافه التي  
 لا يدركها الا من التقى السمع  
 وهو شهيد المعرف  
 اياهم انه في ذاته واحد  
 قديم لا اقل له انشئ  
 لا بداية له مستمر الوجود  
 لا اخر له ابدى لا نهاية  
 له قيو ولا انقطاع له

الصفات الذاتية

رسالت کے متعلق اپنی کتاب قواعد العقائد  
 میں بیان کیا ہے کیوں کہ وہ صفوں اس مقام  
 کے لئے بہت ہی موزوں ہے۔ آپ لکھتے  
 ہیں کہ الحمد لله المبدء الفعّال لما  
 يريد ذى العرش المجيد  
 والبطش الشديد الهادي صفوة  
 العبيد الى المنهم الرشيد و  
 المسلك السديد - المنعم عليهم  
 بعد شهادة التوحيد بحراصة  
 عقائد هم من ظلمات التشكيك  
 والتزديد - خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ  
 بندوں کو جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے لئے  
 انتخاب کر لیا ہوا ہے اور آپ کے صحابہ کرام  
 رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے  
 کے لئے چن لیا ہے اپنی تائید اور توفیق سے  
 خدا تعالیٰ اپنے ذات اور اپنے افعال میں  
 اپنے اوصاف حسنہ کے ذریعہ نئے جلوہ گر ہے  
 مگر ان صفات کو وہی دریافت کر سکتا ہے جو  
 غور سے سنے اور خدا کو حاضر و ناظر سمجھے۔ اس  
 نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنی ذات میں یگانہ ہے  
 ایسا قدیم ہے جس کی ابتدا نہیں۔ ہمیشہ موجود ہے  
 جس کی آخری حد نہیں۔ ازل وابد میں موجود ہے  
 جس کی انتہا نہیں مستقل بالذات ہے کسی قسم



دائم لا انصرام له لم یزل  
ولا یزال موصوفاً بنعوت  
الجلال لا یقضى علیه بالانقضاء  
ولا انفصال بتقدم الابداد  
وانقراض الاجال بل هو  
الاول والاخر والمظاهر  
والباطن وهو بكل  
شیء علیم۔

(التزیه) وانہ لیس بجسم  
مصور ولا جوہر محدود  
ومقدس وانہ لا یمثل  
الاجسام فی التقدیر ولا فی قبول  
الانقسام وانہ لیس بجوہر  
ولا تخلع الجواهر ولا بعرض  
ولا تخلع الاعراض بل لا  
یمثل موجود ولا یمثل  
موجود لیس کمثله شیء ولا  
هو مثل شیء وانہ لا یحدہ  
المقدار ولا تحویہ الاقطار  
ولا یحیط بہ الجهات ولا تكتنفه  
الارضون ولا السموات وانہ  
مستوعب العرش  
على الوجه  
الذی قالہ

کی کسر اس کی ذات میں باقی نہیں، دائم  
وقائم ہے، جس کا خاتمہ نہیں۔ صفات جلالت  
کے ساتھ انلی وابدی موجود ہے۔ اس کے  
متعلق یہ کبھی فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کہ  
اس کی دائمی زندگی کے اوقات ختم ہو چکے  
ہیں یا اس کی مدت حیات گزر چکی ہے  
وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے  
وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کو ہمیشہ سے  
جانتا بھی ہے (تقدس الہیوں ہے کہ)  
خدا کسی جسم اور صورت میں نہیں نہ محدود  
چیز ہے جس کا تخمینہ لگایا جائے کسی جسم کی  
مثل بھی نہیں کہ اس میں قیاس لگایا جائے  
یا اس کی تقسیم ہو سکے۔ نہ وہ شعوس مخلوق ہے  
نہ غیر مستقل چیز ہے جو دوسرے کے آسیرے  
سے پائی جائے۔ نہ وہ صفاتی چیز ہے نہ صفاتی  
ناپائدار چیزوں کا مرکز ہے۔ وہ کسی ہستی کی  
مثل نہیں۔ نہ کوئی ہستی اس کی مثل ہے  
بلکہ اس کی مثال کی بھی مثال نہیں۔  
اس کی مثال کسی چیز کی مثل ہے۔ کوئی مقدار  
اس کو محدود نہیں کرتی۔ نہ اطراف اس کو  
اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں۔ کوئی ہمت اسے  
اپنے احاطہ میں نہیں لاسکتی۔ زمین آسمان  
بھی اسے نہیں سنبھال سکتے۔ وہ اپنے عرش  
پر قائم ہے مگر اسی طرح جو اس نے خود کہا ہے

وبالمعنى الذى امر ادة  
استواءاً منزهاً عن الماسة  
والاستقدار والتكبر والحلول  
والانتقال لا يحمله العرش  
بل العرش وحملته محمولون  
بلطف قدرته ومقهورون  
فى قبضته وهو فوق العرش  
والسماء فوق كل شئ الى  
تخوم الثرى فوقية لا  
تزيدة قرباً الى العرش  
والسماء كما لا تزيدة  
بعداً عن الارض والثرى  
بل هو رافع الدرجات  
عن العرش والسماء كما  
آفته رافع الدرجات عن  
الارض والثرى وهو معد لك  
قريب من كل موجود  
وهو اقرب الى العبد من  
حبل الوريد وهو على  
كل شئ شهيد ولا مماثل  
قربه قرب الاجسام كما لا  
يماثل ذاته ذات الاجسام  
وانه لا يحيل فى شئ ولا  
يحيل فيه شئ لعل لى ان

اور اسی کیفیت سے جو اس کے اپنے راوہ  
میں ہے اس کا وہ قیام اتصال اور چھوٹنے  
سے بالاتر ہے۔ اور انداز اور جذب  
الگ ہے۔ اس میں انتقال بھی نہیں۔  
عرش اسے اٹھائے ہوئے بھی نہیں بلکہ  
وہ خود اپنے عرش کو اور اس کے اٹھانے  
والے فرشتوں کو اپنے دست قدرت  
سے اٹھائے ہوئے ہے اور اس کے  
قبضہ میں مغلوب ہیں۔ وہ عرش پر ہے  
اور آسمان پر بھی بلکہ تحت الثرى تک  
ہر چیز پر فائق ہے۔ یہ فوقیت نہ اسے  
آسمان اور عرش کے قریب کرتی ہے  
اور نہ زمین اور تحت الثرى سے دور لے  
جاتی ہے۔ وہ عرش و آسمان سے بالاتر  
مرتبہ رکھتا ہے جس طرح کہ زمین اور تحت  
الثرى سے بالاتر ہے، تاہم وہ ہر چیز کے  
قریب ہے اور شے رگ سے زیادہ اپنے  
بندہ کے قریب ہے اور ہر چیز کا نگران مال  
بھی ہے کیوں کہ وہ اس طرح قریب نہیں  
جس طرح کہ جسم قریب ہوتے ہیں اور اسی  
طرح اس کی حقیقت کسی جسمانی حقیقت  
سے نہیں ملتی۔ نہ وہ کسی میں حل اور  
تبدیل ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں  
حل اور تبدیل ہو سکتی ہے۔ وہ اس

یحویہ مکان کما تقدس  
عن ان یحدہ زمان بل کان  
قبل ان خلق الزمان والمکان  
وهو الان علی ما علیہ  
کان و آتہ بائن من خلقہ  
بصفانہ لیس فی ذاتہ  
سواہ ولا فی سواہ ذاتہ  
و آتہ مقدس عن التغبیر  
والانتقال لا تحلہ المحدث  
ولا تعثر بہ العوارض بل  
لا یزال فی نعوت جلالہ  
منزہا عن الزوال و فی  
صفات کمالہ مستغنیاً  
عن زیادۃ الاستکمال و  
آتہ فی ذاتہ معلوم الوجود  
بالعقول مرئی الذات  
بالابصار نعمتہ ولطفہ  
بالابرار فی دامن القرائن اتماماً  
للتعظیم بالنظوالی و جہد الکرم  
الحیوة والقدرة و انہ تعالیٰ  
حیی قادر جبار قاهر لا  
یعتربہ قصور ولا  
عجز ولا تاخذہ  
سنۃ ولا نوم

نئے بالاتر ہے کہ کوئی مکان اسے اپنے  
اندر سمیٹ لے جس طرح کہ اس امر سے بھی  
بالا تر ہے کہ کوئی زمانہ اسے محدود کرے  
بلکہ وہ خود زمانہ اور مکان پیدا کرنے سے  
پہلے موجود تھا۔ اور اب بھی اسی طرح موجود  
ہے، جیسا کہ پہلے تھا۔ وہ اپنے صفات  
میں اپنی مخلوق سے نرالا ہے۔ اس کی ذات  
میں اس کا غیر موجود نہیں نہ غیر میں وہ موجود  
ہے۔ وہ تغیر و تبدل سے پاک ہے نہ حوادث  
اس میں جاگزیں ہیں اور نہ صفاتی ناپائیدار  
حالات اس میں موجود ہیں بلکہ وہ اپنے  
جلال میں موجود ہے اور زوال سے پاک  
ہے۔ وہ اپنے صفات کا مد میں موجود ہے  
کسی اور تکمیل کی اسے ضرورت نہیں مگر  
عقل سے اس کا وجود معلوم ہو سکتا ہے  
اس کی ذات بھی آنکھ سے دیکھی جاسکتی  
ہے، جب کہ دوسری دنیا میں اپنے نیک  
بندوں پر فضل و کرم کی نگاہ کرے گا اور  
اپنے مبارک چہرہ کے دیدار سے ان کی  
تکمیل نعمت کرے گا۔ (خدا کی زندگی اوصاف  
کا بیان یہ ہے کہ) وہ زندہ، طاقتور، صاحب  
قدرت، ہر چیز پر غالب، ہر شکستہ دل کا  
سہارا ہے۔ اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں  
اور نہ عاجزی۔ نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔

وَلَا يَعَارِفُهُ فَنَاءٌ وَلَا مَوْتُ  
وَأَنَّهُ ذُو الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ  
وَالْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ لَهُ  
السُّلْطَانُ وَالْقَهْرُ وَالْخَلْقُ  
وَالْأَمْرُ وَالتَّمْطُوتِ مَطْوِيَّاتٍ  
بِيَمِينِهِ وَالْخَلَائِقُ مَقْهُورُونَ  
فِي قَبْضَتِهِ وَأَنَّهُ الْمُنْقَرِدُ  
بِالْخَلْقِ وَالْإِخْتِرَاعِ  
الْمُتَوَحِّدُ بِالْإِبْعَادِ وَ  
الْأَبْدَانِ خَلْقُ الْخَلْقِ  
وَأَعْمَالُهُمْ وَقَدَرُ أَرْزَاقِهِمْ  
وَأَجَالَهِمْ لَا يَشُدُّ عَنْ  
قَدَرِهِ مَقْدَرٌ وَلَا  
يَعْزُبُ عَنْ قَدَرِهِ  
تَضَارِيفُ الْأُمُورِ لَا  
تَحْصِي مَقْدُورَاتِهِ وَلَا  
تَتَنَاهَى مَعْلُومَاتُهُ الْعِلْمُ  
وَأَنَّهُ عَالِمٌ بِجَمِيعِ  
الْمَعْلُومَاتِ حَيْثُ  
عِلْمُهُ بِمَا يَجْرِي  
فِي تَخَوُّمِ الْأَرْضِينَ  
إِلَى أَعْلَى السَّمَوَاتِ  
وَأَنَّهُ عَالِمٌ لَا يَعْزُبُ  
عَنْ عِلْمِهِ مَثْقَالٌ

اور نہ اسے فنا اور موت سے پالا پڑا ہے۔  
وہ حکومت اور بندوبست کا مالک ہے  
عزت اور غلبہ کا بھی مالک ہے مخلوق  
پر تسلط اور غلبہ اُسی کا ہے۔ وہی نسل  
سے پیدا کرتا ہے اور وہی کُنْ کہنے سے  
پیدا کرتا ہے۔ تمام آسمان اس کے  
دستِ قدرت کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے  
ہوئے ہیں۔ تمام مخلوقات اس کے قبضہ  
میں مغلوب ہے۔ صرف وہی مادہ اور مادہ  
کے بغیر پیدا کر سکتا ہے۔ اپنی ایجاد و  
اختراع میں یکتا ہے۔ اس نے ہی اپنی  
مخلوقات کو اس کے اعمال کو پیدا  
کیا ہے۔ اسی نے اس کی روزی اور  
موت کا صحیح انداز لگایا ہے۔ کوئی مخلوق  
اس کی قدرت سے خارج نہیں ساری  
کائنات کے تصرفات بھی اس کی  
قدرت سے باہر نہیں۔ اسکی قدرتوں  
کا اندازہ نہیں لگایا جاتا۔ اور نہ ہی اس  
کے معلومات کی کوئی انتہا ہے (خدا  
کے علم کا بیان یوں ہے کہ، وہ تمام  
اشیاء کا عالم ہے۔ اس کا علم تمام ان  
چیزوں پر حاوی ہے، جو زمین کے  
کناروں سے لے کر اوپر کے آسمانوں  
تک جاری ہیں۔ ایسا عالم ہے کہ اس کے

ذرة في الارض ولا في  
السماء بل يعلم ديب النملة  
السوداء على الصخرة الصماء  
في الليلة الظلماء ويدرك  
حركة الذر في جو الهواء  
ويعلم السر واخفى ويطلع  
على هواجس الضمائر و  
حركات الخواطر وخفيات  
السرائر يعلم متدبم  
الزلي لم يزل موصوفا في  
انزال الانزال لا يعلم متجدد  
حاصل في ذاته بالحللول  
والانتقال - الاسرادة وانه  
تعالى مر يد للكائنات  
مدبر للمحادثات فلا يجزع  
في الملكوت قليل او  
كثير صغير او كبير  
خير او شر نفع او ضرر  
ايمان او كفر عرفان او  
نكر فناء او خسران  
زيادة او نقصان طاعة  
او عصيان الا بقضائه و  
قدره وحكمته ومشيتته  
فما شاء كان وما لم يشاء

علم سے ذرہ بھی زمین و آسمان کی کوئی  
چیز یا ہر نہیں، بلکہ ٹھوس پتھر پر جب  
چیونٹی سخت اندھیری رات میں دبے پاؤں  
چلتی ہے، تو اس کی رفتار سے بھی آگاہ ہے  
اور جو ذرات ہوائیں اڑتے ہیں: ان کی  
حرکت کو بھی جانتا ہے۔ وہ راز اور راز  
پوشیدہ بات کو بھی جانتا ہے، دل کے  
خیالات اور خیالات کی حرکات بھی جانتا  
ہے۔ اور پوشیدہ سے پوشیدہ بھی  
کو بھی جانتا ہے۔ مگر اس کا یہ علم ازلی  
ہے، جو ہمیشہ سے ہمیشہ میں اس کی  
صفت ہے۔ وہ کسی نو پیدا علم سے نہیں  
جانتا جو بھی اس کی ذات میں آئے اور کبھی  
مکمل جائے۔ واللہ تعالیٰ کے ارادہ کا بیان  
یوں ہے کہ وہ مخلوقات میں اپنا ارادہ برتتا  
ہے تمام نو پیدا مخلوق میں انتظام کرتا ہے  
جو بھی اس کی بادشاہت میں کم و بیش، خورد  
و کلان، دکھ سکھ، نفع و ضرر، ایمان و کفر، خدا  
شناسی یا انکار، کامیابی یا ناکامی، زیادتی یا  
نقصان، فرمانبرداری یا بیفرمانی ہوتی ہے۔  
اسی کی قضا و قدر اور حکمت و مشیت  
سے ہوتی ہے۔ جسے چاہے،  
وہ موجود ہو جائے اور جسے نہ  
چاہے وہ موجود نہیں ہوتا

لم يكن لا يخرج عن مشيئته  
 لفظة ناظر اوفلت خاطر بل  
 هو مبني المعيد الفعّال  
 لما يريد لا امر احكمه ولا معقب  
 لقضائه ولا مهرب لعبد من  
 معصية الا بتوفيقه ورحمته  
 ولا قوة على طاعته الا بمشيئته  
 واصرارته فلو اجتمع الانس والجن  
 والملائكة والشياطين على ان  
 يحركوا في العالم ذرة اديسكوها  
 دون امر اذنه ومشيئته العجزوا  
 عن ذلك وات امر اذنه  
 قائمة بذاته في جملة صفاته  
 لم يزل كذلك موصوفا بها  
 مراد افي امر له لوجود الاشياء  
 في اوقاتها التي قدرها  
 فوجدت في اوقاتها كما  
 امر افي امر له من غير تقدّم  
 ولا تاخّر بل وقعت على  
 وفق علمه واصرارته من غير  
 تبدل ولا تغيير بدر الامور  
 لا بترتيب افكار ولا ترتيب  
 زمان فلذلك لم يشغل شأن  
 الصفات الثبوتية عن شان - السمع - والبصر - وانه

اسکی مرضی سے آنکھ کی ایک نگاہ بھی باہر نہیں  
 اور دل کا کوئی خیال بھی باہر نہیں، بلکہ وہی  
 نو پیدا کرنے والا اور دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔  
 جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ کوئی  
 اس کے حکم کو روکنے والا نہیں۔ نہ ہی اس کے  
 فیصلہ پر کوئی نکتہ چین ہے۔ انسان کو کسی  
 سے کہنے میں اس کی توفیق اور رحمت کے بغیر چاہئے  
 اور فرمانبرداری میں اسے ارادہ اور مشیت کے سوا  
 مجال نہیں۔ اگر تمام انسان جن فرشتے اور شیطان  
 بھی جمع ہو کر سلسلہ کائنات میں ایک ذرہ کو بھی  
 حرکت دیں یا اس کے ارادہ کے بغیر اسے ساکن کرنا  
 چاہیں تو اس سے عاجز ہو جائیں گے۔ خدا کا ارادہ  
 اس کی اپنی ذات میں باقی صفات کی طرح قائم ہے۔  
 وہ بدستور اس سے موصوف رہا ہے۔ زمانہ ازل  
 میں اس نے ارادہ کیا کہ سلسلہ مخلوقات اپنے اپنے وقت  
 پر پیدا ہو جو اس نے تجویز کیا تھا۔ چنانچہ بطرح  
 اس نے زمانہ ازل ہی کی تقدّم و تاخّر کے بغیر چاہا تھا  
 اسی طرح کائنات معرض ظهور میں آگئی بلکہ اس کے علم  
 کے اور اس کے ارادہ کے مطابق بغیر کسی تغیر و  
 تبدل کے وجود ہو گئی۔ نہ اسے کسی تجویز کے سوچنے کی  
 ضرورت پڑی نہ اسے کسی وصیت کا انتظار تھا۔  
 یہی وجہ ہے کہ اسے ایک مصروفیت دوسری  
 مصروفیتوں سے غافل نہیں کرتی۔ (خدا  
 کی قوت شنوائی اور بینائی کی حقیقت یہ ہے کہ

تعالیٰ سمیع بصیر یسمع ویری  
لا یغرب عن سمعه مسموع وان  
خفی ولا ینیب عن رؤیتہ  
ہرئی وان دق ولا یحجب سمعه  
بعُد ولا یدفع رؤیتہ ظلاؤم  
یری من غیر حلاۃ واجفان  
و یسمع من غیر اصمۃ و اذان  
کما یعلم بغیر قلب و یبطلش  
بغیر جارحۃ و یخلق بغیر الہ  
اذ لا تشبہ صفاتہ صفات الخلق  
کما لا تشبہ ذاتہ ذوات الخلق  
الکلام - و اذ تعالیٰ متکلم امرنا  
واعد متوعداً بکلام ازل قدیم  
قائم بذاتہ لا یشبہہ کلام الخلق  
فلیس بصوت یحدث من  
السلال الهواء او اصطکاک  
اجرام ولا بحرف ینقطع باطلاق  
شفقة او تحریک لسان وان القرآن  
و التورۃ و الانجیل و الزبور کتبہ  
المنزلۃ علیٰ سلسلہ علیہم السلام  
وان القرآن مقر و باللسنۃ  
مکتوب فی المصاحف محفوظ  
فی القلوب و اذ معدنک قدیم  
قائم بذات اللہ تعالیٰ لا یتقبل

الکتب المنزلة

وہ خدا سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اسکی شنوائی  
سے کوئی بات باہر نہیں۔ اگرچہ وہ کتنی ہی  
مخفی ہوا اور اسکی بینائی سے کوئی چیز خارج نہیں  
اگرچہ کتنی ہی بار یک ہو اس کی قوت سماعت  
کو کوئی دُوری مانع نہیں اور اس کی قوت بینائی  
کو کوئی تاریکی نہیں روکتی۔ وہ بغیر آنکھ اور  
پلک کے دیکھتا ہے اور سوراخ گوش  
اور کان کے بغیر سنتا ہے۔ اسی طرح دل کے  
بغیر جانتا ہے اور ہاتھ کے بغیر حملہ کرتا ہے  
اور اوزار کے بغیر پیدا کر دیتا ہے۔ کیوں کہ  
اس کے صفات مخلوق کی صفات جیسے  
نہیں اور نہ ہی اس کی ذات مخلوق کی  
ذات کی مثل ہے۔ (خدا کا کلام یوں ہے کہ)  
وہ کلام کرتا ہے، حکم کرتا ہے، روکتا ہے،  
خوشخبری دیتا ہے۔ غدا کی خبر دیتا ہے مگر اسکا  
کلام الہی اپنی قدیم ہے، جو اس کی ذات میں قائم  
ہے اور مخلوق کے کلام کی طرح نہیں کہ ہوا کی غلت  
اور حرکت سے پیدا ہو یا دوجیزوں کے ٹکرانے سے  
پیدا ہو جو حرف سے مرکب نہیں کہ ہونٹ کی بدش  
ت سے تم ہو جائے اور زبان کے چلنے سے جاری ہو۔  
قرآن، تورہ، انجیل اور زبور ہی کی کتابیں ہیں جو اس  
انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں چنانچہ قرآن اگرچہ  
زبان پر پڑھا جاتا ہے یا اوراق میں لکھا جاتا ہے لیکن  
میں محفوظ ہے تاہم وہ قدیم ہے خدا کی ذات میں قائم ہے

الانفصال والافتراق بالانتقال  
الى القلوب والادراق وان موسى  
عليه السلام سمع كلام الله تعالى  
بغير صوت ولا حرف كما يرى الامراء  
ذات الله تعالى في الآخرة من غير  
جوهرا ولا عرض واذا كان له هذه  
المصفات كان حيا عالما قادرا  
مريدا سميعا بصيرا متكلما بالحق  
والعلم والقدرة والارادة والسمع  
والبصر والكلام لا يحجر  
الذات - انتهى كلام الغزالي  
رحمہ اللہ تعالیٰ قال المؤلف عفی  
اللہ عنہ المصفات السبعة التي  
ذكرها الغزالي مبدئي على مسلك  
الاشعرية من المتكلمين وفرادي  
توحيدية صفة ثامنة تسمى بالتكوي  
قالوا لا تكفي في وجود الخلق الارادة  
ولا بد في وجود الخلق من التكوين  
مستدلين بقوله تعالى انما امر  
اذا امراد شيان يقول له كن  
فيكون فالارادة امر والتكوين  
المشار اليه بلفظة كن امر اخر  
والمريد للامر يستحق فاعلا له  
الا اذا اخرج من العلم الى الوجود

اوراق میں یا دلوں میں منتقل ہونے کے باوجود  
بھی وہ خدا کی ذات سے الگ اور منتقل نہیں۔  
کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کلام الہی سنا  
تھا، اس میں آواز نہ تھی اور نہ حروف تھے۔ یہی  
طرح نیک انسان عالم آخرت میں خدا کا دیدار ہے  
مگر وہ نہ ٹھوس ہو گا نہ عارضی چیز جب خدا ایسا ہے تو  
ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے ان صفات میں ہی عالم  
قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر اور متکلم ہے اور اس میں یہ  
سات صفات موجود ہیں۔ جبروت، علم، قدرت، ارادہ  
سمع، بصر اور کلام۔ اور اس کی ذات اپنی صفات سے  
فانی نہیں اور غزالی رحمہ اللہ کا کلام یہاں ختم  
ہو چکا ہے (آب موقوف کہتا ہے) خدا اس کے گناہ  
معاف کرے، کلام صاحب نے جو خدا کے سات  
اوصاف بیان کئے ہیں وہ مذہب اشعری کے  
مطابق ہیں۔ مگر مذہب ماتریدی میں ایک اصول  
افدہ بھی خدا کا وصف ہے جسے تکوین کہتے ہیں کیونکہ  
مخلوقات کے پیدا کرنے میں صرف ارادہ ہی کافی  
نہیں کچھ تکوین کی بھی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ  
نے خود فرمایا ہے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا  
ہوں تو اسے کن کہتا ہوں تو پھر وہ موجود ہو جاتا  
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ اور چیز ہے اور  
تکوین جو لفظ کن سے اشارۃً سمجھی جاتی ہے اور  
چیز ہے۔ اس کے علاوہ صرف ارادہ کرنے والا فاعل  
نہیں کہلاتا سوائے اس کے کہ اسکو برکت نیت کرے

(۱) ابو الحسن علی الاشعری توفی سنة ۳۳۰ هـ. [۹۴۲ م.] فی بغداد

(۲) ابو منصور محمد الماتریدی توفی سنة ۳۳۳ هـ. [۹۴۵ م.] فی سمرقند



فللفظة كن منه سبحانه وتعالى  
امر باخراج ما اراده من القوة  
الى الفعل وحمل بسط هذا  
المبحث كتب علم الكلام كشرح  
العقائد وشرح المواقف مرجعنا  
الى كلام حجة الاسلام فقال لا فعل  
وانه سبحانه وتعالى لا موجود  
الا وهو حادث بفعله وناقض  
من عدله على احسن الوجوه والملكها  
واتمها واعدلها وان حكيم في  
افعاله ومادل في اقصية ولا يقاس  
عدله بعدل العباد اذ العبد يتصور  
منه الظلم بقصر قدره في ملك غيره  
ولا يتصور الظلم من الله تعالى  
فان لا يصادف لغيره ملكا حتى يكون  
تصرفه فيه ظلما فكل ما سوا من  
النفوس والجن والشيطان والملك والسماء  
والارض والحيوان والنبات والجمادات  
وعرقي وعلوي وحقوقي وحادث  
اختاره بقدرته بعد العدم  
اختراعا وانشاء بعد ان لم يكن  
شيئا اذ كان في الازل موجودا  
وحده ولم يكن معه غيره فحدث  
الخلق بعد اظهار القدرته

پس لفظ کن خدائے تعالیٰ کا امر ہے اسکو جس کا  
وہ ارادہ کرتا ہے کہ نیت سے بہت کر دے۔ اس  
مسئلہ کی تفصیل کا مقام علم کلام کی کتاب میں پیش  
شرح عقائد، شرح مواقف وغیرہ۔ آپ ہم دوبارہ  
اہم غزالی رحمہ اللہ کا کلام درج کرتے ہیں۔ آپ  
فرماتے ہیں کہ (افعال خداوندی کی حقیقت یوں  
ہے کہ جو بھی اللہ کے بغیر سے وہ کسی کے فعل سے  
پیدا ہوا ہے اور بہترین عدل کے طریق پر اوکل  
واکمل طرز پر صورت نما ہوا ہے۔ خدا اپنے افعال  
میں حکمت استعمال کرتا ہے۔ اپنے فیصلہ میں عدل کرتا  
ہے۔ مگر اسکا عدل انسانی عدل کے مشابہ نہیں  
کیونکہ انسان سے تو ظلم کا بھی امکان ہے جبکہ وہ  
غیر کے ملکیت پر تصرف ہو اور خدا سے ظلم کا امکان بھی  
نہیں کیونکہ جبکہ یہاں غیر کی ملکیت ہی نہیں تو یہ کیسے کہا  
جائے گا کہ وہ غیر کی ملکیت پر تصرف کرتا ہے تاکہ اسکا  
عمل ظلم قرار پائے کیوں کہ اس نے یہ تمام چیزیں خود  
پیدا کی ہیں۔ انسان، جن، شیطان، فرشتے، آسمان،  
زمین، حیوان، نباتات، جمادات، اور مددک، اجسام  
اور مددک باعقل وغیرہ چنانچہ اس نے اپنی قدرت  
کا مدد سے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو وجود عطا کیا  
ہے بعد اس کے کہ وہ نیت نہیں اور وہ خدا خود  
زمانہ ازل میں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی  
غیر موجود نہ تھا۔ پھر اس نے اپنی اظہار  
قدرت کے لئے کائنات کو پیدا کیا

وتحقيقاً لما سبق من امر الله وحق  
 في الازل من كلمته لا افتقار اليه  
 وحاجته وآية تعالى متفضل الخلق  
 والاختراع والتكليف لا عن جوب  
 ومتطول بالانعام والاصلاح لا  
 عن لزوم له الفضل والاحسان  
 والنعمة والامتنان اذ كان قادراً  
 على ان يصيب على عباده انواع  
 العذاب ويبتليهم بضر وب  
 الالام والاصاب ولو فعل  
 ذلك لكان منزهاً ولم يكن قبيحاً  
 ولا ظلماً وآية شيب عباده على  
 الطاعات بحكم الكرم والوعد  
 لا بحكم الاستحقاق واللزوم  
 اذ لا يجب عليه فعل ولا يتقوا  
 منه ظلم ولا عيب لا حيد عليه  
 حق وان حقه في الطاعات واجب  
 على الخلق بايجابه على لسان انبيائه  
 لا بجهاد العقل ولكنه بعشائر  
 واطهر صدقهم بالمعجزات الظاهرة  
 فبلغوا امره ونهيه ووعده  
 ووعيداً فوجب على الخلق  
 تصديقهم فيما جاء به ومعنى  
 الكلمة الثانية وهي رسالة الرسول

اور اس سے اپنے ارادہ کا ثبوت دیا جو اس  
 نے پہلے کیا ہوا تھا اور اس قول کو چھڑا کرنے  
 کے لئے جواز میں کہہ چکا تھا ورنہ اسکو کائنات  
 کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ یہ اس کی  
 مہربانی ہے کہ اسے پیدا کیا۔ نسبت سے بہت  
 کیا اور صاحب اختیار بنا یا ورنہ یہ سب کچھ نہیں  
 واجب تھا اور وہ ہم پر فضل کر نوا لایا ہے کہ اس نے  
 ہم پر احسان کیا اور ہماری اصلاح کی حالانکہ یہ بھی  
 اس کا فرض نہ تھا پس یہ سب کچھ اس کا فضل ہے احسان  
 اور نعمت اور انعام ہے کیونکہ وہ ہر وقت قادر ہے  
 کہ اپنے بندوں پر قسم قسم کے غذا دیے اور گنہگار  
 مصائب میں گرفتار کرے اگر یہی کرے تو پھر بھی اس کا فضل  
 ہی ہوگا اور اس کیلئے کوئی میحوکام نہ تھا اور نہ ہوگا  
 خدا اپنے حبیبہ افضل و کرم سے بندوں کو اپنی امت  
 قبول کرنے پر ثواب دیتا ہے ورنہ بندوں کوئی اس کے  
 ذمہ نہیں اور نہ ہی انکا کوئی فرض ہے پر عائد ہوتا ہے کیونکہ  
 اس پر کوئی فعل بھی واجب نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے  
 ظلم متصور ہو سکتا ہے اور یہی کا حق اسکے ذمہ نہیں  
 مگر مخلوق پر اس کا حق اٹھا واجب جو اس نے اپنے بنیاد کے  
 ذریعہ بیان کیا۔ اور وہ حق اٹھا صرف عقل کے ذمہ  
 نہیں ہوتا تھا ایسے اس نے اپنے رسول بھیجے اور حکم کھلا  
 مبعوث سے انکی قیادت کا اظہار فرمایا تو پھر انہوں نے خدا کا  
 نبی، وعدہ اور وعید کی خبر دی۔ اس لئے خلق پر واجب  
 ہو گیا کہ جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں اسکی تصدیق کریں اور کلمہ ثانیہ

صلی اللہ علیہ وسلم۔ وَاَقْرَنَّا  
بَعَثَ النَّبِيَّ الْاَحْقَّ الْقَرْنَيْنِ مُحَمَّدًا  
صلی اللہ علیہ وسلم برسالتہ  
الی کافۃ العرب والعجم والمجن  
والانس فنبیہ بشرعہ المشرایع  
الاما قمرہ وفصلہ علی سائر  
الانبیاء وجعلہ سید البشر و  
منع کمال الایمان بشہادۃ  
التوحید وہی قولہ لا الہ الا اللہ  
ما لم تقترن بہ شہادۃ الرسول  
وہی محمدؐ رسول اللہ خاتم الخلق  
تصدیقہ فی جمیع ما اخبر بہ  
من الدنیا والاخرۃ وَاَنَّهُ لَا یَقْبَلُ  
ایمان عبد حتی یوقن بما اخبر عنہ  
بعد الموت وَاَدْلُ سَوَالٍ مُنْکَرٍ وَنَکِرٍ  
وہما شخصان مہیمان ہائلان  
یقعدان العبد فی قبرہ سویاذا  
روح وجسد فیستلذذ عن التوحید  
والرسالة ویقولان لمن ربنا و  
ما دینک ومن نبیک وما فتانا  
القبر وسوالہما اَدْلُ فتنۃ القبر  
بعد الموت وَاَن یؤمن بعذاب  
القبر وَاَن یحق حکمۃ وعدل علی  
العجم والسر وعلی ما یشاء ویوقن

محمد علیہ السلام

منکر نکر

رسالت کا بیان یوں ہے کہ، خدا ہی نے اپنا  
تمی امتی قرشی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و  
سلم تمام کائنات کی طرف رسول بنا کر مبعوث  
کیا ہے خواہ عرب ہوں یا عجم یا جن ہوں یا انسان  
سوائے چند اصولی احکام کے تمام شرائع سابقہ  
کے احکام کو منسوخ کر دیا اور تمام انبیاء  
علیم السلام پر آپ کو فضیلت بخشی۔ آپ کو  
سید البشر بنایا اور جب تک محمد رسول اللہ کا اقرار نہ  
ہو، اقرار توحید یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہہ کہنے سے فائدہ  
اور مخلوق پر آپ کی تصدیق فرض کر دی۔ ان احکام  
کے متعلق جو آپ نے دنیا و آخرت کی بابت بیان  
کئے ہیں اور یہ بھی فرض کیا کہ کسی کا ایمان معتبر  
نہیں جب تک وہ باتیں نہ مانے جن کی خبر آپ نے  
انسان کی موت کے بعد دی ہے جن میں سے اَدْلُ  
منکر نکر کا سوال ہے۔ یہ دو فرشتے باہمیت نکلتے  
ہیں، جو مردہ کو قبر میں سیدھا بٹھا دیتے ہیں جس  
میں روح اور جسم دونوں ہوتے ہیں۔ پھر توحید  
اور رسالت نبوی کا سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب  
کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون  
ہے؟ اور یہ دو فرشتے قبر کا امتحان ہیں کیونکہ  
موت کے بعد قبر میں پہلا امتحان ان کے سوالات  
ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ مومن عذاب قبر کو تسلیم  
کرے کہ وہ حق ہے اور حکمت اور عدل ہے۔ یہ بھی مانے کہ  
روح پر جس طرح کھڑا ہوتا ہے۔ یہ بھی مانے کہ

بالميزان ذي الكفتين واللسان  
وصفته في العظمة أنه مثل طباق

السموات والارضين توهرن فيه  
الاعمال بقدره الله تعالى والصنيع

يومئذ مثاقيل الذر والحجر دل  
تحقيقاً لتام العدل وتطهر صحائف

الحسنات في صورة حسنة في كفة  
التور فيثقل بها الميزان على قدر

درجاتها عند الله بفضل الله  
تعالى وتطهر صحائف السيئات

في كفة المظلمة فيخفف بها الميزان  
بعدل الله تعالى وأن يؤمن بآق

الصراط حق وهو حشر محل د على  
متن جهنم احدم السيف وآد ق

من الشعر نزل عليه اقام الكفر  
بحكم الله تعالى فيهو بهم الى النكا

وتثبت عليه اقام المؤمنين فيساو  
الى داس القراس ويؤمن بالحوض

المورد وحوض محمد صلى الله عليه  
وسلم يشرب منه المؤمنون قبل

دخول الجنة وبعد جواز الصراط من  
شرب منه شربة لا يظلماء بعدها

ابداعهم السماء فيه ميزان  
يصيبان من الكوثر ويؤمن بيوم الحسا

وزن الاعمال

حشر الصراط

ميزان عمل کے دو پلڑے ہیں اور ایک قبضہ کی سی

اس کی بُرائی کا بیان یوں ہے کہ وہ زمین و آسمان

کی وسعت کے برابر بڑی ہے۔ اس میں قدرت الہیہ

سے اعمال تولے جائیں گے اور اس کے بے چوٹی

اور رائی کے دانے کے برابر بھی ہونگے تاکہ پورا پورا

انصاف ہو۔ پھر اس کے نرائی پلے میں نیک اعمال

کے صحیفے ڈالے جائیں گے جن سے وہ نواز و بھل

معلوم ہوگا۔ کتنیک اعمال کے درجہ کے مطابق

خدا کے فضل و کرم سے۔ پھر دوسرے تاریک پلے

میں بد اعمالیوں کے صحیفے ڈالے جائیں گے تو وہ

کے صل و انصاف سے ہلکا ہو جائے گا۔ مومن یہی

مانے کہ پُر صراط حق ہے اور جہنم کی پشت پر یہ ایک

لبا پُل بچھا یا جائے گا جو تلوار سے تیز ہوگا اور پُل کا ایک

اس سے کفار کے قدم پھسل جائیں گے اور خدا

کے حکم سے جہنم رسید ہوں گے۔ مومنین کے

قدم اس پر ٹپک جائیں گے تو جنت کو بجائے

جائیں گے۔ یہ بھی مانے کہ حوض کوثر حق ہے

جس پر لوگ آئیں گے اور حضور علیہ السلام

کے حوض محمدی سے داخل جنت سے پہلے

مومنین پانی پیئیں گے اور پُل صراط سے گذر کر

بھی اس کا پانی پیئیں گے۔ اور جو شخص اس کا

ایک گھونٹ بھی پی لیا کسی پیاسا نہ ہوگا۔ اس

کی وسعت آسمان کے برابر ہے اس میں نہ ناپا حوض کوثر

سے نکل کر نکلتی ہیں مومن یہی مانے کہ حسابِ دن حق

ہے، جن میں مخلوقات مختلف طریق پر مبتلا ہوگی۔  
 کسی سے خوب باز پرس ہوگی اور کسی سے چشم پوشی  
 کی جائے گی۔ اور کئی ایک بنیر حساب کے بھی اہل  
 جنت ہوں گے اور یہ لوگ خدا کے مقرب ہوں گے  
 خدا کا منشاء ہوگا تو انبیاء علیہم السلام سے بھی  
 سوال ہوں گے کہ تبلیغ کیسے کی؟ جی چاہیگا تو کھانا  
 اور مکہ میں سے بھی سوال ہوں گے کہ تم نے رسول  
 کی تکذیب کیوں کی؟ عتیق اور مخالف سنت سے سوال  
 ہوگا کہ تم نے سنت طریق کیوں چھوڑا اور اہل اسلام  
 سے اعمال کے متعلق سوال ہوگا اور ان میں یہ بھی مانے کہ  
 اہل توحید جہنم سے بدلہ پا کر آخر نجات پائیں گے یہاں  
 کہ خدا کے فضل و کرم سے وہاں کوئی اہل توحید نہ رہیگا  
 یہ بھی مانے کہ انبیاء علیہم السلام شفاعت کر سکیں گے۔  
 بعد اہل علم پھر شہادت یافتہ اور سب کے اخیر باقی اہل اسلام  
 اپنی اپنی قدر و منزلت کے مطابق شفاعت کریں گے  
 اور جو مومن جہنم میں بغیر شفاعت کے پڑا رہیگا اور اسکا  
 کوئی شفیع نہ ہوگا تو خدا کے اپنے فضل سے جہنم سے نکال  
 جائیگا اور دوزخ میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہیگا بلکہ  
 جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جہنم سے  
 نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی مانے کہ صحابہ کی فضیلت پر  
 ہے اور ان میں ترتیب و فضیلت یوں ہے کہ حضور علیہ السلام  
 کے بعد افضل الناس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں  
 پھر حضرت فاطمہ پھر حضرت عثمان مثنیٰ پھر حضرت علی رضی  
 اللہ عنہم یہ بھی ضروری کہ مومن صحابہ کے متعلق حسن ظن ہے

وتفاوت الخلق فيه الى مناز  
 في الحساب والى مسامحة فيرو الى  
 من يدخل الجنة بغير حساب  
 وهم المقربون فيسئل الله من  
 شاء من الانبياء عن تبليغ الرسالة  
 ومن شاء من الكفار عن تكذيب  
 المرسلين ويسأل المبتدعين  
 عن المستن و يسأل المسلمين  
 عن الاعمال ويؤمن باخراج المؤمنين  
 من النار بعد الانتقام حتى لا يبق  
 في جهنم موحداً بفضل الله تعالى  
 ويؤمن بشفاعة الانبياء ثم العلماء  
 ثم الشهداء ثم سائر المؤمنين  
 كل على حسب جاهده ومنزلته و  
 من بقى من المؤمنين ولو يكن له شفيع  
 اخرج بفضل الله تعالى ولا يخلد  
 في النار مؤمن بل يخرج منها من  
 كان في قلبه مثقال ذرة من  
 الايمان وان يعتقد فضل الصحابة  
 وترتيبهم وان افضل الناس  
 بعد رسول الله صلى الله عليه  
 ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي  
 رضي الله عنهم وان يحسن الظن  
 بجميع الصحابة وان يثنى عليهم

فضل الصحابة

کھا اثنی اللہ تعالیٰ ورسول  
صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین  
فکل ذلك مما وردت به السنة  
وشهادات به الاثر فمن اعتقد  
جميع ذلك موقنا بركان من  
اهل الحق وعصاة السنة و  
فارق رطط الضلال والبدعة  
فمسأل الله تعالى كمال اليقين  
والثبات في الدين لنا ولكافة  
المسلمين ان الله ارحم الراحمين  
وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ  
وصحبہ اجمعین۔ انتہی ما ارجو نا  
نقلہ من کتاب (قواعد العقائد)  
للإمام حجة الاسلام مرحمة اللہ علیہ  
قال المؤلف عفی اللہ عنہ بسم اللہ  
الرحمن الرحيم وبه نستعين  
الله امارنا الحق حقاً وارسرنا  
اتباعه وارسرنا الباطل باطلا و  
ارسرنا اجتنابه اما بعد  
فقد اختلفت الامة في العقائد  
اختلفا كثيرا وتفرقت اراهم  
ووقع بينهم التنافر والتباغض  
واحدثت كل طائفة انهما على  
الحق وما سواها على الباطل كيف

العقائد الصحيحة

اور جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام نے  
ان کی تعریف و توصیف کی ہے یہ بھی ان کی  
تعریف کرے۔ ان تمام عقائد کے متعلق شاہ عقائد  
نبویؐ کی وارد ہیں اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم میں  
جو شخص ان تمام عقائد کو تسلیم کرے وہ اہل حق  
اور اہل سنت ہو گا۔ اور اہل بدعت اور گمراہ  
فروق سے الگ سمجھا جائے گا۔ ہم سب کا فرض  
ہے کہ خدا تعالیٰ سے کمال یقین اور سلامتی  
کی درخواست کریں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے  
لئے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے وصلی اللہ  
علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین  
یہاں تک جو ہیں امام صاحب کی کتاب قواعد  
العقائد سے نقل کرنا تھا نقل کر دیا ہے۔ اب  
مؤلف رسالہ ہذا (معنی عنہ) اپنا مقصود شروع  
کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحيم وبه نستعين  
یا اللہ ہمیں جو حق بات ہے وہ سچ سچ دکھا  
دے اور باطل کو واقعی طور پر باطل دکھا  
اور ہمیں اس سے کنارہ کشی نصیب کر۔  
اس کے بعد واضح ہو گا اس اہمیت محمدیہ میں  
عقائد کا اختلاف بہت ہے اور ان کی راہیں  
مختلف ہیں اور ان میں باہمی نفرت پیدا ہو چکی  
ہے۔ اور بعض پیدا ہو گیا ہے۔ ہر ایک فرقہ کا  
یہی خیال ہے کہ میں ہی حق پر ہوں اور دوسرے  
باطل پر ہیں۔ کیوں ایسا نہ ہو جب کہ حضور

اختلاف الامة

لاوقد اخبرنا بهذا الحاکم  
سیدنا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم حیث قال ستفتون

امتی علی ثلاث و سبعین

فرقة الحدیث وقد ذکر

هذا الحدیث جماله وما علیہ  
فی آخر کتابی المستوفی بالاصول  
الاربعة فی تردید الوهابیة

بالفارسیة وها انا اذکوه

ههنا اتماما للقائده عن

عبد اللہ بن عمر وقال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لیأتین علی امتی ما

اتی علی بنی اسرائیل حذو

النعل بالنعل حتی ان کان

منهم من اتی امة علانیة لکان

فی امتی من یصنع ذلک و

ان بنی اسرائیل تضرقت

علی ثلثین و سبعین ملة

وتضرقت امتی علی ثلاث و

سبعین ملة کلهم فی النار

الا امة واحدة قالوا من

هی یا رسول اللہ قال ما

انا علیہ واصحابی رواہ الترمذی

فرق اهل البدعة  
۷۲ فرقة

علیہ السلام نے ہمیں پہلے ہی خبر دی ہوئی  
ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت ۳۳ فرقہ  
پر تقسیم ہو جائے گی..... اور یہ حدیث  
پورے سوال و جواب کے ساتھ میں نے اپنی  
کتاب فارسی الاصول الاربعہ فی  
تردید الوهابیة کے اخیر نقل  
کر دی ہوئی ہے۔ مگر تاہم تکمیل فائدہ  
کے لئے اسے یہاں بھی نقل کرتا ہوں  
کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ  
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت  
پر وہ انقلاب آئے گا۔ جو بنی اسرائیل  
پر آیا تھا یہو بہو، یہاں تک کہ اگر ان  
میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدغلی  
کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ  
ہوں گے، جو ایسا کر گدیں گے امت  
بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں پر تقسیم ہوگئی  
تھی اور میری امت ۳۳ ملت پر تقسیم  
ہوگی اور وہ سارے کے سارے جہنم  
میں جائیں گے مگر ایک فرقہ بچ رہے گا۔  
عاصرین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ  
کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے  
جو ان اصولوں پر قائم ہوگا کہ جن پر میں  
اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ درود التوفیق

وفی روایۃ احمد والبی داؤد عن معاویۃ ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنة وھی الجماعۃ وانہ یخرج فی امتی اقوام تبغاری بہم تلك الاھواء کما تبغاری الکلب بصاحبہ لا یبقی عند عرق ولا مفصل الا دخلتہ فان قیل هل الفرقۃ التي ذکوفی الحدیث من اصل الدعویۃ او من اهل الاجابۃ نقول بل ھی من اهل الاجابۃ لانہم ذکروا بلفظ امتی مکرراً واما اهل الدعویۃ الذین ما امنوا باللہ ورسولہ فلا یدخلون فی امتہ صلی اللہ علیہ وسلم وھمنا سوال آخر اصعب حوالا قلی و تقریرہ آن کل طائفتہ من الطوائف الثلاث والسبعین قدیمی وترجم انہا ھی الطائفتۃ الناجیۃ وانہا ھی مصداق ما انا علیہ واصحابی فمن خالفی جعل ھذہ العقدۃ بالامانۃ فاضطررت اھل السنۃ والجماعۃ والقباءات

ام احمد والبی داؤد حضرت معاویہ سے روایت کرتے ہیں کہ ۷۲ فرقہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اس فرقہ کا نام جماعۃ ہے۔ میری امت میں ایسی قومیں بھی پیدا ہونگی کہ جن کو یہ نوپیدا خیالات اس طرح اڑائیں گے جس طرح کہ دیوانہ کتے کی زہر دوزی سے باول گتے کسے کاتے ہوتے کا کوئی رنگ دریشہ نہیں آتا کہ جس میں اسکی زہر کا خلل نہ ہو۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو دوزخی ۷۲ فرقے حدیث میں مذکور ہیں وہ کوئی نیا اسلام پیش کریں گے یا اسی اسلام کے دعویدار ہوں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سب اسلام کے دعویدار ہونگے کیونکہ حضور علیہ السلام ان کو امت کے لفظ سے بار بار ذکر کیا ہے مگر جو لوگ نیانہ پیش کریں گے یہ وہ ہونگے جو خدا کی طرف سے انہیں مانیتے، اسلئے وہ امت محمدیہ میں داخل نہیں رہیں گی۔ پہلی قسم کا نام اہل اجابت ہے اور دوسری کا نام اہل دعوت اس مقام پہ ایک اور شکل سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم نجات پانے والی (فرقہ ناجیہ) جماعت ہیں ائمہ ہی ما انا علیہ واصحابی کی معنی میں ہیں۔ کیا کوئی یہ عقدہ ایمان داری سے حل کر سکتا ہے؟ اس لئے اس کے جواب میں اہل السنۃ والجماعت بے چین ہوئے اور بارگاہ الہی میں



الی حضرت اللہ تعالیٰ فوجدوا  
 قوله تعالى فلا وربك لا يؤمنون  
 حتى يعطوك دينما شجر بينهم فحكمنا  
 صلى الله عليه وسلم في هذا  
 الفصلة المعضلة فوجدنا بحمد  
 تعالى في ذلك الحديث قوله صلى  
 الله عليه وسلم وهي الجماعة ومعلوم  
 ان لفظة الجماعة جزء من اسم  
 اهل السنة والجماعة في رواية ابی  
 داؤد واحد والمراد من الجماعة كثرة  
 الافراد وكثرة افراد اهل السنة  
 والجماعة المقلدين لهذا اهل الامة  
 شر قاده عن باب من الفرق المقتالة  
 بدیهی لا یحتاج الی دلیل سوال  
 آخر قال بعض اهل الضلال المراد  
 من الجماعة فی الحدیث من كان علی  
 الحق وان قلت افرادہ قلنا لیس  
 الامر کما زعموا لان النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم قال فی حدیث اخر  
 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال  
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ان اللہ لا یجمع امتی او قال امیر  
 محمد علی صلا لہ وید اللہ علی الجماعۃ  
 ومن شد شد فی النار واد التوفی

اهل السنة  
والجماعة

گرد گزائے تو ان کو قرآن مجید کی یہ آیت نظر آئی  
 کہ بخدا وہ لوگ مومن شمار نہ ہونگے یہاں تک کہ  
 وہ اپنے باہمی تنازعات میں آپ کو ج نہ مانیں گے  
 اس لئے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس  
 لا بخل سوال میں اپنا ج مان لیا اور فیصلہ ہو گیا  
 کیونکہ حدیث مذکور میں حضور صلیہ السلام کا یہ لفظ مبارک  
 موجود ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ جماعت ہے اور یہی کو  
 معلوم ہے کہ جماعت کا لفظ فرقہ اہل سنت و جماعت  
 کے نام کا اصلی جزو ہے جیسا کہ امام احمد دارقوٹ  
 کی روایت میں ہے اور جماعت سے مراد ہمیشہ  
 کثرت افراد ہوا کرتے ہیں اور کثرت افراد اہل سنت  
 والجماعہ ہی ہیں جو مذاہب اربعہ کے شرق و مغرب  
 میں مقید ہیں اور یہ کثرت گمراہ فرقوں کے مقابل  
 پر ایسی روشن ہے جس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں  
 (سوال دیگر) ایک گمراہ فرقہ کا قول ہے کہ حدیث  
 میں جماعت کا لفظ آیا ہے اور اسی سے مراد اہل  
 حق ہیں اگرچہ ان کے افراد کی قلت ہو جمہور یا کثرت  
 ہیں کہ یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ وہ خود ہی کریم  
 اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں جسے حضرت  
 ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے فرمایا ہے  
 کہ خدا تعالیٰ میری امت کو یا بالحق لا یغیر انت محمد  
 کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور جماعت یہ خدا کا  
 ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ  
 ہو گا۔ وہ دوزخ میں پھینکا جائیگا (ماہ التوفی)

وَعَنْ أَبِي بَصْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ رَافِعِيَّ أَنْ  
 لَا يَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ فَاعْطَانِيهَا  
 رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ  
 فَاتِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةٍ رَوَاهُ  
 الْبُخَارِيُّ - فَإِنْ قِيلَ دَانَ ذَكَرَ فِي  
 هَذِهِ الْأَحَادِيثِ لَفْظُ الْأَجْمَاعِ  
 وَلَفْظَةُ الْجَمَاعَةِ لَكِنَّهُ لَمْ يَصْرَحْ بِأَنْ  
 الْمُرَادُ مِنَ الْجَمَاعَةِ كَثْرَةُ الْأَفْرَادِ نَقُولُ  
 عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّبِعُوا  
 السُّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مِنْ شَذِّ  
 شَذِّ فِي النَّاسِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ  
 مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ  
 ذَنْبُ الْإِنْسَانِ كَذَنْبِ الْغَنَمِ يَخْذُ  
 الشَّاةَ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاجِيَةَ وَيَأْكُلُ  
 وَالشَّعَابَ وَهَلِيكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْمَعَامَةِ  
 رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ  
 عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ مَشَبَّهَا  
 فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ

امۃ محمد  
لا تجتمع  
على الضلالة

ابو بصیرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا  
 ہے کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی تھی کہ میری  
 امت گمراہی پر متفق نہ ہو تو خدا نے مجھے یہ عطیہ بخش  
 دیا (رواہ طبرانی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ  
 عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مرجا  
 تو ہے دینی کی موت ہو گئی۔ (رواہ البخاری) اگر  
 یہ سوال کیا جائے کہ اگرچہ حدیث میں لفظ جماعت  
 یا لفظ اجتماع مذکور ہے۔ لیکن احادیث میں یہ  
 تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کثرت افراد یا  
 قوم اس کے جواب میں یوں کہیں گے کہ حضرت ابن  
 عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کثیر التعداد  
 جماعت کی تابعداری کرو، ورنہ جو الگ ہو گا، وہ الگ  
 جہنم ہو گا (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت معاذ بن جبل  
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے لئے  
 بھیڑیاء ہے صی طرح کہ بھیڑ بکری کے لئے بھیڑیاء ہو گا  
 ہے اور وہ اس بھیڑ بکری کو پکڑ لیتا ہے جو ریڈ  
 سے الگ چرتی ہے یا کنارہ کرتی ہے تم یہی کنارہ  
 کشیوں پر نیر رکھو اور عام اہل اسلام اور جمادات  
 رکھو (رواہ احمد) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی  
 کریم نے فرمایا ہے کہ جو جماعت کے ایک باشندہ بھیڑیاء  
 ہو گا یوں سمجھو کہ اس اسلام کا جو آپ اپنی گون سے آنا دیا

رواہ احمد ابو داؤد مشکوٰۃ شریف  
 فجملة السواد الاعظم ولغة العامة  
 تصریح بکثرة الافراد وکثرة افراد  
 اهل السنة والجماعة بالنسبة الى  
 جميع طوائف الضلال امر بدیہی  
 معلوم بالضرر فثبت ان الفرقة  
 الناجية هي اهل السنة والجماعة  
 المقلدين للذاهب الاربعة المشهورة  
 والحمد لله على ذلك اذا علمت هذا  
 فاعلم ان المجاز والحقيقة مستعملان  
 في جميع لغات العرب والعجم  
 شقیها وسعیها حتی فی کلام  
 الله تعالى الملك العلام ولتقتصر  
 فی هذا المقام بذکر بعض آیات  
 القرآن الحکیم قال الله تعالى الله  
 یتوفی الانفس حین موتها وقال  
 تعالى قل یتوفانا ملک الموت  
 الذی وکل بکر فالاول حقيقة  
 والثانی مجاز قال الله تعالى یهب  
 لمن یشاء انا ثاویہب لمن یشاء  
 الذکور وقال تعالى حکایت عن  
 جبریل علیہ السلام لاهب للث  
 غلاما نکتیا فالاول حقيقة و  
 الثانی مجاز قال الله تعالى قل

الفرقة الناجية

المجاز والحقيقة

رواہ احمد ابو داؤد یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی  
 ہے۔ بہر حال السواد الاعظم یا العامة فظاً کثرت  
 افراد کی تصریح کر رہا ہے۔ ادھل سنت والجماعت  
 کے افراد کی کثرت تمام گمراہ فرقوں کے مقابلہ پر پائل  
 واضح اور صاف ہے۔ اور ہر ایک کو معلوم ہے اس  
 لئے ثابت ہو کہ اس مقام پر فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت  
 والجماعة ہی ہے جو مشہور مذاہب اربعہ کے مقلدین  
 (المحمد علی ذلک) ان معلومات کے بعد واضح رہے  
 کہ عرب و عجم کی تمام زبانوں میں حقیقتہً و مجازاً کا استعمال  
 موجود ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری یہاں تک کہ خود  
 کلام الہی میں بھی یہ دونوں موجود ہیں چنانچہ ہم چند  
 آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں (اول) یہ کہ خدا  
 موت کے وقت روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے  
 پھر فرمایا کہ ملک الموت تمہیں وفات دیتا  
 ہے جو تم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ پس توفی کا  
 تعلق خدا سے حقیقی ہے اور فرشتے سے  
 مجازی۔ دوم، خدا جسے چاہتا ہے  
 لڑکیاں بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے  
 لڑکے بخشتا ہے۔ پھر حضرت جبریل  
 علیہ السلام کا قول میں منقول ہے کہ آپ  
 نے حضرت مریم علیہا السلام کو یوں کہا  
 تھا کہ میں اس لئے تیرے پاس آیا  
 ہوں کہ تمہیں مقدس لڑکا دوں۔ خدا کا یہ حقیقی ہے  
 اور جبریل کا مجازی۔ سوم، میرے بندو!

یا عبادی الذین اسرفوا دن عبادی  
 لیس لبث علیہم سلطان وقال تعالیٰ  
 من عباد کبر واما تکبر فالاولیٰ حقیقۃ  
 والمثلث جمانہ قال اللہ تعالیٰ هو  
 بھی ویمیت وقال تعالیٰ حکایہ عن  
 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام واجی الموقی  
 باذن اللہ فالاولیٰ حقیقۃ والثانی مجاز  
 قال اللہ تعالیٰ واللہ یمدی من یشاء  
 الی صراط مستقیم وقال تعالیٰ واما  
 لتهدی الی صراط مستقیم فالاول  
 حقیقۃ والثانی مجاز قال اللہ تعالیٰ  
 یدبر الامر وقال تعالیٰ فالمدبرات امر  
 فالاول حقیقۃ والثانی مجاز قال اللہ  
 تعالیٰ قل لا یعلمون فی السموات والارض  
 الغیب الا اللہ وقال تعالیٰ حکایہ عن سیدنا  
 عیسیٰ علیہ السلام وانبشکو جاتا کلون  
 وما تدخرون فی میوتکم وقال اللہ  
 تعالیٰ حکایہ عن سیدنا یوسف علیہ السلام  
 لا یا قلمکما طعام ترزقانه الا نباء تکما  
 بتا ویلہ قبل ان یا تکما فالاول حقیقۃ  
 والثانی مجاز قال اللہ تعالیٰ عن سیدنا  
 ابراہیم واذ امرت فهو یشغین و  
 قال تعالیٰ حکایہ عن  
 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

جنہوں نے بے اعتدالی کی ہے رحمت الہی سے ناہید  
 نہ ہو جاؤ اور شیطان سے یوں کہا کہ میرے بندوں پر  
 تیرا تسلط نہ ہوگا پھر فرمایا کہ تم اپنے بندوں اور  
 کینزوں کے نکاح کر دیا کرو پس پہلی دعوتوں میں  
 جہد کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور تیسری آیت میں  
 لوگوں سے تعلق مجازی ہے (چہا دم، خدا ہی محنت جیتا  
 دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یوں نقل  
 کیا ہے کہ میں بفضل خدا مردے زندہ کرتا ہوں۔ تو  
 زندگی دینے کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور حضرت عیسیٰ سے  
 مجازی و تنہم، خدا ہے چاہے راہ راست دکھائے اور  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ راہ راست دکھاتے  
 ہیں مگر الہی ہدایت حقیقی ہے اور ہدایت نبوی مجازی ہے  
 (ششم، خدا کائنات کی تدبیر کرتا ہے پھر فرمایا کہ  
 قسم ہے انکی جو تدبیر کرے گا میں پہلی آیت میں حقیقت  
 دوسری میں مجاز (ہفتم، کہو، جو لوگ یا فرشتے آسمان و  
 زمین میں ہیں انہیں سے کوئی بھی غیب میں جانتا لیکن اللہ  
 غیب جانتا ہے اور حضرت عیسیٰ کا حال یوں بتایا کہ آپ  
 کہتے تھے کہ میں تم کو سب کچھ بتاؤں گا، جو تم کھلے ہو یا  
 جمع رکھے ہو اپنے گروں میں پھر حضرت یونس علیہ السلام کا یہ  
 دو قیدیوں میں کہتے تھے کہ نہیں آئیگی تمہارا خدا انہیں  
 دیجاتی ہے مگر میں اس کے آنے سے پہلے ہی تمہارے خوابوں کی  
 تفسیر کر دیتا تھا پہلی آیت میں حقیقۃ دوسری وہ آیتوں میں  
 ہے (ہفتم، حضرت یونس علیہ السلام کا قول یہ نقل کیا ہے کہ آجپتے ہیں کہ جب  
 میں بچا رہتا ہوں تو خدای مجھ سے خدا دیتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے

والاکہ والابریص وأُمّی الموقی باذن  
 اللہ فالاولی حقیقة والثانی  
 مجاز قال اللہ تعالیٰ وهو  
 الخلاق العظیم وقال تعالیٰ  
 حکایتہ عن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام  
 انی اخلق لکم من الطین کھیتۃ  
 الطیر فیکون طیرا باذن اللہ  
 فالاولی حقیقة والثانی مجاز  
 قال اللہ تعالیٰ ان اللہ  
 هو الرزاق ذو القوة  
 المتین وقال تعالیٰ واذا حضر  
 القسمۃ اولوا القرۃبى والیثمی و  
 المساکین فاسر زقوهم من ذل الاول  
 حقیقة والثانی مجاز قال اللہ تعالیٰ  
 ان اللہ هو السميع البصیر وقال  
 تعالیٰ انا خلقنا الانسان من نطفۃ  
 امشاج بنتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا  
 فالاولی حقیقة والثانی مجاز الی  
 غیر ذلک من الایات القرآنیۃ والاعتقاد  
 النبویۃ فاذا کان المجاز مستعملا فی  
 کلام اللہ تعالیٰ علی العباد فان استعملہ  
 عباده فی بعض عبادہم فاتی قبائ  
 فیروینی علی هذا الاصل مسائل  
 کثیرۃ الی ہی معرکۃ الاراء بین المقلدین

کہ میں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا  
 ہوں اور خدا کے فضل سے مردے بھی زندہ کر لیتا  
 ہوں پس پہلی آیت میں حقیقت ہے دوسری میں  
 مجاز (نہم) فرمایا کہ خدا ہی پیدا کرنے والا اور خوب  
 جاننے والا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول  
 بیان کیا کہ میں مٹی سے پرندوں کی وضع و شکل  
 بناتا ہوں اور اس میں چھوٹک مارتا ہوں تو وہ خدا  
 کے فضل سے پرندے بن جاتے ہیں یہاں بھی پہلے  
 حقیقت ہے پھر مجاز ہے (دہم) فرمایا کہ وہی خدا الکریم  
 کا رزق ہے اور بدست طاقت کا مالک ہے پھر  
 فرمایا کہ جب میراث تقسیم کرنے کے وقت رشتہ دار  
 یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو اس میں سے ان کو رزق  
 دو یہاں بھی پہلے حقیقت ہے پھر مجاز ہے (دیار دہم)  
 فرمایا کہ خدا ہی سمیع و بصیر ہے پھر فرمایا کہ ہم نے  
 انسان کو غلط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اس کو دنیا کے  
 ابتلا میں ڈالیں اس لئے اسے سمیع و بصیر بنا دیا پہلے  
 سمیع و بصیر حقیقت ہے دوسرا مجاز۔ الغرض اس قسم  
 کی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ بہت ہیں پس جب  
 حقیقت و مجاز کا استعمال قرآن مجید میں موجود  
 ہے تو اگر اسے خدا کے بندے استعمال کر لیں اپنے  
 محاورات میں تو کون سی قباحت ہوگی  
 بہر حال اس اصول پر کئی ایک  
 مسائل کی بنیاد قائم ہے۔ جو  
 مذاہب اربعہ کے مقلدین اور

للمذاهب الأربعة وبين غير  
المقلدين للمذاهب ومن  
نحى نحوهم فمن تلك المسائل  
مسئلة علم الغيب للنبي صلى  
الله عليه وسلم وبعض خواص  
أئمة فاذ اجاز ان يخبر سیدا نا  
عیسی علیہ السلام بما یا کلون  
وما یدخرون ائمة فی بیوتهم  
فلما لا یجز ان یخبرنا سیدنا  
رسول الله صلى الله عليه وسلم  
اد بعض خواص ائمة ببعض المغیبات  
والامور الاتیة فی الدنیا و  
البرزخ فان قيل ان ذلك كان  
معجزة لسیدنا عیسی علیہ السلام  
قلنا لا یجز ان تكون هذه  
الامور معجزة لسیدنا رسول الله  
صلى الله عليه وسلم وكرافة لخواص  
ائمة فان قيل كان ذلك باعلام الله  
تعالى اياه قلنا كذلك كان هذا  
باعلام الله تعالى اياه وليعلم ان  
مسئلة علم الغيب من اكبر المسائل  
المتنازعة بين علماء الوقت ودفع  
الطرفان فی الافراط والتفريط و  
تشاجر ابینهم امثال المشاجرات و

علم الغیب

وہابیوں کے درمیان زیر بحث اور استدلالی جنگ  
کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ یہی طرح ان لوگوں کے درمیان  
جو ان کے طریق پر چلتے ہیں چنانچہ ان میں ایک  
علم غیب کا مسئلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
اور خاندان ائمتہ خدیوہ کو حاصل کیا یا نہیں؟ پس  
جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانے اور گھر دے کے خدیوہ  
کی خبر غیب دیتے ہیں تو یہ امر کیوں جائز نہ ہوگا کہ نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمتہ خدیوہ کے خاص  
خاص تقرب بندے بھی غیب کی چند خبریں دیں  
یا دنیا کے مستقبل کے حالات اور برزخ کے حالات  
بتائیں اگر یہ اعزاز کیا جائے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی  
کیوں معجزہ نہیں ہو سکتی اور خواص ائمتہ کے  
سے کرامت کیوں نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ سوال ہو  
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو خود خدا بتا دیتا  
تھا، تو ہم کہیں گے کہ ہمارے رسول نبی اللہ  
علیہ وسلم کو بھی خدا بتا دیتا تھا۔ اب واضح  
ہے کہ مسئلہ علم غیب ایک عظیم الشان  
زیر بحث مسئلہ ہے جس پر علمائے وقت  
جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور فریقین افراط و  
تفریط میں پڑ گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے  
ان کے درمیان سخت اختلاف رونما  
ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے

المسئلة

كفر بعضهم بعضا فقوم اثبتوا  
 علم الغيب الكلّي والجزئي وما كان  
 وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم  
 باعلام الله تعالى اياه وقوم نفوا  
 العلم الكلّي راسا عند صلى الله  
 عليه وسلم وقالوا ان علم الغيب الكلّي  
 لا يكون الا الله تعالى واما الجزئي  
 فكما يكون للرسول كذا كذا يكون  
 للجانين والبهائم عياذا بالله تعالى  
 عن هذه العقيدة المفضحة عن  
 توهين الرسول صلى الله عليه وسلم  
 المفضحة الى سوء الخاتمة وقوم  
 اثبتوا للنبي صلى الله عليه وسلم  
 جميع علوم الغيب التي تتعلق بالنبوة  
 من احوال المآل صم السالفه وحوال البرزخ  
 وحوال القيامة ونعم الجنة و  
 عذاب النار وبعض علوم العالم  
 العلوي والسفلي باعلام الله  
 تعالى اياه وهذه العقيدة  
 هي المتوسطة بين الافراط  
 والتفريط واقرب للتقوى  
 وليت شعري اي جواب للمشبين  
 جميع علم الغيب الكلّي والجزئي وما كان  
 وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم في العلوم

کو کا فر بھی کہہ چکے ہیں۔ کیوں کہ ایک فرقہ  
 نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم  
 غیب کلی اور غیب جزئی اور غیب ماضی  
 مستقبل ثابت کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے  
 آپ کو ان سب چیزوں کا علم دیا تھا۔ ایک  
 فرقہ نے سرے سے علم کلی ہی کی نفی کر دی ہے کہ وہ  
 حضور علیہ السلام کو حاصل نہ تھا کیونکہ علم غیب کلی اللہ تعالیٰ  
 کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور غیب جزئی تو کوئی بھی  
 بات نہیں کیونکہ وہ جس طرح رسول کو حاصل ہے۔ اس طرح  
 دیوانوں اور چارپایوں کو بھی حاصل ہے (خدا ایسے عقیدہ سے  
 بچائے) یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس میں رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اظہار ہوتا ہے اور  
 کشاں کشاں برے خاتمہ تک پہنچانے والا ہے۔ ایک  
 فرقہ نے وہ تمام علوم غیبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 لئے ثابت کئے ہیں جو رسالت اور نبوت سے تعلق  
 رکھتے ہیں یا گذشتہ امتوں اور احوال برزخ یا قیامت  
 کے خوفناک حالات سے تعلق رکھتے ہیں یا جنت کی نعمتوں  
 اور دوزخ کے عذاب کے تعلق ہیں اس کے علاوہ علم  
 غیب بھی جو عالم بالا اور دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو  
 خدا تعالیٰ نے آپ کو بتا دیے ہیں اور یہ عقیدہ افراط و  
 تفريط کے درمیان ہے اور تقویٰ کے قریب ہے۔ کشاں  
 ہمیں معلوم ہو جاتا کہ جو لوگ تمام قسم کے علوم غیبیہ کلی  
 جزئی اعمیٰ حال اور مستقبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے لئے ثابت کرتے ہیں وہ ان علوم کے متعلق کیا جواب

المنہیۃ فی الشرع کالجہوم والجہنم  
والنیرخجات والکھانۃ والموسیقی  
والسحر والرحل والحکمۃ الیونانیۃ  
فی الالہیات وما جوا بہم بقول  
اللہ تعالیٰ وما علمناہ الشعر وما  
ینبغی لہ وقولہ تعالیٰ وما هو  
بساحر وما هو بقول کاہن۔  
فان قیل ہذا العلوم لبست من  
الغیب بل من الشہادۃ نقول اما  
کانت ہذا العلوم داخلۃ فیما  
کان وما یکمن فان قیل نعم  
قلنا رفع اللہ تعالیٰ ساحتہ السالۃ  
عن الکرامۃ بھذا العلوم فاند  
ہو الرسول النبی الامی والکف  
کا نوائیہ ہوندہ بالسم قال اللہ  
تعالیٰ وما ہو ساحر ویتموند  
بالکھانۃ قال اللہ تعالیٰ ولا  
بقول کاہن وکانوا یقولون  
انما یعلم بشر قال اللہ تعالیٰ  
لسان الذی یلحدون الیہ العجی  
وہذا السان عربی مبین وان  
قیل لایعنی لیست ہذا العلوم  
داخلۃ فیما کان وما یکون  
نقول ففی ای شیء تدخل ہذا

دیں گے جو شرع میں ممنوع قرار دینے گئے ہیں۔ مثلاً بخرا  
جفر شعبہ بانہ کہات بسوقیہ سحر۔ رب۔ یونانی  
فلسفہ جو الہیات کے متعلق ہے۔ دیکھا یہ بھی آپ کو  
حاصل تھے؟ اور وہ اس کا بھی کیا جواب دیں گے  
کہ خود خدائے تعالیٰ نے تصریح کے ساتھ فرمایا ہے  
کہ ہم نے اپنے رسولؐ کو سحر کا علم نہیں سکھایا اور  
نہ ہی علم آپ کے شان کے شایاں ہے۔ اور یہ بھی  
فرمایا کہ آپ جادوگر نہ تھے اور یہ قرآن کی کاہن کا  
قول نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علوم اور غیب  
نہیں بلکہ از قسم ظاہر ہیں تو ہم جواب میں پوچھیں گے  
کہ اگر وہ غیب ہیں وہل نہیں تو کیا وہ ماکان و مایکون میں  
بھی داخل ہیں یا نہیں؟ تو اگر جواب دیا جائے کہ ہاں  
وہ ان میں داخل ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگرچہ وہ داخل ہیں  
مگر خدائے تعالیٰ نے ذات رسالت کو ان علوم کی آمائش سے  
صاف کر دیا تو اسے کیونکہ آپ رسولؐ آتی تھے کفار جادو  
کا الزام دیتے تھے مگر خدائے تعالیٰ نے کہا کہ جادوگر نہیں۔  
پھر وہ کہات کا الزام دیتے تھے کہ جن بھوت کے ذریعہ  
سے آپ خبریں دیتے ہیں لیکن خدائے تعالیٰ نے کہا کہ یہ قرآن کی  
کاہن کا قول بھی نہیں۔ پھر وہ کہتے تھے کہ کوئی اور انکی  
آپ کو یہ قرآن سکھاتا ہے تو خدائے تعالیٰ نے کہا کہ جس آدمی  
کی طرف تعلیم قرآن کو مذکور کرتے ہیں وہ تو جی ہے۔  
عربی زبان جانتا ہی نہیں اور یہ قرآن فصیح عربی میں ہے  
اگر یوں کہا جائے کہ ہمیں مبنی ماکان اور مایکون میں یہ  
علوم ممنوعہ داخل نہیں تو ہم پوچھیں گے کہ پھر یہ علوم



العلوم۔ و آتی جواب للناس من  
 اخباره صلى الله عليه وسلم  
 بعد ابل لقبر وسوال الملكين وضغطه  
 المقبر واخباره عليه الصلوة والسلام  
 بالفتوحات الاسلاميه قبل  
 وقوعها واخباره باحوال اخر الزمان  
 فوقع جميع ما اخبر به صلى الله عليه  
 وسلم كما اخبر به وای جواب لهم  
 من تعیین مواضع قتل الکفار نے  
 البدر فقتلوا فی تلك المواضع وهل  
 اليها ثم والمجاهدين يخبرون بمثل هذا  
 وتسمعت من اعمى الله قلبه ان النبي  
 صلى الله عليه وسلم لو كان يعلم  
 فتح المسلمين وقتل الكفار ببدر لما  
 التجأ الى الله في مجوده بفتح المؤمنين  
 وقتل الكفار ولم يعلم المحرم ان عا  
 عليه الصلوة والسلام للمسلمين كان  
 تعبداً ادقوا ضعا لله تعالى اما كان  
 عليه الصلوة والسلام يعلم بان الله على  
 الصراط المستقيم لقوله تعالى انك على  
 الصراط مستقيم ومعد لك يوم في صلوة  
 اهدنا الصراط المستقيم قال الله تعالى  
 عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا  
 من ارتضى من رسول وقال الله تعالى

منوعه کس قسم میں داخل ہوں گے اور منکرین علم غیب  
 ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ جن میں نبی  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر۔ سوال ملائکہ۔ قبر  
 کی تنقی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ نے قبل از وقوع  
 فتوحات اسلامیہ کی خبر دی ہے یا اخر زمانہ کی خبریں  
 دی ہیں۔ ملائکہ سب کچھ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا کہ  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور اس کا کیا جواب  
 ہوگا جو آپ نے قتل کفار کے مقامات قتل جنگیں  
 بتائے تھے۔ چنانچہ وہیں وہ قتل ہوئے جہاں آپ نے  
 کہا تھا۔ کیا چار پائے اور دیوانے بھی ایسی خبریں  
 سکتے ہیں؟ میں نے خود اس آدمی سے سنا ہے جس  
 کے دل کو فتنے نہ دھا کر دیا تھا کہتا تھا کہ اگر نبی کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی فتح جلتے ہوتے اور بدتر  
 قتل نہ کی خاص خاص جلیں جاتے ہوتے تو مسلمانوں  
 کی فتح کے لئے اور قتل کفار کے واسطے عید میں پھر کر  
 دعا نہ کرتے ہیں کہتا ہوں کہ اس مجرم بھقل کو معلوم  
 نہیں کہ ضرور علیہ السلام کی دعا کرنا مسلمانوں کے حق  
 میں خدا کے سامنے تواضع اور اظہار شکساری تھی۔  
 کیا آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں۔  
 حالانکہ خدا نے بتا دیا ہوا تھا کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں  
 تاہم آپ نمازیں یہ الفاظ پڑھ کر کرتے تھے کہ اھدنا  
 الصراط المستقیم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارا خدا  
 عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا  
 مگر اس رسول کو جسے وہ پسند کرے۔ پھر یہ بھی فرمایا

وما كان الله ليطلعكم على الغيب  
ولكن الله يجتبي من مرسله من يشاء  
اما كان النبي صلى الله عليه وسلم  
هو الرسول المرتضى والرسول المجتبي  
فان قيل نعم دخل النبي صلى الله عليه  
وسلم في الاستثناء في الآية الاولى  
لانده هو الرسول المرتضى وفيه مضمون  
ولكن الله يجتبي من مرسله من يشاء  
لانده هو الرسول المجتبي وان قيل لا  
فقول فمن الرسول المرتضى والمجتبي  
الذي ذكره الله تعالى في الآيتين  
المنذورتين والتحقيق في هذا المقام  
ان جملة عالم الغيب تصمم اطلاقاته  
النبي صلى الله عليه وسلم باعتبار بعض  
ولا تصمم باعتبار البعض الآخر فان علم  
بعض الغيبا كما جازاه صلى الله عليه  
وسلم باحوال العالم للبرزخ من مدغطة  
القبور وسؤال الملكين ونسخة القبر  
سبعين ذراعا على الطيع وضيقة  
على العاصي وارجاره باحوال القيمة  
من الوقوف والميزان والمصراط والحوض  
الشفاعة والجنة ونعيمها والنار وحجتها  
واجازاه ببعض الغيبا الدنيوية كموافقة  
قتل المشركين ببدنهم وركابهم وطعن

كفداؤهم كعلم غيب پر مطلع کرنے کے قریب ہی نہیں  
ہے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے انتخاب  
کر لیتا ہے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ اور  
مستحب شدہ رسول نہ تھے؟ اگر یوں کہا جائے کہ وہ  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی آیت کے استثناء میں داخل  
ہیں۔ کیونکہ آپ برگزیدہ اور پسندیدہ رسول ہیں جس کا  
ثبوت اس آیت میں ہے کہ لیکن اپنے رسولوں میں سے  
اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے کیونکہ  
آپ ہی رسول مجتبیٰ ہیں۔ اگر اس کا انکار کیا جائے تو  
پھر ہم پوچھیں گے کہ حضور علیہ السلام کے سوا  
دو اور آیات میں کس رسول مجتبیٰ و مرتضیٰ کا ذکر ہے؟  
اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ عالم الغیب کے فقرہ کا  
استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی ہے باعتبار بعض  
علم غیب کے اور بعض علم غیب کے اعتبار سے صحیح نہیں  
کیونکہ بعض منیبات کا خبر دینا آپ سے بالکل صحیح  
اور روشن ہے مثلاً آپ کا عالم برزخ کے متعلق قبر کی  
تنگی اور کثرت کیسے سوانوں کی خبر دینا اور تک بندہ  
کی قبر کا کھنڈ تک وسیع ہونے اور ہمارے پرنگ شو  
کی خبر دینا یا احوال قیامت میں خدا کے سامنے پیش ہونے  
وزن اعمال۔ پھر اصراط حوض کوثر شفاعت جنت اور  
اس کی نعمتیں اور دوزخ اور اس کی آگ کا خبر دینا یا  
چند معاولات دنیاویہ سے خبر دینا مثلاً برزخ میں شراب  
کی قتل گاہیں بتانا یا صاحب بن بنتہ کی جیٹی واپس  
لینا جو اس نے پوشیدہ طور پر شرکین کو لکھی تھی۔

بلتعه المکتوب الی قریش و اجازہ باجھل  
 یما اخفاہ فی یدہ من الحصاة و اجازہ  
 بقتل ملک القرین صیحة لیلۃ قتله و  
 اجازہ بموت الجاشی و صلوة الجنائزہ  
 علیہ فی المدینۃ و اجازہ بأعلی الارضۃ  
 صحیفۃ المعاہدۃ لقریش المعلقۃ فی  
 جوف الکعبۃ و اجازہ بموت جعفر الطیار  
 و مر فیقہ فی غزوۃ المؤمنۃ و اجازہ  
 بالفتح علی ید الحالد بن الولید سیف اللہ  
 و اجازہ بفتح باب قلعتہ الخیبر علی ید  
 علی المرتضیٰ و اجازہ بسم الشاة المسمو  
 الی اھد قھما الی الیہود یدہ و اجازہ  
 بقتل علی المرتضیٰ ذوالشدین من الخازن  
 و اجازہ بقتل باخر الزمان الی غیر ذلک  
 من الاجازات المعنیۃ کما لا ینحی علی  
 من لہ اذنی ممارستہ فی العلوم الالہیۃ  
 فان قیل اجازاتہ بالمغیبۃ المذکورۃ  
 کان باعلام اللہ تعالیٰ آیۃ قلنا  
 حصل المقصود و معنی قلنا ان اجازاتہ  
 بالمغیبات کانت من عند نفسه بغير  
 اعلام اللہ تعالیٰ فاطلاق جملة عالم  
 الغیب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بهذا  
 الاعتبار فمن قال من المقلدین انه  
 عالم بجمیع الغیوب اذ قال عالم

یا یوحی کو بتانا کہ اس کی کٹھی میں کنکریاں ہیں۔ یا شام  
 خاس کے قتل کی خبر دینا خاص نبی صبح کو جبکہ مار گیا  
 تھا۔ یا موت نجاشی شاہ حبشہ کی خبر دینا۔ پھر مدینہ طیبہ  
 میں اسپر فائزہ جنازہ پڑھنا۔ یا یہ خبر دینا کہ ایک اس  
 کا قدم معاہدہ کو کھانسی ہے جو قریش نے آپ کے خلاف کر  
 بہت اللہ شریف میں آویزاں کیا تھا۔ یا حضرت جعفر طیار  
 رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا اور اس کے دو  
 رفیقوں کی خبر دینا جنگ تبوک میں یا حضرت خالد بن  
 کے ہاتھ پر فتوحات کا حاصل ہونا یا حضرت علی کرم اللہ  
 کے ہاتھ پر قلعہ خیبر کا فتح ہونا یا بکری کے گوشت میں زہر  
 ملنے کی خبر دینا جو یہودیوں نے آپ کی خدمت میں بطور  
 تحفہ بھیجا تھا۔ یا آپ کا خبر دینا کہ حضرت علی کرم اللہ  
 وجہہ ذوالشدین خارجی کو قتل کریں گے۔ یا آخر زمانہ  
 میں فتنوں کا پیدا ہونا۔ غرضیکہ اسی قسم کی غیبی خبریں  
 کئی ایک ادبھی آپ نے دی ہیں جو اس شخص پر  
 مخفی نہیں جو علوم اسلام میں مہارت اور واقفیت  
 رکھتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ تو خدا کے بتانے  
 سے آپ نے بتائی ہیں اس لئے یہ خبریں غیب نہیں  
 بلکہ از قسم وحی ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی ہمارا کلام  
 ثابت ہو کہ آپ عالم الغیب تھے اور جب یوں کہا جا  
 کہ خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر کشف کے طور پر آپ نے  
 یہ خبریں دی تھیں تو اس صورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح ہوگا۔ جو تقلیدیں کہتے  
 ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام قسم کے غیب کو جانتے تھے

جاکان وما یکن فرجة من العلوم  
العلوم التي تتعلق بالرسالة و  
التبلیغ و انعام المنکون و احوال  
الانبياء المتقدمين و نجاتهم  
المطيعين و هلاك المنکون احوال  
امته عليه الصلوة والسلام في اخر  
الزمان و ما يأتي عليهم من الفتن و  
ما يجري عليهم من المحن حتى يدخل  
اهل الجنة الجنة و اهل النار النار نعم  
العلوم التي لا يليق بدون الشجر الحق  
والرحم و السيمياء و الكيمياء و غير  
ذلك و العلوم التي لا تعلق بها بالرسالة  
و النبوة و التبلیغ كعلم  
هنا قيل الجبال و كاشيل البحار و  
قطرات الامطار و اوراق الاشجار  
الى غير ذلك من العلوم التي لا تعلم  
اسمها و لا رسمها فذلك كله مختصة  
بخالقها و منشئها و مغيثها  
فان قيل اذ اثبت انه صلى الله  
عليه و سلم عالم ببعض  
العلوم فما معنى اطلاق  
جملة عالم الغيب عليه قلنا  
ثبوت الصفة للشخص لا  
يقتضي العلوم لتلك الصفة

یا یوں کہتے ہیں کہ آپ کو تمام ماکان و مایکن کا علم  
غیب تھا تو ان کی مراد بھی وہی علوم غیبیہ ہیں۔ جو  
تبلیغ رسالت و منکرین کو جواب کرنے یا گذشتہ  
انبیاء علیہم السلام کے حالات معلوم کرنے کے متعلق  
ہیں یا ان کی مطیع امت کی نجات و منکرین کی ہلاکت  
کے متعلق ہیں۔ یا جو امت محمدیہ کے احوال سے تعلق  
رکھتے ہیں جو اخیر زمانے میں پیش آئیں گے یا ان فتنوں  
کی بابت ہیں جو امت محمدیہ پر آنے والے ہیں یا ان  
مکالیف کے متعلق ہیں جو ان پر آئیں گی۔ بہا تک کہ  
اہل بیت جنت میں چلے جائیں گے و اہل نار و درخ  
میں پڑیں گے مگر ہاں وہ علوم جو آپ کے شان سے بیان  
نہیں مثلاً علم شعر۔ جفر۔ دل۔ سیمیا۔ کیمیا وغیرہ اور  
وہ علوم کہ جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے قطعاً نہیں۔  
مثلاً پہاڑوں کے وزن معلوم کرنا۔ سمندوں کے پانی  
ماپنے کا علم یا بارش کے قطرات کی گنتی یا درختوں کے  
پتوں کی گنتی اور اسی قسم کے اور علوم کہ جن کے نام  
بھی ہم نہیں جانتے اور نہ ہی ہمیں ان کی تشریح  
معلوم ہے۔ تو یہ سب قسم کے علوم خاص خدا کے خالق سے  
ہی تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان کو پیدا اور فیکر کرے و  
کسی انسان کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر کہ جائے  
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیبیوں کے عالم  
ہیں تو پھر عالم الغیب کے فقرہ کا آپ پر استعمال  
کرنے کا کیا مطلب ہوگا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ  
کسی شخص کو کسی صفت سے موصوف کرنے کا یہ

بل یکنفی فی ذلک حصول بعض  
افراد الصفة لذات الشخص  
فانک اذا قلت زید عالم  
فلیس المراد ان زیداً عالم  
بجميع علوم العالم حلالاتها و  
حرامها بل المتبادر من هذا القول  
ان زیداً عالم بعلوم المروحة  
المتداولة قال الله تعالى ان  
الانسان لیطغی ان رآه استغنی  
ای بعض الانسان فان کثیراً  
من الأغنیاء كانوا عباداً لله  
المصالحین بل الانبیاء والمرسلین  
صلوات الله علیهم اجمعین ومن  
تلك المسائل مسئلة ایصال  
ثواب الاعمال لارواح الاموات  
قالوا احرام او منوع او لغو عجیب  
لا یضر ولا ینفع علی اختلاف  
آراءهم مستدلین بقوله تعالى  
وان لیس للانسان الا ما سعی  
وفي هذه المسئلة اختلاف کثیر  
علماء الظرفین و ذکر حججهم بطول  
والعبد الضعیف مؤلف الرسالة  
لما ساری بیان الشیخ ابن القیم الجوزی  
الحنبلی فی هذه المسئلة مشحوناً

المسئلة

معنی نہیں ہوتا کہ اس صفت کے تمام اقسام بھی  
اس میں موجود ہوں۔ بلکہ اتنا ضروری ہوتا ہے کہ  
اس کے بعض حصے اس میں پائے جائیں کیونکہ جب  
یہ کہتے ہو کہ زید عالم ہے اس سے یہ مراد نہیں  
ہوتی کہ زید تمام قسم کے علوم دنیاوی بحال جہاں  
وغیرہ سب جانتا ہے۔ بلکہ بلا تکلف یہی ذہن میں  
آتا ہے کہ زید علوم مردہ کا عالم ہے جو روزمرہ  
استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کا قول ہے کہ انسان  
بیشک کفایت سے پرہیز جاتا ہے جبکہ وہ اپنے آپکو مستغنی  
دیکھتا ہے۔ اس سے مراد بھی بعض انسان ہیں ورنہ  
کئی ایک مالدار اللہ کے بندے ہو کر رہتے ہیں بلکہ  
مالدار انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی  
تھے۔ اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ایصالِ ثواب  
کا بھی ہے۔ کہ مردوں کی روحوں کو اپنے اعمال کا  
ثواب پہنچایا جائز ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں  
کہ حرام ہے یا منکر ہے یا بیفائدہ ہے جس میں  
نفع ہے نہ نقصان۔ اس کے متعلق ان کے  
خیالات مختلف ہیں بہر حال ثابین کی دلیل یہ ہے  
کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے اپنی کمالی  
کام آئے گی۔ اس مسئلہ میں فریقین کے علماء کے  
درمیان بڑا اختلاف ہے جن کے دلائل کا ذکر  
کرنا طوالت ہوگا۔ مگر اس رسالہ کے مصنف عبد  
صنعیت نے جب شیخ ابن قیم جوزی حنبلی کا اس مسئلہ  
میں ایک مضمون دیکھا جس میں انصاف بھرپور تھا

بالانصاف اخذ بہد استحسن  
المقابلة معهم باعتقاد الشيخ  
فيها لانه من اكابر مشايخهم والذهب  
لعلهم يرجعون الى الحق وها انا  
اذكر ما قال الشيخ رحمه الله تعالى  
في كتاب الرد فقال واما المسئلة  
السادسة عشر وهي هل تنتفع امرؤ  
الموتى بشي من سعي الاجياء ام لا  
فالجواب انها تنتفع من سعي الاجياء  
بامر من يحبه عليهم ما بين اهل السنة  
من الفقهاء واهل الحديث التفسير  
احد، هاما تسبب اليه الميت في  
حياته واثاني دعاء المسلمين  
له واستغفارهم له والصدقة  
والجمل على نزاع ما الذي يصل  
من ثوابه هل هو ثواب الانفاق  
او ثواب العمل فحنذا الجمهور يصل  
ثواب العمل نفسه وعند بعض  
الحنفية انما يصل ثواب الانفاق  
واختلفوا في العبادة البدنية  
كالصوم والصلوة وقراءة القرآن  
والذكر فذهب الامام احمد  
وجمهور السلف وصولها  
وهو قول بعض اصحاب

تھا۔ تو میں نے وہی اختیار کر لیا اور یہی پسند  
کیا کہ شیخ موصوف کے عقیدہ کے ساتھ ان کا  
مقابلہ کروں۔ کیونکہ مسائل میں شیخ موصوف بخیر  
کا ایک مسلم بزرگ ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی  
حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ چنانچہ میں شیخ  
صاحب موصوف رحمہ اللہ کا وہ اقتباس پیش  
کرتا ہوں جو آپ نے اپنی کتاب کتاب الروح  
میں درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ سوطیوں کی سلسلہ یہ  
ہے کہ آیا مردہ کی روح زندہ کے اعمال سے فائدہ  
اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یوں ہے کہ فائدہ  
اٹھا سکتی ہے دو طریق سے جن پر اہل سنت  
کے فقہاء، اہل حدیث اور فخرین کا اتفاق ہے۔  
پہلا طریق یہ ہے کہ مردہ اپنی زندگی میں اس عمل کا  
باعث بنا ہو۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ زندہ مسلمان  
اس کے حق میں دعاء اور استغفار کریں یا صدقہ  
خیرات کریں یا حج کریں۔ گو اس میں یہ اختلاف  
ہے کہ مردہ کو ثواب مال خرچ کرنے کا ملے گا یا  
عمل عمل کا ثواب ہوگا۔ جمہور اہل علم کے نزدیک  
خود نیک عمل کا ثواب ملتا ہے اور بعض حنفیہ کے  
نزدیک نیک عمل پر مال خرچ کرنے کا ثواب ملتا  
ہے۔ پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بدنی عبادت  
مثلاً نماز روزہ، تلاوت قرآن اور ذکر الہی کا  
ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو امام احمد بن حنبل اور  
جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ یہ بھی پہنچتا ہے

ابی حنیفہ فص علیٰ ہذا الامام  
احمد فی روایت محمد بن یحییٰ الکحال  
قال قیل لابی عبد اللہ الرجل  
یعمل المشیء من الخیر من صلوة  
او صدقة او غیر ذلک فیجعل  
نصفہ لابیہ او لامہ قال ارجو  
وقال المیت یصل الیہ کل شیء  
من صدقة او غیرہا وقال  
ایضاً اقرا یتیم الکروسی ثلاث  
سرات دقل هو اللہ احد وقل  
اللہم ان فضلہ لاهل المقابر  
خالد لیل علی انتفاعہ بما نسب  
الیہ فی حیاتہ ما رواہ مسلم فی  
صحیحہ من حدیث ابی ہریرۃ  
رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات  
الانسان انقطع عندہ عملہ الا من  
ثلاث الامن صدقة جاسریۃ  
او علم ینتفع بہ او ولد صالح  
یدعولہ فاستثنیٰ ہذا الثلث  
من عملہ یدل علی انہما ہد فاند  
هو الذی تستبب الیہما و فی سنن  
ابن ماجہ من حدیث ابی  
ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال

اور یہی قول حضرت امام عظیمؑ کے بعض شاگردوں  
کا بھی ہے۔ اور اس فتوے پر محمد بن یحییٰ الکحال  
کی روایت میں یوں تصریح موجود ہے کہ امام احمد  
سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کوئی نیک عمل  
کرتا ہے مثلاً نماز۔ صدقہ۔ خیرات یا کوئی اور  
نیک عمل اور اس کا نصف حصہ اپنے باپ یا  
اپنی والدہ کے لئے مقرر کرتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ اپنے کہا  
کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ  
میت کو ہر چیز (از قسم صدقہ وغیرہ) پہنچتی ہے  
یہ بھی کہا کہ آیت الکرسی تین دفعہ اور قل ہو اللہ  
احد ایک دفعہ پڑھ دو روئوں دعائیں کہو کہ یا اللہ  
اس کا ثواب اہل مقابر کو پہنچے۔ اس امر کا ثبوت  
کہ جس نیک کام کا مژدہ خود باعث اپنی زندگی میں  
بن چکا ہے اس سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ  
ہے کہ امام مسلمؑ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
سے ایک روایت لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انسان جب مرتا ہے  
تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین قسم  
کے عمل جاری رہتے ہیں۔ اول صدقہ جاریہ  
دوم مفید علم ستم نیک اولاد جو اس کے حق  
میں دعا گو رہے۔ ان تین اعمال کا استثنا کرنا  
اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عمل بھی اسی میت کے  
ہیں کیونکہ وہی ان کا باعث بنا ہے اور بنی ان  
ماجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علماً عليه ونشره اولاً واصلاً تركها ومصحفاً ورثه اولاً ومسجداً ابناً او بيتاً لابن السبيل بناءً او هراً كراه اولاً صدقة اخرجهما من ماله في صحته وحياته تلحقه بعد موته۔  
انتهى المختصراً والدليل على انتفاعه بخير ما تستب فيه القرآن والسنة والاجماع و قواعد الشرع اما القرآن فقولہ تعالى والذين جاءوا من بعدهم يقولون اعف لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان فاقضى الله سبحانه عليهم باستغفارهم للمؤمنين قبلهم ومحمد دل على انتفاع الميت بالدعاء اجماع الامة على الدعاء له في صلوة الجنائز وفي السنن من حديث ابى هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم على الميت فاخلصوا له

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کے نیک اعمال میں سے موت کے بعد اس کو یہ عمل پہنچتے ہیں۔ اول جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا۔ دوم نیک اولاد جیسے اپنا جانشین بنا گیا۔ سوم قرآن مجید جو ورثہ میں چھوڑ گیا۔ چہارم مسجد جو اس نے بنائی۔ پنجم سرائے جو مسافروں کے لئے تیار کی۔ ششم نہر جو اس نے کھدوائی۔ ہفتم صدقہ جو اپنی زندگی میں بحالت صحت الگ کر چکا ہے۔ یہ موت کے بعد اسے پہنچے گا۔ مختصر طور پر یہ مضمون ختم ہوا۔ اور یہ امر کہ جس چیز کا باعث وہ مردہ نہیں بنا۔ اس کا ثواب یا نفع بھی اسے پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت قرآن احادیث، اجماع اور مہول شرع سے ملتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ جو مسلمان پہلے مسلمانوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں دیکھو خدا تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف کی ہے جو اپنے پہلوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں، اور اجماع ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے لئے دعا کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کتب حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خصوصاً دل



الدعاء وفي صحيح مسلم من حديث  
عوف بن مالك قال أُمِّي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ فَحَفَظَتْ مِنْ  
دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْهُ  
وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ  
نَزْلَهُ وَأَوْسِعْ مَدْخُلَهُ إِلَى آخِرِ الْحَشْرِ  
انتهى المختصر **فصل** واما اصول  
ثواب الصدقة ففي الصحيحين  
عن عائشة رضي الله عنها ان  
مرجلا اتي النبي صلى الله عليه  
وسلم فقال يا رسول الله ان اتى  
اقتلت نفسها ولم توص واظننها  
لو تكلمت تصدقت اقلها اجرا  
ان تصدقت عنها قال نعم  
وفي صحيح البخاري عن  
عبد الله بن عباس رضي الله عنهما  
ان سعد بن عبادَةَ توفيت أمه  
وهي غائب عنها فأتى النبي صلى  
الله عليه وسلم فقال يا رسول الله  
صلى الله عليه وسلم ان اتى  
توفيت وانا غائب عنها فهل ينفعها  
ان تصدقت عنها قال نعم قال  
فاني اشهدك اني حايط على المخرف  
صدقة عنها أوفى السنن و

سے اس کیلئے دعا کرو اور صحیح مسلم میں عوف بن  
مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ایک جنازہ پڑھا۔ اس میں آپ نے میت کے لئے  
جو دعا فرمائی تھی میں نے یاد کر لی چنانچہ آپ فرماتے  
تھے کہ یا اللہ اسے بخندے اور اس پر رحم کر اور  
اسے سلامتی دے۔ اس کے قصور معاف کر اپنے  
پاس عزت و آبرو کے ساتھ اسے فروکش کر دو اپنی  
بارگاہ میں اس کا داخلہ وسیع کر (انتہی) (فصل)  
صدقہ کا ثواب پہنچنا اس حدیث سے ثابت ہے  
جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی  
ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی حاضر  
ہوا اور کہا کہ میری ماں مر گئی ہے اور وصیت نہیں  
کر سکی۔ مجھے خیال ہے کہ اگر بول سکتی تو مزد و مہر  
کرتی۔ تو کیا میں اگر صدقہ کروں تو اس کو ثواب ملے گا  
تو آپ نے فرمایا کہ ہاں مزد و مہر ملے گا۔ صحیح بخاری میں  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے  
روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں مر گئی اور  
وہ غیر حاضر تھا۔ پھر وہ حضور علیہ السلام کے پاس  
آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میری ماں میری  
غیر حاضری میں مر گئی ہے تو اگر میں اس کی  
جف سے وکیل بن کر صدقہ کروں تو کیا اسے  
کچھ فائدہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں فائدہ  
ہوگا۔ پھر سعد نے کہا کہ آپ گواہ ہیں کہ میرا ماں  
باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ ادبی حدیث

فصل

مسند احمد من سعد بن عبادۃ  
 انه قال يا رسول الله ان ام سعد  
 ماتت فاقب القدرۃ افضل  
 قال الماء فمحقربا وقال هذه  
 لام سعد انتهى فصل واما  
 وصول ثواب الصوم  
 ففي الصحيحين عن عائشة  
 ان رسول الله صلى الله عليه  
 وسلم قال من مات وعليه  
 صيام صام عند وليته وفي  
 الصحيحين ايضا عن ابن عباس  
 رضى الله عنهما قال جاء رجل  
 الى النبي صلى الله عليه وسلم  
 فقال يا رسول الله احي ماتت  
 وعليها صوم شهر افاقضيه  
 عنها قال نعم وفي رواية  
 جاءت امرأة الى رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم فقالت  
 يا رسول الله ان احي ماتت  
 وعليها صوم نذرا فاصوم  
 عنها قال افرايت لو كان  
 على امك دين فقصيته اكان  
 يؤدى ذلك عنها قالت نعم  
 قال فصومي عن امك وهذا

یہی ہے اور مسند احمد میں بھی سعد بن عبادہ سے  
 روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میری ماں ام سعد گئی  
 ہے تو آپ فرمائیے کہ کس قسم کی خیرات اس کی طرف  
 سے افضل ہوگی تو آپ نے فرمایا کہ پانی کی خیرات  
 افضل ہے۔ پھر اس نے ایک کنواں بنوایا اور  
 کہا کہ یہ کنواں میری ماں ام سعد کا ہے (انتہی)  
 (فصل) باروزہ کا ثواب پہنچنا تو اس کے  
 متعلق بھی صحیحین میں روایت ہے حضرت عائشہ  
 سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو  
 مر جائے اور اس کے ذمہ پر روزے باقی ہوں  
 تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے  
 اور یہ بھی صحیحین میں ہی روایت ہے کہ ایک آدمی  
 حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری  
 ماں مر گئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے  
 باقی ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے قضا کروں  
 تو آپ نے فرمایا ہاں قضا کر دو ایک روایت میں ہے  
 کہ ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی  
 اور کہنے لگی کہ میری ماں مر گئی ہے اور اس کے ذمہ  
 پندرہ روزے باقی ہیں تو کیا اس کی طرف سے  
 میں روزے رکھوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم پیٹیل  
 کر دو اگر اس کے ذمہ پر قرضہ ہوتا تو تو اسے ضرور ادا  
 کرتی۔ تو کیا وہ اس کی طرف سے ادا ہو جاتا یا  
 نہ ہوتا۔ کہنے لگی ہاں وہ تو ادا ہو جاتا۔ تو پھر  
 آپ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے بھی

فصل

اللفظ للبغاري وحده تعليقاً  
انتهى مختصراً **فصل** داما  
وصول ثواب الحج فحق صحيح  
البغاري عن ابن عباس  
رضي الله عنهما ان امرأة من  
جھينہ جاءت الى النبي صلى الله  
عليه وسلم فقالت ان اتى نذراً  
ان تحج فلم تحج حتى ماتت  
افاجم عنها قال جى عنها امرأت  
لو كان على امك دين كنت  
قاضية اقضوا الله فالله  
احق بالقضاء وروى ايضا  
عن ابن عباس رضي الله عنهما  
ان امرأة سألت النبي صلى الله  
عليه وسلم عن ابنها مات ولم  
يحج قال جى عن ابنك انتهى مختصراً  
ثم قال الشيخ وجميع المسنون  
على ان قصدا الدين يسقطه  
من ذمة ولو كان من اجنبي  
او من غير تركته وقد دل عليه  
حديث قتادة حيث ضمن  
الدينارين عن الميت فلما قصدا  
هما قال لدا النبي صلى الله عليه  
وسلم الآن بردت عليه جلدته

کہ (یہ لفظ بطور تعلیق کے صرف بغاری میں ہی ہے) (انتہی)  
**فصل** (در ثواب حج کا پہنچنا۔ تو اس کے متعلق  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیحین  
میں موجود ہے کہ قبیلہ جھینہ کی ایک عورت نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی  
کہ میری ماں نے نذرمانی تھی کہ حج کر دوں گی مگر وہ حج  
نہیں کر سکی اور مر گئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج  
کروں؟ آپ نے فرمایا۔ اس کی طرف سے حج کر پھر  
فرمایا کہ تم خود سمجھو اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو تو  
اس کی طرف سے ضرور ادا کرتی۔ اس لئے خدا کا قرضہ  
بھی ادا کرو۔ کیونکہ اس کا قرضہ ادا کرنا تو سب سے زیادہ  
ضروری ہے حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت  
ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سوال کیا تھا اپنے بیٹے کے متعلق کہ وہ مر گیا ہے  
اور حج نہیں کر سکا۔ تو آپ نے فرمایا تو پھر تم اس  
کی طرف سے حج کرو (انتہی مختصراً) اس کے بعد شیخ  
موصوف فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس امر پر  
اجماع اور اتفاق ہے کہ میت کا قرضہ بعد میں ادا  
کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ادا کرنے والا  
کوئی بیکار نہ ہو یا اس کے مال متروک سے بھی ادا نہ  
کیا جائے۔ اور حدیث قتادہؓ کی اس کا ثبوت دیتی  
ہے کہ اس نے ایک میت کی طرف سے دو دینار کی  
ضمانت دی تھی اور جب ادا کر دیئے تو حضور علیہ السلام  
نے فرمایا کہ اب تو نے اس کے جسم کو ٹھنڈا کیا ہے اب

وَأَمَّا قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فَقَالَ الشَّيْخُ  
فِي أَوَّلِ كِتَابِ الرُّوحِ فِي الْمَسْأَلَةِ  
الْأُولَى وَقَدْ ذَكَرَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ السَّلَفِ  
أَنَّهُمْ أَوْصَوْا أَنْ يَقْرَأَ عِنْدَ قَبْرِ  
وَقْتُ الدَّفْنِ قَالَ عَبْدُ الْحَقِّ يَرُدُّ  
أَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ يقرأ  
عِنْدَ قَبْرِهُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَمَنْ  
سَرَّ أَيْ ذَلِكَ الْعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
وَكَانَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ يَنْسِكُ ذَلِكَ  
أَوَّلَ الْحَيْثُ لَمْ يَسْلُغْ فِيهِ أَثَرُ  
شَمْسٍ رَجَعَ عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ  
الْخَلَّالُ أَنَّ الْجَمَاعَةَ كَتَبُوا بِالْقِرَاءَةِ  
عِنْدَ الْقُبُورِ أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ  
بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّوْرِيُّ ثَنَا يَحْيَى  
بْنُ مَعِينٍ ثَنَا مَبِشَرُ الْحَلَبِيِّ  
حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ  
الْعَلَاءِ بْنِ الْحَلَّاجِ عَنْ أَبِيهِ  
قَالَ قَالَ ابْنُ إِذَا أَنَا مِتُّ  
فَضَعْنِي فِي التُّحَدِّ وَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ  
وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ رَسْتُ  
عَلَى التُّرَاثِ وَأَقْرَبُ عِنْدَ رَسُولِي  
بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَخَاتَمَتِهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ  
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ ذَلِكَ أَنْتَهَى  
مُخْتَصَرًا ثُمَّ قَالَ الشَّيْخُ بَعْدَ إِيرادِ

رہی تلاوت قرآن، تو اس کے متعلق بھی شیخ موصوف  
نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے آغاز میں مسئلہ  
اول کہہ کر بیان کیا ہے کہ سلف صالحین کی  
ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے  
مرنے وقت یہ وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت  
ان کے پاس قرآن شریف پڑھا جائے۔ شیخ  
عبدالحق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے  
روایت ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ میری قبر کے  
پاس سورہ بقرہ پڑھی جائے اور تجویز میں سے  
ایک حضرت علی بن عبدالرحمن بھی ہیں اور حضرت احمد  
بن حنبلؓ جب تک کہ آپ کو کسی صحابی کا عمل معلوم  
نہ تھا۔ اس کے منکر تھے۔ پھر آپ نے رجوع کر لیا  
اور جناب خلل اپنی جامع میں یہ عنوان دیکر  
کہ قبر کے پاس تلاوت قرآن جائز ہے لکھتے ہیں  
کہ عباس بن محمد دوری نے یہیں بتایا تھا کہ یحییٰ بن  
معین نے یہیں بتایا تھا کہ معشر حلبی نے کہا ہے  
کہ عبدالرحمن بن ملازمین حلاج اپنے باپ سے  
روایت کرتا ہے کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ جب  
میں مرجاؤں تو مجھے لحد میں رکھتے ہوئے یوں کہو  
بسم اللہ علی سنت رسول اللہ پھر مجھ پر پڑھی جائے  
جانا اور میرے سر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی اور  
آخری آیات پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ  
بن عمرؓ سے سنا ہوا ہے کہ آپ یوں کہا کرتے تھے  
(انتہی مختصراً) اس کے بعد کہ شیخ موصوف علی

الادلة العقلية والنقلية و  
 هذه النصوص منتظا هرق على  
 وصول ثواب الاعمال الى الميت  
 اذا فعل الحى عند وهذا  
 محض القياس فان الثواب  
 حق العامل فاذا اذ هب لايه  
 المسلم لم يمنعه من ذلك  
 كما لم يمنعه من هبة ماله  
 في حياته و ابرائه لم يمنعه  
 وقد نبه النبي صلى الله عليه  
 وسلم بوصول ثواب الصوم  
 الذى هو مجرد ترك و نية  
 تقوم بالقلب لا يطلم عليه  
 الا الله وليس بعمل الجوارح  
 وعلى وصول ثواب القراءة  
 التى هي عمل باللسان تسمعه  
 الاذن وتراه الدين بطريق  
 الاولى - ويوضح ان الصوم نية  
 محضة وكف النفس عن المفطرات  
 وقد اوصل الله ثواب الى الميت  
 فكيف بالقراءة التى هي عمل و  
 نية بل لا تقتصر الى النية فوصول  
 ثواب الصوم الى الميت فيه تنبيه  
 على وصول سائر الاعمال

اور تعلى دلائل دے چکے میں فرماتے ہیں کہ یہ میرا  
 اس امر متفق ہیں کہ جب زندہ میت کی طرف سے  
 کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے  
 اور عقل کا مقتضی بھی یہی ہے کہ کوئی ثواب عمل کرنے  
 والے کا حق ہے مگر جب وہ اپنے مسلم بھائی کو  
 بخش دیتا ہے تو کوئی مانعت نہیں ہوتی جس طرح  
 کہ اس امر کی مانعت نہیں کہ اس کی زندگی میں  
 اپنا کچھ مال بخش دے یا اس کی بکے بعد اسکو مال کی  
 ادائیگی سے بری الذمہ کر دے۔ خود رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دیا کہ دیا ہے کہ کوئی  
 کا ثواب میت کو پہنچتا ہے حالانکہ وہ روزہ صرف  
 ترکہ اکل و شرب اور نیت کا نام ہے اور نیت کا خلق  
 صرف دل سے ہے جسیر اللہ تو الی کے سوا کوئی  
 مطلع نہیں ہوتا اور یہ روزہ کوئی محسوس کی کا عمل  
 نہیں اور آنحضرت علیہ السلام نے بھی بتا دیا ہے  
 کہ قرآن کا ثواب بھی بطریق اولی پہنچتا ہے  
 جو زبان کا عمل ہے اور اسے کان سنتے ہیں اور آنکہ  
 دیکھتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ روزہ صرف نیت  
 ہے اور روزہ شکن امور سے اپنے نفس کو روکنے کا نام  
 ہے۔ اور بعد اس کا ثواب میت کو پہنچا دیتا ہے تو  
 بھلا قرآن کا ثواب کیوں نہ پہنچے گا جو عمل اور  
 نیت سے مرکب ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت  
 نہیں ہوتی پس میت کو روزہ کے ثواب کے پہنچنے  
 میں اس امر کا اشارہ ہے کہ باقی اعمال کا ثواب بھی

والعبادات قسمان مالیۃ و بدنیۃ و قد  
الشارع بوصول ثواب المصدقہ علی  
وصول ثواب سائر العبادات المالیۃ و  
نبیہ بوصول ثواب الصوم علی وصول  
ثواب سائر العبادات البدنیۃ و  
اخبار بوصول ثواب الحج  
المسکب من المالیۃ و البدنیۃ  
فالانواع الثلاثۃ ثابتۃ  
بانص و الاعتبار وباللہ  
التوفیق۔

ثم قال الشيخ قال المانعون قال  
اللہ تعالیٰ وان لیس للانسان الا  
ما سعى وقال لا تجزون الا ما كنتم  
تعلمون وقال لها ما كسبت وعليها  
ما اكتسبت وقد ثبت عن النبي  
صلی اللہ علیہ وسلم انه  
قال اذا مات العبد انقطع  
عمله الا من شلائه صدقة  
جارية عليه او ولد صالح  
يدعوه او علم يستفح به  
من بعده فاخباره انما  
ينتفع بما كان تسبب اليه  
في الحيوة وما لم يكن  
قد تسبب فهو منقطع عنه

میت کو پہنچتا ہے۔ اب عبادات دو قسم میں مالی  
اور بدنی اور تیسری ان کے مرکب کرنے سے پیدا  
ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ثواب صدقہ کے  
پہنچنے میں باقی عبادات مالیہ کے پہنچنے پر اشارہ  
کر دیا ہے اور روزہ کے ثواب پہنچنے میں آپسے  
اشارہ کیا ہے کہ تمام عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا  
ہے۔ اور آپ نے حج کے ثواب پہنچنے کی بھی خبر دی ہے  
جو عبادت مالی اور بدنی سے مرکب ہے پس تینوں قسم  
کا ایصال ثواب نص اور قیاس شرعی سے ثابت ہو گیا  
وباللہ التوفیق۔

پھر شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ مخالفین کی دلیل یہ  
ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے وہی  
ہے جو اس نے کمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو اسی کا بدلہ  
ملیگا جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ انسانی نفس  
کے لئے وہ نیک عمل کام آئیگا جو اس نے کمایا ہوگا۔  
اور اس پر اس بد عملی کا بوجھ پڑیگا۔ جو نفس پروری کے  
لئے اس نے کمائی ہوگی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا  
کہ انسان فرما ہے تو اس کے عمل بند ہو جاتے ہیں۔  
سوائے تین صورت کے کہ صدقہ جاریہ ہو جو اس کے  
نام پر چلتا رہے یا اولاد نیک ہو جو اسے نیک دعا  
یا مفید تعلیم ہو جس سے اس کے بعد لوگوں کو فائدہ  
پہنچے۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے وہ اعمال نافذ کیا  
ہیں کہ جن میں بحالت حیات خود انسان کی اپنی خوشی  
کا کچھ دخل ہو اور جن میں اس کا کچھ دخل نہیں۔ وہ عمل

ثم ذكر الشيخ دلائل عقيدتهم  
 واعتراصاتهم على المجوزين  
 وقال أصحاب الوصول ليس  
 في شيء مما ذكرتم ما يعارض  
 أدلة الكتاب والسنة والتفاق  
 سلف الأئمة ومقتضى قواعد  
 الشرع إما قوله تعالى وإن  
 ليس للإنسان إلا ما سعى  
 فقد اختلفت طرق الناس  
 في المراد بالآية فقالت طائفة  
 المراد بالإنسان ههنا الكافر  
 وإما المؤمن فله ما سعى  
 وما سعى له وقالت طائفة  
 الآية أخبار شرع من قبلنا  
 وقد دل شرعنا على أن ذلك  
 ما سعى وما سعى له وقالت  
 طائفة اللام بمعنى على أي و  
 ليس على الإنسان إلا ما سعى  
 وقالت طائفة في الكلام حذف  
 تقديره وإن ليس للإنسان  
 إلا ما سعى أو سعى له وقالت  
 طائفة أخرى الآية منسوخة بقوله  
 تعالى والذين آمنوا واتبعهم  
 خيرتهم بالأيمان الحقنا بهم خيرتهم

ضرور بند کئے جائینگے۔ اس کے بعد شیخ موصوف  
 نے انکے عقائد کے دلائل بیان کئے ہیں اور مجوزین  
 ایصال ثواب پر انکے اعتراضات لکھے ہیں پھر جو  
 ایصال ثواب کے قائل ہیں انہوں نے مخالفین کو  
 یوں خطاب کیا ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ اس  
 میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو ہماری تحقیق کے مخالف  
 ہو جو ہم نے کتاب و سنہ اور اجماع سلف صالحین اور  
 نتائج قیاس شرعیہ سے پیش کی ہے کیونکہ یہ آیت کہ  
 ليس للإنسان إلا ما سعى مفسرین کے درمیان  
 مختلف فیہ ہے کہ اس انسان سے کیا مراد ہے۔ ایک  
 جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد کافر انسان ہے اور  
 مؤمن انسان کیلئے اس کی اپنی کمائی بھی مفید ہے اور  
 وہ کمائی بھی مفید ہے جو غیر کی طرف سے اس کیلئے  
 کی جائے جیسا کہ پہلے ذکر چکا ہے۔ ایک جماعت کی آ  
 ہے کہ یہ آیت پہلی شریعتوں کی خبر دیتی ہے۔ ورنہ  
 ہماری شریعت میں تو اپنی اور غیر کی کمائی دونوں ثابت  
 ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ (لام) بمعنی علی ہے اور اس  
 کا یہ معنی ہے کہ انسان کا نقصان ہی کی کمائی سے ہوگا  
 غیر کی بدعالی سے اسے نقصان نہیں پہنچے گا۔ ایک فریق  
 کا خیال ہے کہ اس مقام پر (أو سعى له) مقدم ہے  
 تو اس آیت یوں ہوگی کہ ليس للإنسان إلا ما سعى  
 أو سعى له ایک فریق کہتا ہے کہ یہ آیت فی نسخہ ہے  
 اس آیت سے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انکی اولاد  
 ایمان لائے ہیں انکی تاج ہے تو ہم انکی اولاد کو ان میں

وهذا منقول عن ابن عباس  
 رضى الله عنهما وقالت طائفة  
 اخرى المراد بالانسان المحي دون  
 الميت - قال الشيخ رحمه الله تعالى  
 وهذه التاويلات كلها من  
 سوء التصرف في اللفظ العام -  
 ولمريض به الشيخ ثم قال و  
 قالت طائفة اخرى وهو جواب  
 ابى الوفاء بن عقيل قال الجواب  
 الجيد عندى ان يقال الانسان  
 بسعيه وحسن عشرته اكتسب الا  
 صدقاء واولاد الا دلادو منكم  
 الاخر واج واسدى الخير وتودوا  
 الى الناس فتوحموا عليه واهلوا  
 له العبادات وكان ذلك اثر سعيه  
 كما قال صلى الله عليه وسلم ان اطيب  
 ما اكله من كسبه وان ولده من كسبه  
 وهذا جواب متوسط يحتاج الى تمام  
 فان العبد بايما نذ وطاعته لله وسوله  
 قد سعى في انتفاعه بعمل اخوان المؤمنين  
 مع عمله كما ينتفع بعملهم في الحيوة  
 مع عمله فان المؤمنين ينتفع بعلمهم  
 بعمل بعض في الاعمال التي يشتركون فيها  
 كالصلوة في جماعة ثم قال فدخل المسلم مع

شامل کر دینگے ادیہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ  
 سے منقول ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس سے مراد  
 زندہ انسان ہے، مردہ انسان مراد نہیں شیخ موصوف  
 فرماتے ہیں کہ یہ تمام تاویلیں آیت کے عام لفظ کو بڑی  
 جگہ مٹی ہیں اسے ہم انکو پسند نہیں کرتے۔ پھر ایک اور  
 جماعت کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ جواب ابوالوفاء  
 بن عقیل کی طرف سے دیا گیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ  
 بہتر جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ انسان اپنی کوشش سے  
 اور اپنی قوم کے نیک سلسلے سے دوست پیدا کر لیتا  
 نیچے پیدا کرتا ہے۔ یہی سے نکلیں کرتا ہے۔ غیر سے بھاٹی  
 کرتا ہے۔ اور لوگوں سے دوستانہ تہاڑھتا ہے تو لوگ  
 اس پر رحم کرتے ہیں اور عبادات کا تحفہ دیتے ہیں تو یہ  
 سب اسی کی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام  
 نے فرمایا ہے کہ انسان کی بہتر خواہش وہ ہے جو اپنی کمائی  
 سے کھائے۔ اس کی اولاد بھی اسی کی کمائی سے مگر یہ  
 جواب نامکمل ہے اس لئے اسے تکمیل کی ضرورت ابھی  
 باقی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ایمان سے ادب خدا و رسول  
 کی اطاعت سے اپنے عمل کے علاوہ اپنے سمس بھائیوں  
 کے عمل سے بھی فائدہ اٹھائیں کوشش کرتا ہے جیسا کہ  
 زندگی میں اپنے عمل کے ہوتے ہوئے ان کے عمل سے فائدہ  
 اٹھاتا ہے کیونکہ مسلمان ایک دوسرے کے لیے عمل سے  
 فائدہ اٹھایا کرتے ہیں جس میں ملکر تشریک کارہوں جیسے نماز  
 نماز ادا کرنا وغیرہ۔ پھر شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ یہ  
 مسلمانوں کی جماعتیں داخل جہنم اور ان سے برادری



جملۃ المسلمین فی عقد الاسلام من عظم  
الاسباب فی وصول نفع کل من المسلمین  
الی صاحبہ فی الحیوۃ و بعد  
ماتہ ثم قال فالعبد بایمانہ  
قد تسبب الی وصول هذا النفع  
الیہ فکانہ من سعیدہ یوضحہ  
ان الله سبحانه جعل الاعادة  
سببا لا انتفاع صاحبہ بدعاء  
اخوانہ من المؤمنین و سعیدہم  
فاذا انی بہ فقد سعی فی السبب  
الذی یوصل الیہ ذلک وقد  
دل علی ذلک قول النبی  
صلی الله علیہ وسلم لعمر و  
بن العاص ان اباک لواقتر  
بالتوحید نفعہ ذلک  
یعنی العتق الذی فعل عنہ  
بعد موتہ فلو انی بالسبب  
لکان قد سعی فی عل یوصل  
الیہ ثواب العتق و هذه  
طریقة لطیفة حسنة جدا  
انتهی ما ذکرہ الشیخ ابن القیم  
الجوزیہ رد فی کتاب الروح  
فی المسئلة السادسة عشر  
بالاختصار قال العبد الضعیف

کا معاہدہ قائم کرنا ہی ایک بڑا سبب ہے اس امر کا  
کہ ہر ایک مسلم اپنے بھائی کی طرف سے فائدہ پہنچانے  
زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر شیخ فرماتے  
ہیں کہ انسان اپنے ایمان کی وجہ سے اپنے حق میں  
دعائے خیر لینے کا باعث ہوتا ہے تو گویا یہ دعائیں  
اسی کی کوشش ہے۔ اس کی وضاحت اس سے  
ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عبادت کو اس  
امر کا سبب بنایا ہے کہ وہ عباد اپنے مسلم بھائیوں  
کی دعاؤں سے فائدہ اٹھائے تو انسان جب  
عبادت کرتا ہے تو وہ گویا اس سبب کے پیدا کرنے میں  
کوشش کرتا ہے جس کے فطیس سے وہ فائدہ لے  
پہنچا یا جاتا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
فرمان بھی دلالت کرتا ہے جو آپ نے عمر دین حاصل  
کو فرمایا تھا جبکہ اسکا باپ بجالث کفر مر گیا اور  
اس نے اسکی طرف سے ایک غلام آزاد کیا کہ اگر وہ  
توحید کا قائل ہو جاتا تو یہ غلام آزاد کرنا اسے مفید  
پڑتا جو اس کی موت کے بعد اسکی طرف سے آزاد کیا  
گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر وہ سبب پیدا کرتا تو گویا  
یوں سمجھا جاتا کہ وہ ایسا کام کرتا تھا جو اسکو غلام  
آزاد کرنے کا ثواب پہنچا دیتا۔ یہ طریق جواب بہت  
لطیف اور خوب ہے۔ اب وہ تمام مضمون مختصر طور  
پر یہاں ختم ہو گیا ہے جو شیخ بن قیم جوزی نے  
اپنی تصنیف کتاب الروح کے سولہویں مسئلہ میں  
درج کیا ہے۔ اب عبد الضعیف (مولف رسالہ)

ان قلت لاحد ليس لك من الدنيا الا ما تملكه وجاء احد واعطاه ما لا كثيرون فلا يعارض ما حصل له قولك ليس لك من الدنيا الا ما تملكه انتهى - و  
 من تلك المسائل مسألة البشرية  
 لتيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال قوم من اطلق البشرية على النبي صلى الله عليه وسلم فقد كسر لان في هذا الاطلاق توهمين للرسول والكفر بما كانوا يقولون انما انت بشر وقال قوم هو بشر مثلنا لان الله تعالى امره بقوله قل انما انا بشر مثلكم ومنزلته عندنا بمنزلة الاخ الاكبر وليت شعري باي وجه سموه الا خلافا لكونه كات مرادهم بالاكيوية المتقدم في الزمان فقط فاواللهي الحق باخوتهم لا تفاقم معد في تحقيق النبي صلى الله عليه وسلم وان كانت الاكيوية بالوقبة والمقرب الى الله تعالى فاي مناسبة لهم بدعوى الله عليه وسلم وان كان مرادهم اخوة الاسلام فامعنى الاكبر فاخا المؤمنين اخوة ووقع المطافتان

کہتا ہے کہ اگر تم کسی سے یوں کہو کہ تیرے پاس تو صرف دنیاوی مال وہی ہے جس کے تم ایک لک ہو مگر کسی نے انکار اسکے بعد اسے بہت مال دیا تو اس واقعہ سے تمہارا وہ پہلا کہنا غلط نہ ہوگا کہ تم صرف اتنے مال کے ہی مالک ہو جو آپ تمہارے پاس ہے (انتہی) متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے ایک جماعت کا قول ہے کہ جو شخص آپ پر بشر کا نعت استعمال کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ آپ میں حضور علیہ السلام کی توین ہوتی ہے کیونکہ کافر ہنس کرتے تھے یہ نعت کہا کرتے تھے کہ تم آخر بشر ہی ہو۔ ایک فرق کا قول ہے کہ آپ ہمارے جیسے ہی بشر تھے کیونکہ آپ کو خدا نے حکم دیا ہے کہ آپ کہیں کہیں تو تمہارے جیسا ہی انسان ہو اور ہمارے نزدیک آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ جس سے ان لوگوں نے رسول کو بُرا بھائی بنایا ہے کیونکہ اگر اس بُرائی سے مراد پہلے بُرائی میں ہونا مراد ہے تو بولہب کو زیادہ مستحق ہے کہ انکا بھائی بن جائے کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کی توین پہلے زمانہ میں ان سے متفق ہو گئے تھے اور اگر بُرائی سے مراد مرتبہ کی کمی ہے یا قرب الہی کی بُرائی مراد ہے تو ان کو حضور علیہ السلام کو بھی مناسب محال نہیں ہے اور اگر ان کی مراد ہمدردی ہے تو پھر بُرا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تمام مؤمنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ بہ حال دیونو فریق افراد و تفریع میں پڑے ہوئے ہیں حتی بات یہ ہے کہ

(۱) ابو الہلب الحلیث عم النبی ﷺ وعدوہ مات بعد غزوہ بدر ثمانیۃ ایام زوجته ام جمیلۃ کانت

فی الاخراط و المتفریط و الحق ان فی السنتہ  
تفصیل فالبشر اسم لا ولا آدم علیہ السلام  
معنی الانسان و سماء الله تعالیٰ بشرافاً  
تعالیٰ الی خالق بشر من طین و البقی صلی  
علیہ وسلم سید و لا آدم فاذا کان الارب  
بشر لابد ان یكون الولد بشر لکن البشر لہ  
صفات و خصوصیات ان اتقی الی  
درجات القرب کان افضل من المثلثة  
وان نزل الی درجات البعد کان اخیل  
من الشیاطین فالانبیاء علیہم الصلوٰۃ  
والسلام عموماً و سیدنا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم بالخصوص ارتقی بفضل اللہ  
رحمۃ الی اقصى درجات القرب التملکین  
حتی کان فی مقام قاب قوسین و ادنی  
لان فضل اللہ کان علیہ عظیم و مع ذلك  
القرب هو بشر الانسان بقی الکلام فی المثلیۃ  
الواحدۃ فی القرآن فالمثلثۃ ثابتۃ لا مشترک  
الناس معنی ماہیۃ البشر و لا انسان  
لا فی خصوصیاتہا و صفاتہا و لکن فی  
المثلثۃ لا اشتراك فی الصفتۃ الواحدۃ و  
لا یلزم الا اشتراك فی جمیع الصفات فانک  
اذا قلت نریئ مثل الاسد فقصودک  
اشتراك الزید مع الاسد فی صفتہ الشجاعۃ  
فقط لا فی جمیع صفات الاسد کأنه سبع و النر

اس سلسلہ کی تشریح یوں کی جائے کہ بشر اولاد آدم علیہ السلام  
کا نام ہے جس کے معنی انسان ہے۔ خدا نے آدم کو بھی بشر  
سے چنانچہ خدا نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک بشر  
پیدا کروں گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم علیہ  
کی ہی اولاد ہیں اور جب باپ بشر ہے تو بیٹا بھی ضرور بشر  
ہوگا مگر اس کے علاوہ بشر کے اور اوصاف اور خصوصیات بھی  
ہیں جن کی وجہ سے وہ قرب الہی تک پہنچتا ہے مگر وہ یہاں  
پہنچ گیا تو فرشتوں سے بھی افضل ہوگا اور اگر بارگاہ الہی  
دوری کے گڑھوں میں گر گیا تو شیطان سے بھی زیادہ ذلیل  
ہوگا تو انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ  
وہم خصوصاً خدا کے فضل و کرم سے قرب الہی کے اعلیٰ درجات  
پہنچ چکے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ تو قاب قوسین اور ادنیٰ  
کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ خدا کا فضل آپ پر بیحد و  
باز و جو اس قرب الہی کے پھر بھی آپ بشر اور انسان ہی  
ہیں۔ اب یہ بحث باقی ہے کہ قرآن شریف میں جو مثلثہ آئے ہیں  
اس سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی حقیقت  
میں اشتراک کی وجہ سے آپ کو دوسروں سے سادہ و سادہ  
ہے مگر بشر کی خصوصیات اور اعلیٰ صفات میں ان سے الگ  
ہیں اور مساوات فی البشریۃ کے لئے صرف ایک و صفحہ  
کافی ہے اور ضروری نہیں کہ آپ باقی صفات کا میں بھی  
دوسروں کے مساوی ہوں یا وہ آپ کے مساوی ہوں جیسے  
تم یوں کہتے ہو کہ زید شیر ہے تو تمہارا مقصود صرف یہ ہوتا ہے  
کہ زید شیر کے ساتھ شجاعت میں مساوی اور شریک ہے۔ باقی  
صفات شیر میں شریک نہیں کیونکہ شیر وحشی جانور ہے اور

انسان ولنعم ما قيل في المثل السائر  
 محمد صلى الله عليه وسلم بشركا للبشر بل  
 هو كاياقوت بين الحجر وما ادرى كاي  
 سبب ينفون البشرية عنده صلى الله عليه  
 وسلم فان البشرية هي سبب لتصديق  
 رسالته ومعجزة وخوارق عاداته فان  
 المعجزات وخوارق العادات تصير سببا  
 لتصديق دعوى الرسالة اذ اصدرفت  
 من البشر واما ان مدثر من الملوك او  
 من الجن والشياطين فاقى غرابته فيه  
 فان خوارق العادات من الملئكة و  
 الشياطين امر عادي بل مفهوم المعجزة  
 وخرق العادة يتصور بالنسبة الى  
 الانسان بان غير الانبياء عليهم الصلوة  
 والسلام يعجزون عن الاتيان بمثل فلذا  
 سميت المعجزة خرق العادة اي خرق  
 عادة بني آدم لا خرق عادة الملئكة و  
 الشياطين قالوا انده صلى الله عليه وسلم نو  
 لان الله سبحانه وتعالى قال يا ايها الناس  
 قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين قلنا  
 آمنا و سلمنا ان نور لكن التورانية قصير  
 سببا للملح اذ اصار بالبشر نور با وقفا  
 من كفاية البشرية الى معارج  
 النور الاصل اما غير البشر

انسان ہے ایک شہوتہ البشر میں خوب کہا گیا ہے کہ بشری  
 علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر عام بشر کی مانند نہیں بل کتاب یا قوت  
 کی طرح ہیں کہ وہ بھی پتھر تو ہوتا ہے مگر ات یا قوت کہتے ہیں  
 پتھر نہیں کہتے مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون محنور علیہ السلام  
 بشریت کی غمی کیوں کرتے ہیں حالانکہ بشریت ہی کی رشت  
 کی تصدیق اور آپ کے معجزات اور خرق عادات کی تصدیق  
 کا سبب کیونکہ انسان سے جب معجزات صادر ہوں یا  
 خرق عادات تو یہی تصدیق رسالت کا سبب بنا کرتے  
 ہیں اگر یہ سب کچھ فرشتوں سے صادر ہوں یا جن اور  
 شیطان سے پیدا ہو تو کچھ تعجب نہ ہوگا کیونکہ خرق عادات  
 فرشتوں اور شیاطین سے ایک مسئلہ اور عادی امر ہے  
 بلکہ معجزہ اور خرق عادات کی حقیقت ہی انسان کے تعلق  
 قائم کرنے کے ساتھ پیدا ہو گئی ہے کہ دوسرے انسان  
 انبیاء علیہم السلام کے بغیر ایسا کرنے سے عاجز ہو گئے ہیں  
 اسی بنا پر معجزہ کو خرق عادات کا نام دیا گیا ہے یعنی معجزہ  
 بنی آدم کی روزمرہ عادات کے خلاف ہوتا ہے۔ ورنہ یہ مطلب  
 نہیں کہ وہ معجزہ فرشتوں یا شیاطین کی طاقت سے بھی  
 باہر ہوتا ہے صوفی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں کیونکہ  
 خدا نے فرمایا ہے کہ لے لو انہما سے پاس اللہ کا نور آیا ہے  
 اور روشن کتاب (قرآن مجید) لایا ہے۔ اسلئے آپ کو بشر کہنا  
 صحیح نہیں ہیں کہتا ہوں کہ یہ ہیں جس کی تسلیم ہے اور ہمارے  
 ایمان ہے کہ آپ نور ہیں مگر نورانیت انسان اور بشری کے  
 لئے تعریف کا سبب بنتی ہے جبکہ وہ کثرت بشری سے  
 نکل کر اصلی نورانیت کے بلند مراتب پر ترقی کر جائے اور جب

انسان کے بغیر اگر کوئی (مثلاً فرشتہ) نورانیت سے موصوف ہو جائے تو اس کی یہ تعریف شامہ نہ ہوگی کیونکہ نورانیت اس میں فطرتی ہوتی ہے۔ بعض حاصل نہیں ہوتی چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے چاند کو نور بنایا تو چاند نے شیف مادہ سے نورانیت کی طرف ترقی نہیں کی بلکہ عدلے سے منور ہی پیدا کیا ہے تو اس کی نورانیت فطرتی ہوگی جس میں نہ کوئی تعریف نکلتی ہے اور نہ قابلِ قدس روح پیدا ہوتی ہے خدا نے فرمایا ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے پس ایسی بشریت جو نہ انسانی کدو توں سے صاف ہو ایک بڑی تعریف اور مدح ہے اور بہت بڑا کمال ہے۔ مجھے اپنے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کیسے کمال کو نقص قرار دیتے ہیں اور کس طرح مدح کو بدعت سمجھ رہے ہیں (بہت ہی مختص فیہ مسائل میں سے غیر اللہ کی تعظیم بھی ہے چند لوگوں کا خیال ہے کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے یا کفر ہے یا بدعت ہے۔ اس میں ان کی رائے مختلف ہیں مولف رسالہ البتہ (خدا سے اس امر کی توفیق دے جسے وہ پسند کرتا ہے) کہیں اس رسالہ پہلے کئی سال ایک کتاب تصنیف کر چکا ہوں جس کا نام ہے "الاصول الاربعہ فی تردید الوبائیہ" جس میں کئی باب ہیں اور ایک خاص باب اس عنوان سے لکھا ہے کہ باب اول غیر اللہ کی تعظیم میں اور وہ کتاب چھپ کر شائع بھی ہو چکی ہے اور جماعت محلی لندن کے اہل علم کے پاس پہنچ بھی چکی ہے کہ ہم مخالف کہتا ہے کہ غیر اللہ میں بت اور مورتیاں بھی داخل ہیں اسلئے تم انکی تعظیم کیا کرو۔ حالانکہ صحیح ہے کہ بتوں کی تعظیم شرک ہے اور جواب میں میں کہتا ہوں کہ میں نہیں کہتا

ان اتصف بالنور فالنور انیۃ  
فیہ طبعیۃ لا کسبیتۃ قال اللہ تعالیٰ  
والنور نوراً فالنور ما ارتقی من کثافۃ  
المادیۃ الی النور انیۃ بکسبہ بل  
خلقہ اللہ تعالیٰ نوراً فیکون نوراً لیتہ  
طبعیۃ و لیس فیہ غرابۃ و مدح معتد  
بہ قال اللہ تعالیٰ یحیی اللہ لنورہ  
من یشاء فالشہیۃ الصافیۃ عن  
الکد و مراتب النفسانیۃ مدح و اعی  
مدح و کمال ائی کمال و العجب القوم  
کیف نرعموا الکمال نقصاً و المدح ذماً  
انتمی۔ ومن تلك المسائل مسئلۃ المتعظیم  
لغير الله تعالیٰ قال قوم التعظیم لغير الله  
شرک او کفر او بدعت علی اختلاف اراکھم  
نقال المؤلف و فقہ ربہ لما یحب یرضی  
انی القلت کتاباً قبل هذا باعوام و حقہ  
بالاصول الاربعہ فی تردید الوہابیۃ کتبوا  
و فتحت فیہ باباً عنوا نہ بالباب  
الاول فی جواز التعظیم لغير الله تعالیٰ  
و شاع الکتاب بعد الطبع و وصل  
الی من یدعی العلم من جماعتہم فقال  
غیر اللہ یدخل فیہ الاحتمام و الا وثان  
و تعظیم الا صنم شرک  
اقول عجیباً لہ انا ما قلت

مسئله التعظیم  
لغير الله

[۱]

جميع غير الله حتى يدخل فيه الاصنام  
 اما قال تعالى ان الانسان ليطغى  
 ان رآه استغنى الا تدخل الانبياء عليهم  
 السلام في ذوق الانسان وكيف يحكم  
 عليهم بالطغيان اما قال تعالى يا  
 بني ادم خذوا زينتكم عند كل مسجد  
 الا تدخل الكفاس في بني ادم وكيف يكون  
 زينتهم عند كل مسجد واما قال ذلك  
 كثير في القرآن كما في قوله تعالى قتل  
 الانسان ما اكفره وغيره ذاك فان  
 دخل الاصنام في عموم غير الله يدخل  
 الانبياء المعصومون في الطغيان الكفار  
 في المساجد بزمهم فما كان جوابهم  
 كان جوابنا نعم بعض غير الله الذي  
 امر الله بتعظيمه يجب تعظيمه اما  
 قال الله تعالى ومن يعظم شعائر الله  
 فانها من تقوى القلوب والمصفا  
 المروة من شعائر الله قال الله  
 تعالى ان المصفا والمروة من  
 شعائر الله وهما جبلان بقرب  
 الحرم المكي وقال تعالى والذين  
 جعلناهم احكام من شعائر  
 الله والمنزلة والمحر  
 من شعائر الله قال الله

کہ جمع غیر اللہ قابل تعظیم ہیں تاکہ میں بت بھی شامل  
 ہوں کیا خدا تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ انسان بت بھی  
 کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ خود مالدار ہے تو کیا نبی  
 علیہم السلام نوع انسانی میں داخل نہیں ہیں؟ اگر  
 ہیں تو اپنے سرشتی کا حکم کیسے صحیح ہوگا خدا نے یہ  
 بھی کہا ہے کہ اے بنی آدم ہر مسجد اور نماز کے وقت  
 اپنی زینت حاصل کرو تو کیا کفار بنی آدم میں داخل  
 نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ہر ایک نمازیں انکی زینت کیسے  
 ہوگی غرضیکہ اس قسم کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں  
 چنانچہ یہ ایک اور مثال ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ انسان  
 بڑا کافر ہے جس سے مراد تمام انسان نہیں اس کے  
 سوا اور بھی کئی ایسی مثالیں ہیں پس اگر غیر اللہ کے عام  
 لفظ میں بت داخل ہیں تو انبیاء معصوم بھی طغیان  
 میں داخل کرنے پریشانی اور کفار بھی انکے خیال میں داخل  
 صلوٰۃ ہوں گے تو جو جواب تم دو گے وہی جواب ہم دینگے  
 مگر ان بعض غیر اللہ بھی ہیں جن کی تعظیم کا حکم خود  
 نے دیا ہے اسلئے انکی تعظیم واجب ہوگی کیا خدا نے  
 یوں نہیں کہا کہ جو خداوندی یا وہی کی تعظیم کرتا ہے تو  
 تعظیم انکے دل کے تقویٰ کی علامت ہے کہ وہ صفا  
 کو مردہ بھی اللہ کی یادگار ہیں چنانچہ صاف غفلت میں  
 خدا نے کہا ہے کہ بیشک صفا و مردہ اللہ کے شعائر ہیں  
 جو کہ حرم مکہ کے قریب دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں  
 یہ بھی کہا ہے کہ برے جانور (اونٹ اور گائے) خدا نے  
 تمہارے لیے اپنی یادگار بنائے ہیں نیز ولفا ورمی بھی بڑا

تعالیٰ فاذا نودا اللہ عند المشعر  
الحرام واما كان النبي صلى الله  
عليه وسلم ليتلم الحجر الاسود  
اليس في الاستلام معنى التعظيم و  
امر النبي صلى الله عليه وسلم بتعظيم  
الوالدين قال الله تعالى في حقهما ولا  
تقل لهما اف ولا تنههما وقل لهما  
قولا كريما وقال ان اشكرن  
لوالديك اليس في الايتين الأمر  
بتعظيم الوالدين قال الله تعالى لا  
يسئ الا المظهر من اليس فيه تعظيم الوالدين  
قال الله تعالى والله الحرة والرسوله  
للمؤمنين اليس في الآية التعظيم للرسول  
وللمؤمنين قال الله تعالى لا تدفوا  
اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له  
بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط  
اعمالكم وانتم لا تشعرون اليس  
في الآية التعظيم للرسول الله  
صلى الله عليه وسلم الى  
غير ذلك من الايات والاحاديث  
في هذا الباب فان سلمتم  
وجود التعظيم لشوا  
المذكورين فما معنى قولكم  
التعظيم لغیر الله حرام

ہیں چنانچہ خدا نے کہا ہے کہ مشعر حرام (مرفوعہ وحق)  
میں انکاف ذکر کرو۔ ارے یہ تو بتاؤ رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم حجر اسود کو کیا نہیں بوسہ دیا کرتے تھے، تو کیا  
بوسہ دینے میں تعظیم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے تو خود والدین کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور خدا تعالیٰ  
نے بھی کہا ہے کہ اے انسان تو اپنے ماں باپ کو ان  
کے جواب میں یہ بھی نہ کہو کہ (اف) میں تمہارے کہنے  
سے نہ باز رہی بلکہ ان پر آواز نہ کنا اور ان سے بات  
کہنی جو ذہانیت سے کہنا پھر کہا کہ اے انسان میرا  
شکر کرو اپنے ماں باپ کا بھی مشکرے اور اگر اب بتاؤ کہ  
کیا ان دونوں آیتوں میں والدین کی تعظیم کا حکم نہیں؟ یہ  
بھی کہا ہے کہ قرآن مجید کو پاک ہی ہاتھ لگائیں تو کیا اس  
میں قرآن کی تعظیم نہیں؟ پھر کہا کہ اللہ اور رسول اور  
مومنین کے لئے عزت ہے تو کیا اس آیت میں رسول اور  
مومنین کی تعظیم نہیں بتائی گئی؟ پھر خدا تعالیٰ نے کہا  
کہ نبی کی آواز سے اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور کوئی بات نبی  
سے کہنی ہو تو گستاخی سے اونچی آواز کیساتھ مت ہو جیو  
کہ تم ایک دوسرے کو کہہ لیتے ہو۔ ورنہ تمہارے نیک عمل  
سب ضبط ہو جائیں گے اور تمہیں پرہی نہ لگے گا۔ تو  
کیا اس آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم  
نقلہ نہیں؟ اس قسم کی اور بھی بہت آیات ہیں اور  
احادیث بھی اس مضمون کے متعلق بہت ہیں پس اگر  
تم مذکورہ الصدقہ مخلوق کی تعظیم کا وجوب تسلیم کرتے ہو تو  
تمہارے اس قول کا کوئی مطلب نہ ہوگا کہ غیر اللہ کی تعظیم

وان اكرمتم فما معفى الا يا ست  
 المذكورة وما معفى قوله تعالى و  
 تعزروه وتوقروه وان اصرتم على  
 ضلالتكم فنقول كما قال الله تعالى  
 ارسأيت من اتخذ الهه هواه و  
 اضله الله على علم و ختم على سمعه و  
 قلبه وجعل على بصره غشاوة فمن  
 يهد الله فلاح الله فاذا كانت الامكن  
 والجبالي والدواب واجب التعظيم  
 بحكم القرآن فلا شك ان اولياء  
 الله تعالى احياء و اموالاً من  
 عباده الله المؤمنين الصالحين كلهم  
 واجبا للتعظيم وقد مر ما قال  
 الله تعالى والله العزة والرسوله  
 وللمؤمنين اليس الاولياء و  
 الصالحاء داخلين في زمرة المؤمنين  
 ومن الذي قال لننرجعنا الى  
 المدينة ليعرجن الاعز منها الاذل  
 اسراء و التحقير من عظمه الله تعالى  
 فخر الله عليهم بقوله ولله العزة  
 والرسوله وللمؤمنين  
 و التحقير من عظمه الله تعالى  
 ديدان اعرف فريق  
 من المسلمين اما سمعوا

حرام ہوتی ہے با فرض اگر تم اسے تسلیم نہیں کرتے تو آپ  
 ہیں آیات مذکورہ بالا کا مطلب صحیحاً دیکھ لیا ہے اور  
 اس آیت کا مطلب بھی بتا دیں کہ کیا ہے وہ آیت یہ  
 ہے کہ تم اپنے نبی کی عزت و توقیر کیا کرو اور اگر تم اپنی  
 گمراہی پر ہی اڑے رہے تو ہم تمہارے متعلق یہ آیت  
 پڑھ دینگے کہ کیا تم ایسے لوگ نہیں دیکھتے جو جو رائے  
 پرستی کرتے ہیں، اور خدا نے دیدہ دانستہ ان کو گمراہ کر  
 دیا ہے اور ان کے کان اور قلب پر گھبرائی ہے اور انکے پاؤں  
 پر دھڑال دیا ہے تو اب خدا کے بعد ان کو کون ہدایت  
 دے سکتا ہے؟ پس جب مقامات مقدسہ سادہ بیان آگے  
 جاؤ بھی قرآنی حکم سے واجب التعظیم ٹھہرے۔۔۔۔۔  
 تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اولیاء زندہ ہوں یا مردہ  
 وہ سارے خدا کے نیک یا نادر بندے ہیں اور وہ  
 واجب التعظیم ہیں چنانچہ میں پہلے یہ آیت لکھ چکا ہوں  
 کہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور رسول کے  
 ماننے والوں کی تو کیا اولیاء اللہ اور صلحاء اور مؤمنین  
 کی جماعت میں داخل نہیں؟ بھلا یہ بتاؤ یہ کس نے کہا  
 تھا کہ اگر ہم مدینہ میں واپس آئیے تو صاحب غزٹ لیں  
 کہ وہاں سے نکال دیجئے، میں بتاؤں، یہ منافقوں نے  
 کہا تھا اور وہ اس سے رسول علیہ السلام کی توہین چاہتے  
 تھے جس کو خدا نے واجب التعظیم قرار دیا تھا۔ اسے خدا  
 نے انکی تردید میں کہا کہ عزت تو اللہ اور رسول کی ہے اور  
 مؤمنین بھی ذی عزت ہیں۔ اب تم کہیں کون نکلتا ہے؟  
 سچ بتاؤ جس کو خدا واجب التعظیم ٹھہرائے اس کی توہین کرنا



قوله صلى الله عليه وسلم لا تضام  
حين جاء سعد بن معاذ رضى  
الله عنه قومه السيد كمر فامر  
بالقيام تعظيماً له فان قيل الامر  
بالقيام كان لنزول عن الدابة  
لانكاف مر يعني قلنا سوق الكلام  
يشهد بخلاف ذلك لانه ان كان  
المراد بالامر نزول عن الدابة  
فالمناسب ان يقول قسرياً فلان  
وانزل سعداً او قسرياً فلان ويا  
فلان وانزل سعداً لمن الامر  
بلفظ الجمع ولفظ السيد في  
حقه رضى الله عنه يتبادى باعلى  
الصوت ان المراد به قومه السيد كمر  
التعظيم والتوقير أما علموا ان  
الصحابة رضى الله عنهم كانوا اخافين  
في مجلسه الشريف كان على رؤسهم  
الطيور والله يهدى من يشاء الى صراط  
مستقيم - ومن تلك المسائل مسألة  
سماع الموتى قالوا الموتى لا يسمعون  
مستدلين بقوله تعالى انك  
لا تسمع الموتى وقوله تعالى  
وما انت بمسمع من في القبور  
قلنا المراد بالموتى ومن في القبور

المسئلة  
سماع الموتى

کس سلمان کا کام ہے کیا تم مخالفین نے رسول علیہ السلام  
کا یہ حکم بھی نہیں سنا کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ  
لڑائی سے واپس آئے تھے تو آپ نے انصار سے کہا تھا کہ اپنے  
سوار کا گھڑے ہو کر استقبال کرو تو یہ قیام تعظیمی تھا اگر یہ  
سوال کیا جائے کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ آپ بیاتھے تاکہ گھوڑے  
سے آپ کو آرام آتا رہے۔ درنہ تعظیم کے لئے یہ حکم نہ تھا۔ تو  
ہم کہیں گے کہ اس واقعہ کے متعلق سلسلہ کلام اس کے  
خلاف ہے کیونکہ اگر گھوڑے پر سے اتارنا مراد ہوتا تو یوں  
کہنا مناسب تھا کہ ارے فلاں آدمی اٹھو اور ان کو  
گھوڑے سے اتار دو۔ یا یوں حکم ہوتا کہ ارے فلاں و فلاں  
تم دو لو اٹھو اور سعد کو گھوڑے سے اتار دو مگر یہاں تو  
جماعت کو مخاطب کیا ہے اور سعد کو سید کہا ہے اور  
یہ سید کا لفظ سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں بآواز بلند پکارتا  
ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے گھڑے  
ہو جاؤ۔ اس سے مراد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعظیم و توقیر تھی  
پھر کیا مخالفین کو یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام کے دوا  
میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے متواضع ہو کر بیٹھتے تھے کہ  
گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھتے ہوئے ہیں۔ اب خدا  
جسے چاہے روایت کی ہدایت کرے۔ مختلف فیہ  
مسائل میں سے سماع موتی کا مسئلہ بھی ہے مخالف کہتے  
ہیں کہ مرنے نہیں سنتے اور ثبوت یہ دیتے ہیں کہ خدا نے  
حضور علیہ السلام سے کہا ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنتے  
اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ان مردوں کو نہیں سنا سکتے  
جو قبروں میں پڑے ہیں۔ اور ہم جواب میں یوں کہتے ہیں

الکفار والمراد من السماع  
سماع قبول والدلیل علی ان المراد  
من السماع سماع قبول ان الکفار  
ما کان فی اذانہم صمم حتی لا یسمعوا  
کلام صلی اللہ علیہ وسلم فانہم وان  
کانوا یسمعون فی الظاہر لکنہم کانوا  
محرّمین من سمع القبول ومن هذا  
الباب قول المصلي سمع الله لمن حمده  
فان المراد من السماع سماع قبول كما  
يقال ناذيت الامير فاجتني فها سمع  
يعني ما سمع بسمع القبول فليس في  
الايتين دليل على عدم سماع الموتى  
بل فيهما دليل على سماع الموتى لان  
المشبه وهذا الکفار یسمعون فكيف  
يشبّهون لا یسمعون فكما ان الکفار  
یسمعون فی الظاهر كذلك الموتى یسمعون  
فی الظاهر واما سماع القبول فالکفار  
محرّمون عند لئلا نکال القلبی الموتی  
محرّمون عند لعدم قدرتهم علی الجواب  
فکانہم ما سمعوا وضحی الايتين  
انك لا تسمع الموتى ولا تسمع من  
فی القبور انك لا تسمعهم بل الله تعالى  
یسمعهم علی حد قوله تعالى انك لا تسمع  
من احببت ولكن الله یهدی من یشاء

کہ مردوں اور قبر والوں سے مراد یہاں کفار نہیں اور  
سننے سے مراد تصدیقی سننا ہے اور اس امر کا ثبوت  
کہ یہاں سننے سے مراد تصدیقی سننا ہے یہ ہے کہ کفار  
کے کانوں میں بہر اپن نہ تھا کہ حضور علیہ السلام کا کلام نہ سُن  
سکتے۔ پس وہ اگرچہ بغیر سننے تھے لیکن تصدیقی سننے  
سے محروم تھے۔ اسی محاورہ کے مطابق ہے نمازی کا بول  
کہنا کہ سمع اللہ لمن حمده خلاصہ اس کی بات مان لیتا ہے  
جو اسکی تعریف کرتا ہے۔ یہاں بھی تصدیقی سننا مراد ہے  
اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے کہ میں نے میری کو اپنی حاجت  
روائی کئے پکارا، مگر اس نے ایک نہ سنی، یعنی میری  
پکار کو منظور نہیں کیا پس دونوں آیتوں میں مردوں کے  
نہ سننے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ان میں سماع موتی کا  
ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ یہاں کفار کو مردوں سے مساوی  
مانا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سننے تھے اور وہ نہیں سننے تھے  
تو یہ مساوات کیسے ہوگی؟ تشبیہ ہی صحیح ہوگی  
کہ دونوں بغیر سننے تسلیم کئے جائیں ہو حقیقت یہ ہے  
کہ جس طرح کفار بغیر سننے ہیں تو مردے بھی بغیر سننے  
ہیں مگر تصدیقی سننا دونوں میں نہیں کیونکہ کفار انکا  
قلبی کی وجہ سے اس سے محروم ہیں اور مردے اس  
اس لئے محروم ہیں کہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو انکا  
وہ بھی نہیں سننے اب دونوں ایت کا مفہوم یوں ہے  
کہ آپ تو ان کو نہیں سنا سکتے مگر خدا ان کو سنا دے گا  
جیسا کہ ارشاد ہے کہ آپ تو اسے ہایت نہیں دے  
سکتے جسے آپ پسند کریں لیکن خدا جسے چاہے ہدایت

وقد نص في القرآن ان الله سميع من  
يشاء وما انت بمسمع من في القبور  
مراجعة الى كلام في اصل السماع  
فنقول ان السماع والنظر والكلام  
والبطش والمشي وجميع الافعال  
الارادية وظيفه الروح بمعاونته  
الحواس والجوارح مادام في حالة الحياة  
وبدون معاونة الحواس والجوارح بعد  
المات ومعداتي ذلات حالة النوما  
فان النوم يعطل فيه الحواس انظاره  
والباطنة والجوارح من العمل الروح  
ليست وليسمع وينظر ويتكلم ويبطش  
ويلتذ بالمستلذات ويأكل بما ملأها  
فان روح الاحياء مع حبسها في البدن  
تفعل جميع ما ذكر في النوم فارواح  
الاموات المطلقات من حبس البدن  
كيف لا تقدر على ما تقدر  
عليه في حالة حبس البدن  
فلذا قيل النوم اخ الموت نعم  
ارواح الكفار المحبوسين  
في الدركات عروهم من  
الادراكات مشغولون بنتائج  
سوء اعمالهم وكذا الفساق  
ان لم يوحهم ربهم

دے دیتا ہے اور قرآن مجید میں اس کی تصریح بھی  
موجود ہے کہ خدا جسے چاہے سنا دیتا ہے اور آپا بل  
قبور کو نہیں سنا سکتے۔ اب ہم اصل مسئلہ سماع موتے  
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسنونہ دیکھنا  
بولنا، حکم کرنا، چلنا اور تمام خود اختیاری فعل روح  
انسانی کا فرض میں کہ جب تک انسان زندہ رہے  
اس کی روح حواس اور بیرونی اعضا کی امداد سے وہ  
فرائض بہم پہنچائے اور موت کے بعد اس کا فرض ہے  
کہ بغیر مادی حواس اور بیرونی اعضا کے یہ سب کام کرے  
اس کی مثال نیند ہے کیونکہ نیند کی حالت میں تمام حواس  
معطل ہو جاتے ہیں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور  
بیرونی اعضا بھی کام سے رہ جاتے ہیں مگر روح  
حسب دستور چلتی ہے اور سنتی ہے، دیکھتی ہے، بولتی ہے  
حکم کرتی ہے، لذت چیزوں سے لذت بھی اٹھاتی ہے  
اور مادی اشیاء سے تکلیف بھی پاتی ہے۔ پرتاب  
ہو اگر زندہ کی روح بحالت نوم اگرچہ جسم میں مقید  
ہے۔ سب کچھ کر لیتی ہے تو مردہ کی روح جو جسمانی قید  
سے رہا ہو چکی ہے کیسے ان افعال پر قادر ہوگی۔  
جن پر کہ بقید جسمانی قادی تھی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے  
کہ نیند موت کے برابر ہے اور ارواح کفار کے جو  
دوزخ کے قید خانوں میں ہیں وہ ان احوال کے قید  
کرنے سے محروم رہتے ہیں اور اپنی بد عملی کے نتائج  
میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح گنہ گاروں کی مدین  
بھی جہنم کہ خدا ان پر رحم نہیں کرتا۔ اپنے مذاق

ومن تلك المسائل مسألة التوسل  
عند الله تعالى بأرواح الصالحين  
من عبادة أحياء وأمواتا وهذه  
المسئلة لها فروع الفرع الأول  
بان ينادى سربته ويتوسل  
بروح الصالح من عبادة المقرب  
لبابه بنحو قولنا اللهم اني توسل  
اليك بروح سيدنا رسول الله  
صلى الله عليه وسلم اذ بروح الشيخ  
الفلاني وهذا النوع جائز لا عيب  
عليه عند كافة الامة المرجوة  
الامن اعي الله قلبه وختم على  
سمعته وبصره وقد هدا الله  
تعالى الى هذا بقوله يا ايها الذين  
امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه  
الوسيلة فلفظه اتقوا الله قبل  
الامر بابتغاء الوسيلة تشير الى  
الحث واللزوم بابتغاء الوسيلة الى  
حضور قدس تعالي وتعليم الادب  
لعبادة بتقدريم الوسيلة لان طلب  
المستعمل من اكار الوقت  
غالبا لا يكون بدون تقدير  
الوسيلة من الهداية وشفاعة  
مقرب عند كذا لك طلب

میں مصروف و مبتلا رہتے ہیں مبتلا ذی مسائل  
میں سے ایک توسل کا مسئلہ بھی ہے کہ آیا اللہ کے  
نیک بندوں کی روحوں کا خواہ و مژدہ ہوں یا  
مردہ خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے؟ اور اس  
مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ انسان خدا کو کچھ  
اور بارگاہ الہی کے صالح بندوں میں سے کسی ایک  
کو اپنا وسیلہ بنائے مثلاً یوں کہے کہ یا اللہ میں تیری  
بارگاہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
روح مبارک کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یا یوں کہے کہ فلاں  
شیخ کی روح کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یہ صورت بلاشبہ جائز  
ہے تمام امت محمدیہ کے نزدیک۔ ہاں اس کا وہ نقص  
ہے جس کے دل کو خدا نے اندھا کیا ہوا ہے ادا اس کے  
کان اور آنکھ پر مہم کر دی ہے اور میں خدا سے تعالیٰ  
نے اس آیت سے ہدایت کا راستہ بتا دیا ہے کہ لوگو  
جو ایمان لائے ہو، خدا کے عذاب سے ڈرو اور اس کی  
طرف وسیلہ نہات طلب کرو۔ اس آیت میں وسیلہ  
طلب کرنے سے پہلے یہ نغظ ہے کہ اللہ کے عذاب سے  
ڈرو۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا کی مقدس بارگاہ  
میں وسیلہ طلب کرنے پر شوق دلایا گیا ہے اور اسے  
واجب قرار دیا گیا ہے اور بعد اللہ کے وسیلہ پیش کرنے  
سے ادب کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ دنیاوی اکابر  
سے عموماً اپنی حاجت طلب کرنا ہی ہوتا ہے کہ ہر  
یا تحفہ کو وسیلہ بنایا جائے یا کسی مقرب کی سفارش  
پیش کی جائے جس کی عزت اس بزرگ کے دل میں

المستول من الملك الحلام لا يصلح  
 الا بتقدیم الوسيلة وادق الذرائع  
 واحسن الهدایا الى الغنى المتعالم  
 التوسل باسرواح الصالحين  
 من عباده قالوا التوسل بالمأمور  
 فى القران انما يكون بالاعمال  
 لا بالابدان مستدلين بحديث  
 الثلاثة الذين حبسوا فى الغار  
 قلنا كما يجوز التوسل بالاعمال  
 كذلك يجوز بالابدان كما  
 توسل سيدنا الفاروق  
 رضى الله عنه عام قطط المطهر  
 بسيدنا العباس رضى الله عنه  
 ولان التوسل بالاشخاص  
 حقيقة هو التوسل باعمال  
 ذلك الشخص لا بجسمه  
 المظاهر فعباس التوسل  
 بالاشخاص توسلا بالاعمال  
 الفرع الثانى من التوسل  
 بان ينادى الى الروح احد  
 من عباده الله الصالحين بان  
 يقول يا سيدى رسول الله  
 اغثنى او يا سيدى الشيخ  
 الفلانى امدنى ففیه تفصیل

على هذا القياس عالم الغیب خدا و شاہ کے دربار میں  
 بھی انہی حاجت طلب کرنا سوائے وسیلہ پیش کرنے کے  
 امکانی پختہ ذریعہ تلاش کرنے کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ اور  
 اس سختی لا پڑے خدا کے دربار میں بہترین تمغہ بھی ہے  
 کہ ارواح عباد اللہ صالحین کو وسیلہ بنا یا جائے مگر  
 غافل نہ کہتے ہیں کہ جس وسیلہ پیش کرنے کا حکم قرآن  
 مجید میں ہے اسی سے مراد صرف اعمال صالحہ ہی ہیں  
 کسی کی شخصیت وسیلہ نہیں ہو سکتی اور ثبوت میں وہ  
 حدیث پیش کرتے ہیں کہ تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے  
 حنیذ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے  
 اعمال حسنہ کو پیش کر کے دعا مانگی تھی اور وہ دعا منظور  
 بھی ہوئی تھی اور ہم جواباً کہتے ہیں کہ توسل جس طرح اعمال  
 سے جائز ہے۔ اسی طرح خدا کے نیک بندوں سے بھی  
 صحیح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں  
 تھا پڑ گیا تھا تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ  
 سے توسل کیا تھا۔ درحقیقت کسی نیک بندے کا توسل  
 پیش کرنا اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے نیک  
 عمل پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہری جسم پیش نہیں  
 کیا جاتا تو اس لحاظ سے شخصی توسل بھی توسل بالاعمال  
 بن جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خدا کے  
 نیک بندوں میں سے کسی ایک کی روح کو پکارے اور  
 یوں کہے کہ اے میرے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 میری فریاد سنی فرمائیے یا یوں کہے کہ اے میرے آقا  
 فلاں شیخ میری مدد کیجئے تو اس کی تشریح یوں ہے

ان کا ن مراد القائل العترة اعني ذرية  
 للعبد الصالح بطريق المجاز و يعلم  
 ان المعطى والمناقم هو الله تعالى و  
 والعبد الصالح وسيلة الى حضرة قدس  
 و بعد نفسه احقر من ان يماجي  
 رتبة فذلک بما تولا ان الاعمال بالذات  
 ولكل امرئ ما نوى فالله تعالى هو  
 المعطى والتبهي صلى الله عليه وسلم  
 هو المقام وقد جرت العادة للفقراء  
 والمحتاجين باظهار فخرهم المقام  
 لا المعطى ويتفرع على هذا المبحث  
 مسئلة جواز نداء الغائب وعدم جوازه  
 قالوا لا يجوز لنداء للغائب ومن  
 اعتقده فقد اشرك بالله تعالى قلنا  
 ما مرادهم بالغائب الغائب عن النظر  
 ام الغائب عن القلب فان كان ام  
 الغائب عن النظر فالله تعالى  
 غائب عن النظر قال الله تعالى  
 لا تدركه الابصار وهو  
 يدرك الابصار فلا يجوز لاحد  
 ان يقول يا الله وان كان مرادهم  
 الغائب عن القلب فالله تعالى حاضر  
 في قلب كل مؤمن بدو ليس بغائب و  
 رسول الله عليه وسلم ايضا حاضر في قلب

جواز نداء الغائب

کہ اگر اس کی مراد مجاز ہے یعنی جب وہ نیک بندے کو  
 پکارتا ہے تو مجازی طریق پر پکارتا ہے۔ ورنہ وہ بھی جانتا  
 ہے کہ خدا ہی دیتا ہے یا وہ کہتا ہے مگر عرصہ حال و میان  
 میں وسیلہ ہے کیونکہ وہ خدا کی بارگاہ میں مقرب ہے اور  
 میں اس امر کے لائق نہیں کہ خدا سے کوئی مانگی بات کہے  
 تو یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ اعلیٰ کی بنیاد نیت پر ہوتی  
 ہے اور انسان کو نیت کا پھل ملتا ہے خدا دینے والا ہے  
 اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا عطیہ تقسیم کرنے والے  
 ہیں اور یہ دستور چلا آیا ہے کہ فقیر اور محتاج تقسیم کرنے والے  
 کے پاس اپنی ضرورت پیش کیا کرتے ہیں اور اصل سنی کثرت  
 میں پیش نہیں کرتے۔ اسی بحث سے ایک اور مسئلہ بھی حل  
 ہو جاتا ہے کہ غائب کو پکارنا صحیح ہے یا ناجائز؟ مخالف  
 کہتے ہیں کہ ناجائز ہے کہ غائب کو پکارا جائے اور بعض  
 ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ خدا سے شریک کرتا ہے مگر ہم پوچھتے  
 ہیں کہ غائب کے لفظ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ آیا وہ  
 آدمی جو نظر سے غائب ہو یا دل سے غائب ہو؟  
 اگر تم نظر سے غائب مراد لیتے ہو تو خدا بھی نظر سے  
 غائب ہے کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ خدا کو نظر  
 دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بندوں کی نظر کو دریافت  
 کر لیتا ہے۔ تو کسی مخالف کو بھی یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ  
 وہ کہے "اے اللہ" اگر مخالف کی مراد اس لفظ سے وہ غائب  
 ہے جو دل سے پوشیدہ ہو تو خدا تعالیٰ تو ہر ایک کے  
 قلب میں حاضر ہوتا ہے اور کبھی غائب نہیں ہوتا اور رسول  
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ایک مومن کے قلب میں

کل مؤمن یہ وليس بغائب فهو  
 ينادى الى من في قلبه وحاضر  
 المقلب اعلى واحلى من حاضره النظر  
 فما بقى للغائب محل يمينون  
 المداء اليه واما قولهم  
 قاله تعالى يسمع والبتى صلى الله  
 عليه وسلم لا يسمع ففیه بحث  
 ليس هذا محل نشره وقد  
 سبق في مسئلة سماع الموتى  
 نبذا منه ولدت سلك ان البتى  
 صلى الله عليه وسلم لا يسمع  
 فنقول قاله تعالى يسمع قول المقابل  
 يا رسول الله اغثنى او ما سمع لا  
 سبيل الى الثاني فاذا سمع من عبده  
 الغناء لجيب وصفية واستخاشته  
 برسوله الذى هو بالمؤمنين ردت  
 رحيم اليس مقتضى كرمه ارجاح مطلو  
 فان قلت نعم فهو المطلوب ان قلت  
 لا فليكن بالبرهان وايضا في الحديث  
 الذى اخبر به الجادى في صحيحه عن ابي هريره  
 انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 ان الله تعالى قال من عادى لي وليا  
 فقد آذنته بالحرب وما  
 تقرب الى عبد بشئ

حاضر ہوتے ہیں اور غائب نہیں ہوتے پس مؤمن بھی  
 اسی کو پکارتا ہے جو اس کے دل میں حاضر ہوتا ہے اور  
 دل کا حاضر نظر کے حاضر سے بالاتر اور مرغوب تر ہوتا ہے  
 تو کوئی ایسا غائب نہ رہا جس کو پکارنا وہ ناجائز سمجھتے  
 ہیں اور مخالفین کا یہ کہنا کہ خدا تو سنتا ہے مگر رسول  
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی پکار نہیں سنتے، قابل  
 غور ہے۔ یہ مقام اس پر بحث کرنے کا نہیں اور مسئلہ  
 سماع موتی میں اس کی کچھ تفصیل گذر بھی چکی ہے اگر  
 بانقض تسلیم بھی کیا جاوے کہ حضور علیہ السلام کسی کی  
 پکار نہیں سنتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کہ یا رسول اللہ  
 اغثنی کا فقرہ خدا سنتا ہے یا نہیں؟ یہ تو نامکن ہے  
 کہ خدا نہ سنے۔ توجب وہ سنتا ہے کہ اس کا ایک بندہ  
 اس کے حبیب اور برگزیدہ نبی علیہ السلام کو پکارتا ہے  
 اور اس کے اس رسول علیہ السلام سے فریاد کر رہا  
 ہے جو مومنین پر کمال طور پر رحمدل ہے تو کیا خدا کا  
 فضل یہ روانہ رکھیں گے کہ اس کی مراد پوری کرے پس  
 اگر تم اسے مانتے ہو تو ہمارا مطلب بھی یہی ہے۔ اگر  
 انکار کرتے ہو تو کوئی صحیح دلیل پیش کرو۔ دیکھو  
 ایک حدیث میں آیا ہے جہام بخاری نے اپنی کتاب  
 میں درج کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ  
 حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ  
 جو شخص میرے مقرب دوست سے عداوت کرے،  
 میں اسے لڑائی کا اعلان کروں گا۔ اور میری پاگاہ  
 میں انسان کے لئے تقرب کا وسیلہ اس سے بڑھ کر

احب الی ما افترضته علیہ ولا یزال  
العید یقرب الی بالنواقل حتی  
احببته فاذا احببته کنت سمعہ الذی  
یسمع بہ وجصرہ الذی یرى بہ الحدیث  
وای اقرب الیہ تعالیٰ من حبیبہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ثم اذا سمع بسمعہ  
تعالیٰ وبصرہ بصرہ تعالیٰ فکیف  
لا یسمع من ینادیہ من قریب او  
بعید فان ذلک القرب والبعید انما  
هو باعتبار لا باعتبار صلی اللہ  
علیہ وسلم وھذا مشاہدہ لکفالت  
عینا بصیرتہ بالنور الالہی انتہی  
وکن تلك المسائل مسئلة زیارة  
قبور الانبیاء والادیاء قالوا  
السفر لزیارة القبور والکان  
قبور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
بدعتا وشرک باختلاف اقوالہم  
وما ادری کیف یجترون علی شرک  
جميع الاحتم من لدن نرمنہ صلی  
اللہ علیہ وسلم الی هذا الوقت و  
قد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
لا یجتمع امتی علی الضلالة  
وید اللہ علی الجماعۃ ومعلوم ان  
من قال لا خیر المؤمن یا کافر

مسئلۃ زیارۃ قبور الانبیاء

نہیں کہ جو میرے فراموش ہیں ان کو وہ ادا کرے۔  
اسی طرح میرا بندہ تو افضل سے میرا مقرب بنتا چلا جاتا  
ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں  
تو پھر میں خود اس کی قرب سماعت بن جاتا ہوں تو  
وہ میرے ذریعہ سے سنتا ہے اور اس کی بصارت  
بن جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے الخ بتاؤ خدا  
کا بڑا مقرب اس کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہے تو ثابت ہوا کہ حضور  
علیہ السلام خدا کی سماعت سے سنتے ہیں اور اسی کی  
بصارت سے دیکھتے ہیں تو پکارنے والا خواہ قریب  
یا بعید آپ اس کی پکار کیوں نہ سنیں گے؟ کیونکہ قریب  
و بعدہ فرق تو ہمارے متعلق ہوتا ہے حضور علیہ السلام  
کے متعلق نہیں ہوتا۔ اس کا مشاہدہ وہ شخص کر سکتا ہے  
جس کی دونوں آنکھوں میں نور الہی کا سرمہ لگا ہوا ہو۔  
منازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ قبور انبیاء اولیاء  
کی زیارت کا بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ زیارت  
قبور کے لئے سفر کرنا بدعت ہے۔ اگرچہ وہ قبر رسول  
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو بعض کہتے ہیں وہ شرک  
ہے۔ بہر حال ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے۔ مجھے معلوم  
نہیں ہوتا کہ وہ کیسے تمام امت محمدیہ کو شرک بنانے کی  
جرات کر لیتے ہیں جو عہد رسالت سے لیکر اب تک صلی  
آئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری  
امت گمراہی پر توفیق نہ ہوگی اور اس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے  
اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص کسی مومن کو یہ لفظ کہے گا کافر



فقد باء براءا حدهما قال الله الميثقة  
فقطح النظر من الاحاديث في باب  
زيارة القبور واقوال العلماء نقول  
اما قال الله تعالى ولو انهم ذلخوا  
انفسهم جاؤك فاستغفروا الله  
استغفر لهم الرسول لوجود الله  
قوابا رحما فهل قيد سبحانه تعالى  
بحيئهم في حال الحيوة كما اولها وهل  
قيد بحيئهم من قريب او بعيد كما قرئ  
بل هي عام الدلالة في حياته وبعداته  
من قريب او بعيد اجمع الا قد غيا  
وحد يثا بجواز زيارة القبور و  
تغيب زيارة قبور الصالحين ففى  
زيارة القبور نفع الميت بالثناء له  
بالمغفرة واهداء ثواب القراءة لهم  
ونفع للزائر بالتقوى والتهبى للموت  
وشغلته اراح الصالحاء في حق  
زائريهم ولا عبرة بفعل بعض الجملاء  
من السجود لقبور الا ولياء او  
الطوائف بالقبور فان كلامها  
حرام واللازم على اهل  
البصيرة ان يعلموهم  
اداب الزيارة ولا يمنعوهم  
من اصل الزيارة الا ترى

تدان دونوں میں سے ایک ضرور کفر بیکر شرتا ہے والی اللہ  
اس سے قطع نظر کر کے کزیارت قبور کے متعلق کئی ایک  
احادیث وارد ہیں اور اہل علم کے تحقیقی قول بھی موجود ہیں  
ہم کہتے ہیں کہ کیا خدا نے یوں نہیں کہا کہ اے نبی جن لوگوں  
نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اگر وہ آپ کے پاس آجالتے اور  
اللہ سے معافی مانگتے اور آپ خدا کے رسول بھی ان کے لئے  
مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور خدا کو مہربان اور قبول  
کرنے والا پاتے۔ آپ تم بتاؤ کیا اس آیت میں خدا نے  
رسول کی زندگی کی شرط لگائی ہے؟ جیسا کہ تم اس کی  
تاویل کرتے ہو۔ یا یہ شرط لگائی ہے کہ انے والا اور ہو یا  
نزدیک جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ نہیں نہیں۔ یہ آیت  
عام مفہوم رکھتی ہے خواہ زندگی میں کوئی آئے یا آپ کی  
وفات کے بعد پھر وہ خواہ قریب ہو یا بعید قدیم اور  
موجودہ امت کا اتفاق ہے کہ زیارت قبور جائز ہے اور  
قبور صلیحاء کی ترغیب دینا بھی جائز ہے۔ کیونکہ زیارت  
قبور میں میت کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے دیکھو کہ اس  
کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور قرآن قرآن کا ثواب  
دیا جاتا ہے اس کی روح کو اور زائر کو بھی فائدہ ہوتا  
ہے کہ وہ ہوشیار ہو جاتا ہے اور موت کی تیاری کرتا ہے  
اور خدا کے نیک بندوں کی رحیم بارگاہ الہی میں اسکی  
شفاعت کرتی ہیں۔ مگر جو کچھ جاہل دماغ جاکر کرتے ہیں  
مثلاً قرآن سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا۔ تو وہ بہر حال آم  
ہوتا ہے اور اہل علم کا فرض ہے کہ ان کو ادب زیارت  
کی تعلیم دیں اور اصل زیارت سے ممانعت نہ کریں کیا

لو ان ضریفا قد البصر دخل مسجد  
وصلی الی غیر القبلة فاللزم علی  
اهل البصيرة ان یعلموا و یقولوا  
وجہہ نحو القبلة او یمنعون من الصلوة  
اصلا و اما استدلالہم بحديث لا  
تشدد الرجال الا الی ثلاثہ مساجد  
فانہ مضیون بالمساجد كما ورد فی  
بعض روایات الحدیث لفظ المسجد  
بقوله علیہ الصلوۃ والسلام لا  
تشدد الرجال الی مسجد الا الی  
ثلاثہ مساجد فان تشد الرجال  
الی التجارات والغزوات ونحوها  
صا موالشرع الشریف ولا ینکرہ  
الا المجاہد الغبی قال للہ تعالیٰ و  
اتخذوا من مقام ابراہیم مصلی و  
مقام ابراہیم من اثار المصالحین  
فاذا كانت الاثار مورا بالصلوة  
فیہا فما ظنک بضر ائمتہم الشریفہ  
اذا الم تکت القبور محاذیہ القبلة  
ومن تلك المسائل مسئلة الشفاعة  
قالوا الشفاعة غیر محذوۃ فانہا ان تكون  
الا بان یكون الشفیع وجہا عند اللہ  
تعالیٰ او یكون محبوبا للہ تعالیٰ و هذا  
محاذ فی حق اللہ تعالیٰ والتمنا الشفاعة

تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا مسجد میں آکر نماز پڑھتا ہے  
اور قبلہ رخ نہیں ہوتا تو دیکھنے والے کا کیا فرض ہے  
ہے کہ اسے بتائے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف کرے  
یا یہ فرض ہوگا کہ وہ اسے نماز سے روک دیں مگر  
ان کی یہ دلیل کہ حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کے بغیر  
کسی اور مقام کی طرف سواری پر سفر نہ کیا جائے تو اس  
کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مساجد سے مخصوص ہے۔  
جیسا کہ اس حدیث کی بعض روایات میں مسجد کا کاف  
لفظ موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی مسجد  
کی طرف شد رجال یعنی سفر نہ کیا جائے سوائے تین مساجد  
کے اور تجارت اور جہاد وغیرہ کی طرف سفر کرنا خود شریعت  
شریف میں فرمایا گیا ہے جس کا انکار ہٹ دھرم ہو تو  
کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ دیکھو خدا کا حکم ہے کہ شفاء  
ابراہیم علیہ السلام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ اور مقام ابراہیم  
صالحین کے آثار میں سے ہے۔ تو جب ایسے آثار صالحین  
میں نماز ادا کرنے کا حکم ہے تو ان کے مزارات سے متعلق  
تہہ راسعت کے لئے کیا خیال ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ  
ان کے مزارات شریف نمازی کے قبلہ کی طرف نہ ہوں  
متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ شفاعت کا  
بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ شفاعت ناممکن ہے  
کیونکہ شفاعت اسی صورت میں ہو سکتی کہ شافع و حیی  
ہو۔ یا خدا کا محبوب ہو اور یہ دونوں امراض کے سبب  
محال ہیں۔ تیسری صورت شفاعت بالاذن کی ہے  
اور یہ گونہی شفاعت کے برابر ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو

بلاذن فہی کل شفاعۃ لا تکیں کھل  
 الکبائر ولا للمصترین علی الصغائر  
 وبعض الصغائر ان قاسمها التوبۃ  
 والندامۃ فیومہ ربہ ولا یتصلح  
 العفو بلا سبب فیاذن لمن یشاء  
 بشفاعتہ ویغفرہ برحمۃ انتہی عقیدۃ  
 اقوال اولیٰ لا نسلم ان شفاعۃ الہیۃ  
 او المحبۃ علی ان علی اللہ تعالیٰ نحوہ  
 من الشفیع ولا لہ من عدم رضاء  
 محبوبہ بل بحسن فضلہ وکرمہ علی  
 رسولہ وخواص عبادہ وآنس  
 ثبوت وجاہۃ النبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم فی حضرۃ ربہ الاعلیٰ و  
 محبتہ لہ قال اللہ تعالیٰ فی حق  
 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وجہما  
 فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین وقال  
 اللہ تعالیٰ فی حق سیدنا موسیٰ علیہ السلام  
 فبرءۃ اللہ عما قالوا وکان عند اللہ  
 وجہما فاذا کان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام  
 وسیدنا موسیٰ علیہ السلام وجہین و  
 من المقربین فسیدنا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ وحق  
 بذلک قال اللہ تعالیٰ وکان  
 فضل اللہ علیک عظیمًا وقال تعالیٰ

کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی نہ صغیرہ گناہ  
 پر اصرار کرنے والوں کے لئے ہوگی اور چند صغیرہ  
 گناہ والوں پر خدا خود ہی رحم کر دے گا جبکہ توبہ اور  
 ندامت ان کے ساتھ ہوگی۔ تو خدا بھی کسی سبب کے بغیر  
 ان کو معاف نہیں کرے گا لیکن جسے چاہے مٹا کر دیگا  
 اور جسے چاہے گا شفاعت کی اجازت دیگا ان کا  
 عقیدہ یہاں ختم ہوا مگر میں پہلے توبہ کہتا ہوں کہ  
 وجہ اور محبوب کی شفاعت محال نہیں ہے۔ خدا کے  
 نزدیک بلکہ ضروری ہے نہ اس لئے کہ خدا شفیع سے  
 ڈرے گا اور نہ اس لئے کہ خدا اپنے محبوب کو ناراض  
 کرنے سے دردمند ہوگا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب  
 اور اپنے خاص بندوں پر خاص فضل و کرم کرے گا۔  
 (دوم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت بارگاہ  
 الہی میں از روئے قرآن ثابت ہے اور آپ کی محبوبیت  
 بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا و  
 آخرت میں وجہ ہیں اور مقربین بارگاہ الہی میں  
 ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے  
 کہ جو الزم مخالفین دیتے تھے۔ اس سے خدا نے آپ کو  
 بری کر دیا اور آپ خدا کے دربار میں وجہ تھے اور  
 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 وجہ اور مقرب بارگاہ الہی تھے تو حضرت محمد  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کے سب سے  
 بڑھ کر مقدر ہوں گے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ آپ پر  
 خدا کا فضل بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ

قل انکمتم تحبون الله فاتبعونی  
 یحبکم الله فاذا احبکم التابع لہ  
 محبوباً عند الله تعالیٰ افلا ینکون  
 المتبعون محبوباً عندہ تعالیٰ وقال  
 صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم وانا  
 حبیب الله فاذا ثبت وجاہتہ  
 عند الله تعالیٰ وحببتہ  
 مولاه لہ فانی مانع من قبول  
 شفاعتہ وقال صلی الله علیہ  
 وسلم اعطیت الشفاعۃ قال الله  
 تعالیٰ عسی ان یبغضک ربک  
 مقاماً محموداً و اجمع المفسرین  
 بان المراد بالمقام المحمود ہی الشفاعۃ  
 الکبریٰ راجعاً الی القسم الثالث  
 من الشفاعۃ فقولہ ان لا یتغفا  
 وطلب المغفرۃ لاحد ہی الشفاعۃ  
 وقد امر الله تعالیٰ انبیاءہ  
 علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 بطلب المغفرۃ لاممہم  
 قال سیدنا ابراہیم علیہ  
 نبینا وعلیہ السلام ربنا  
 اغفر لی ولوالدائی و  
 للمؤمنین یوم یقوم  
 الحساب وقال سیدنا

آپ فرمادیں کہ اے مومنین اگر تم خدا کے محبوب بننا  
 چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو تب خدا تعالیٰ  
 تم کو بھی اپنا محبوب بنائے گا۔ خیال کرو کہ جب  
 تابع محبوب الہی ہو تو متبوع کیوں محبوب الہی نہ  
 ہوگا۔ حالانکہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا ہے کہ میرا خطاب محبوب الہی ہے۔ تو جب آپ کی  
 وجاہت خدا کے دربار میں ثابت ہے اور خدا کی  
 محبت بھی ثابت ہے تو آپ کی شفاعت کے  
 منظور ہونے میں کیا کسر باقی ہے اور آپ نے  
 یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے خاص طور پر شفاعت کرم  
 کا مرتبہ عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا  
 ہے کہ عنقریب خدا آپ کو مقام محمود پر پہنچا دینا۔  
 اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مقام محمود  
 سے مراد شفاعت کبریٰ ہے اور ہم شفاعت کا  
 مرتبہ ہے۔ اب رہی شفاعت کی تیسری قسم تو  
 اس کے متعلق ہم یوں کہتے ہیں کہ شفاعت کا  
 مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کے لئے استغفار اور  
 طلب مغفرت کی جائے اور یہ ثابت ہے کہ خدا  
 تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا  
 ہوا ہے کہ اپنی اپنی امت کے لئے خدا سے مغفرت  
 طلب کریں۔ چنانچہ حسب حکم خداوندی حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام دست بدعا ہو کر فرماتے ہیں کہ  
 اے ہمارے رب مجھے بخش، میرے والدین کو بخش  
 اور مومنین کو بخش جس دن کہ حساب کا حکم قائم ہوگا

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ توبی  
 ولینا ما غفر لنا و امرحمننا  
 وانت خیر الغافرین  
 وقال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام  
 ان تعدّ بهم فانهم عبادک  
 وان تغفر لهم فانک انت  
 العزیز الحکیم فطلب لهم  
 المغفرة بالطف الا لفاظ و  
 قد امر الله تعالى جبرئیل بقوله  
 وصلي عليهم ان صلواتک  
 مسکون لهم فهذا هو  
 الامر و الاذن بالشفاعة  
 وقال تعالى ولوا نهم  
 اذ ظلموا انفسهم جاؤک  
 فاستغفر وال الله و  
 استغفر لهم الرسول  
 لوجود الله توابا  
 رحیما . فهل  
 لا استغفار الرسول  
 معنی الا الشفاعة  
 وقال تعالى  
 واستغفر لذنبک و  
 للمؤمنین والمؤمنات  
 وال الله یعلم

جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ توبی  
 ہمارا سرپرست ہے ہماری مغفرت کرو اور ہم پر رحم کر  
 اور تو تمام مغفرت کرنے والوں سے بہتر ہے اور  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ۔ یا اللہ اگر  
 میری امت کو تو عذاب کرے تو کوئی چارہ نہیں ۔  
 کیونکہ وہ میرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف  
 کر دے تو یہ تیری شان کے شایان ہے کیونکہ تو  
 عزت و حکمت کا مالک ہے دیکھو آپ نے کن نرم  
 لفظوں میں مغفرت طلب کی ہے ۔ اور خدا تعالیٰ  
 نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد  
 کیا ہے کہ اپنی امت پر نماز بخاؤ اور دعاؤں پر  
 کرو کیونکہ آپ کی دعاؤں پر ان کے لئے باعث  
 تسکین ہے پس یہی حکم امر اور اذن بالشفاعة  
 ہے ۔ پھر ارشاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی جان  
 پر ظلم کیا ہے پس اگر آپ کے پاس آجائے ۔  
 اور خدا سے معافی مانگے اور آپ بھی بحیثیت  
 رسول اللہ ہونے کے ان کے واسطے معافی مانگتے  
 تو وہ ضرور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ بڑا مہربان اور  
 توبہ قبول کرنے والا ہے پس انبیاء علیہم السلام  
 کے استغفار کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی امت کے  
 لئے شفاعت کریں چنانچہ خدا نے نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو ارشاد کیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی  
 پردہ پوشی طلب کرو اور زن و مرواہل ایمان  
 کے لئے مغفرت طلب کرو ۔ کیونکہ خدا تو بہارے

مقلبکم ومثواکم فلیس الامر بالاستغفار  
 الا الاذن بالشفاعة بأذن الوجوه  
 لان الامر اذک من الاذن بل مدح الله  
 تعالیٰ عوام المؤمنین بالاستغفار  
 الاخوان من المؤمنین بقوله تعالیٰ و  
 الذین جاؤا من بعدهم یقولون ربنا  
 اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا  
 بالایمان وقال تعالیٰ ولسوق یعطیک  
 ربک فترضی و عند الله حق لا یمکن  
 التعلف ولن یخلف الله وعداً مرسله  
 فاعمد الی نبی صلی الله علیه وسلم علی  
 و قد رقیب فقال اعطیت الشفاعة  
 بلفظ المامنی ونقول لهم اما نقولون  
 فی صلاتکم ربنا اغفر لی ولوالدینی  
 للمؤمنین یم یقوم المساجد فی اذن  
 لکم فی دعاء المغفرة للوالدین و  
 للمؤمنین الیس هذا الدعاء شفاعة  
 فان قلتم اذن لنا المشارع نقول  
 اذن المشارع بالشفاعة لکاف المؤمنین  
 ولریا اذن لجیبہ و صفیہ صلی الله  
 علیہ وسلم ما تو ابرہا نکم  
 ان کنتم صادقین و اما  
 قولهم الشفاعة لا تكون  
 لاهل الکتاب و کلا للمؤمنین

حرکات و سکنا سے خوب واقف ہے پس امر  
 بالاستغفار ہی اذن بالشفاعة ہے اور اذن بھی بڑے  
 زور کا ہے کیونکہ امر کرنا اذن دینے سے زیادہ زور اور توانا ہے  
 صرف ہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھو کہ خدا نے ان مسلمانوں کی عمر  
 بھی کی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں  
 چنانچہ ارشاد ہے کہ جاہل ایمان بعد میں آئے وہ کہتے ہیں کہ  
 یا اللہ میں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو تم  
 پہلے ایمان لا چکے پھر ارشاد ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 خدا آپ کو اتنا دینگا کہ آپ رہی ہو جائیگی اور خدا کا وعدہ سچا ہے  
 اس میں خلاف وعدہ کی گنجائش نہیں کیونکہ اس نے خود کہا ہے  
 کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی وعدہ  
 پر پھر و سر کہتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے (فعلیٰ اصغی  
 کے نفوس میں) کہ مجھے شفاعت کا عہدہ یا احاطہ ہے ہم پر  
 پوچھتے ہیں کہ کسے اہل ایمان کیا تم اپنی نمازیں یہ دعا نہیں کیا  
 کرتے کہ یا اللہ مجھے بخش میرے والدین کو بخش اور قیامت کے  
 دن مسلمانوں کو بھی بخش۔ اب بتاؤ تم کو دعائے مغفرت کیلئے  
 کس نے اجازت دی ہے کہ تم والدین اور مسلمانوں کیلئے دعائے  
 مغفرت کرتے ہو؟ یہ بھی بتاؤ کہ کیا یہی طلب مغفرت شفاعت نہیں  
 ہے؟ پس اگر تم یوں کہو کہ خدا نے ہمیں اجازت بخشی ہے تو ہم  
 پوچھیں گے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم کو تو شفاعت کی اجازت ہو تاکہ تم  
 اہل ایمان کے لئے طلب مغفرت کرو اور خدا نے اپنے حبیبؐ کو  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت بخشی؟ اگر ہمارے پاس کچھ  
 صداقت ہے تو اس دعویٰ کی کوئی دلیل پیش کرو۔ اب ہاں کا  
 یہ قول کہ اہل کتب کیلئے شفاعت نہ ہوگی اور نہ ان کیلئے

عَلَى الصَّغَا مُرْتَدًّا لَكَ تَعْلَمُ وَهَمَّانَ  
 عَلَى اللَّهِ تَعَالَى إِمَّا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
 إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا وَإِنَّ اللَّهَ  
 لَا يَغْفِرُ لِمَن يَشْرِكْ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونََ  
 ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَالشَّفَاعَةُ الْعِظَى  
 الَّتِي تَكُونُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَكَافًا لِحُلُقِ  
 الْمَشَارِعِ عَلَيْهَا بِقَوْلِهِ تَعَالَى عَسَى أَنْ  
 يَجْعَلَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا  
 مَحْضَةً بَسِيْدًا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَوْلُهُمْ لَا يَشْفَعُ أَحَدٌ  
 إِلَّا بِإِذْنِهِ مُشْتَدِّينَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى  
 مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ  
 صَحِيحٌ لَا شَكَّ فِيهِ وَقَدْ أَذِنَ اللَّهُ  
 تَعَالَى لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 بِإِذْنِهِ بِالْإِشْفَاعَةِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَ  
 صَلَّى عَلَيْهِمْ أَنْ صَلَوَاتُكَ سَكَنَ لَهُمْ  
 وَقَوْلُهُ تَعَالَى وَاسْتَغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ  
 وَالْمُؤْمِنَاتِ كَمَا مَرَرْنَا قَالَ  
 عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أُعْطِيَتْ  
 الشَّفَاعَةُ وَتَمَّامُ الْهَدْيِثِ أُعْطِيَتْ  
 خَمْسًا لَمْ يَحْطِ بِهَا أَحَدٌ قَبْلِي  
 نَفَرَاتٍ بِالرَّعْبِ وَجَعَلْتُ لِي الْأَرْضَ  
 مَسْجِدًا وَطَهْرًا وَاحِلَةً  
 لِي الْغَنَائِمُ وَلَمْ يَحِلْ

جو گناہ صغیرہ پر مدد و امت کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہ  
 قول خدا پرستان اور زبردستی کا حکم ہے۔ کیا خدا نے یوں  
 نہیں کہا کہ بیشک خدا تمام گناہ بخشد تیار ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ  
 یہ گناہ نہیں بخشے گا کہ اس کا کسی کو شریک بنایا جائے اور اس  
 کے بغیر جسے چاہے، جو گناہ بھی ہوں سب بخشدے گا اور شفاعت  
 کبرئے قیامت کے دن وہی ہوگی جو تمام مخلوق کی ہوگی اسی  
 کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ بے نبی خدا تعالیٰ غفر  
 آپ کو مقام محمود پر پہنچا دے گا اور یہ شفاعت کبریٰ ہے جس کی کیم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی حصہ میں ہے اور آپ سے نقص ہے  
 پس مخالفین کا یہ کلام کہ اذان الہی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں  
 کرے گا اور ان کا اس آیت سے دلیل پکڑنا کہ کون وہ ہے کہ بلا  
 اجازت خداوندی اللہ کے پاس کسی کی شفاعت کرے۔  
 یہ دونوں صحیح ہیں اور ان میں ذرہ بھر شک نہیں مگر یہ یاد  
 رہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان بشفاعت  
 ہو چکا ہوا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر امام باشفاعت بھی نافذ ہو چکا ہے  
 چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ آپ ان کے لئے دعا کیے کرے  
 کیونکہ آپ کی دعائے خیر ان کے واسطے تسکین ہے چنانچہ پہلے  
 گندہ چکا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ زن و مرد اہل ایمان کے لئے  
 آپ دعائے مغفرت کریں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے  
 کہ مجھے شفاعت کبریٰ کا عطیہ دیا جا چکا ہے اور اس حدیث  
 کے باقی اجزایہ میں کہ مجھے پانچ عطیے عطا ہوئے ہیں اور مجھ  
 سے پہلے کسی کو نہیں دیتے تھے۔ اول میرے واسطے میری  
 امداد کی گئی ہے۔ دوم یہ کہ تمام سطح زمین میرے لئے وضو اور  
 نماز کی جگہ مقرر کر دی گئی ہے سوم خاص مجھے غنیمت کا مال

لا احد قبلى و اعطيت الشفاعة  
و بعثت للناس عامّة متفق عليه -  
و اما قولهم لا يستطيع تعالى شانه  
العفو بلا سبب فنقول اولاً لاهذا  
القول اشنع من قول النصارى  
هل يستطيع ربك ان ينزل علينا  
مائداً من السماء لان النصارى  
ترددوا في الاستطاعة فجاءوا بلفظة  
هل و هو كلام يتقوفاً في عدم  
الاستطاعة فقالوا لا يستطيع العفو  
بلا سبب و ثانياً ان العباد يستطيعون  
العفو بلا سبب بل يحضن الكرم والله  
مبغضه و تعالى لا يستطيعه هو  
تعالى فقال لما يريد لا يسئل عما  
يفعل فلهذا نتجده توحيدهم اذ هم  
مع ربهم بل نرا غوا فافترع الله  
قلوبهم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد  
اذ هديتنا. انتهى و هن تلك المسائل  
مسئلة اعراس الشافعي و مولد النبي صلى الله عليه  
وسلم في الاوقات المعلومه قالوا احرام  
بتعيين الاوقات الموليد بل يشبه  
فعلهم نود و فقول ان منعوا نفسهم  
يعني اطعموا الطعام للمساكين و ذوى  
الحاجات بنية ايصال الثواب

کر دیا گیا ہے ورنہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو اسکا استعمال نہ تھا  
نہ تھا چہاں مجھے عام شفاعت کا حق دیا گیا ہے پنجم یہ کہ میں  
تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں دیر حدیث  
بخاری و مسلم میں ہے، مجھ انھیں کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ بلا  
سبب معافی نہیں دے سکتا، بالکل غلط ہے اور ہم کہتے ہیں  
کہ پہلے تو یہ قول ان عیسائیوں کے کلام سے بھی بڑھ کر  
سیوٹ جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کہا تھک گیا  
تیرا رب آسمان سے ہمارے لئے کھانا اتار سکتا ہے؟  
کیونکہ عیسائیوں نے خدا کی قدرت میں شک کیا تھا۔ ان  
انہوں نے سوالیہ فقرہ پیش کیا اور ان لوگوں نے یقین  
کر لیا ہے کہ خدا کو قدرت ہی نہیں کہ اپنا حق بھی بلا وجہ  
معاف کر دے۔ دوم یہ کہ بندہ اپنا حق بلا وجہ معاف کر سکتا  
ہے بلکہ صرف کرم اور مہربانی سے معاف کر سکتا ہے اور  
ان کے نزدیک خدا کو یہ طاقت نہیں۔ حالانکہ وہ جو چاہے  
کر لیتے، اس سے کوئی چون و چرا نہیں۔ دیکھو یہ ان کی  
توحید کا نتیجہ ہے اور اپنے رب کی تعظیم کا ثمرہ ہے۔ نہیں  
نہیں، بلکہ وہ گمراہ ہو گئے۔ یا اللہ تو ہمارے دل کو  
راہ راست سے نہ بھیر، بعد اس کے کہ تو نے ہم کو سیدھی  
راہ دکھائی ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں سے مرثعہ  
اور میلاد نبوی کا مسئلہ بھی ہے جو مقررہ اوقات میں  
منائے جاتے ہیں۔ مجھ انھیں کہتے ہیں یہ حرام ہیں بوجہ  
وقت کے اور مجاہد میلاد قبل ہیود سے منائے ہیں مگر  
ہم کہتے ہیں کہ اگر اصل حقیقت عرس کو ممنوع کہیں مبین  
مساکین اور محتاجین کو کھانا کھلانا تاکہ ایصال ثواب



فذلک مبارکة ومخالفة للشرع  
قال الله تعالى واطعموا القانع  
المعتر وقال تعالى انفقوا مما رزقناکم  
من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا  
خلف ولا شفاعة وقال تعالى وما نفقة  
من نفقة واذنبرتم من نذرنا الله  
یعلمه وقال تعالى واقیموا الصلوة و  
اتوا الزکوة واذقوا الله قرضاً حسناً  
وما تقدر واولا نفسکم من خیر تجدوه  
عند الله من خیر واداعظم اجرکم وقال  
تعالى ویطعمون الطعام علی حبه مسکیناً  
ویتیماً واسبیلاً وان منعوها لنعین  
الافاق فقیعین الوقت لا یصرف  
الامور المباحة الا تری ان الشارح  
علیه الصلوة والسلام امرته بعموم  
یوم عاشوراء و امر بهجوم مت من شوال  
وامر بالتمجد فی اللیل وصلوة الاشرق  
والضحی فی الاوقات المعینة و امر  
بالحقیقة فی الیوم السالح من ولادة المولود  
و غیرها فعیین للامور المباحة اوقات  
معینة و المقصود من تعیین الایام للامور  
اجتماع الناس من النواحي بلا کلفة  
لا غیر وان منعوا لعدم ایصال الشواہ  
فذلک باطل عقلاً ونقلًا و کیفی فی المقصود

ہو۔ تو یہ کج بحثی ہوگی اور شیخ کا خلاف ہوگا کیونکہ خداوند  
حکم دیتا ہے کہ سوا کی اور غیر سوا کی حاجت مندوں کو کھانا کھلاؤ  
یہ بھی فرمایا کہ جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس سے خرچ کرو اللہ  
کی ماہ میں پیشتر اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خریدو نہ  
ہوگی نہ دوستانہ کام آریگا اور نہ تمہارے کسی دوست کی حاجت  
کام آئے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی ماہ میں خرچ کرتے  
ہو یا نہ دیتے ہو خدا اسے جانتا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ  
نماز بلا تاخیر ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو قرض مندو  
اور جو خیرات تم اپنے لئے پیشگی بھیج گئے اسے خدا کے یہاں  
بہتر پاؤ گے اور اس کا ثواب بہت پاؤ گے۔ یہ بھی فرمایا کہ مومن  
کھانا کھلاتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اگرچہ  
ان کو خود اس کھانے کی خواہش ہو۔ اگر نماز میں تھیں وقت  
کی وجہ سے عرس کو حرام کہتے ہیں تو غلط ہے کیونکہ تعیین  
وقت امور مباح میں ٹھہر نہیں ہوتی۔ اسے تم بے نہیں  
دیکھتے کہ حسنہ علیہ السلام نے یوم عاشوراء کے روزہ کا اپنی  
امت کو حکم دیا تھا اور شوال کے چھ روزوں کا بھی حکم دیا  
تھا اور سات کو نماز تہجد کا حکم دیا تھا اور صلوٰۃ اشراق کا اور  
صلوٰۃ صبحی کا اور ان کے اوقات متین ہیں اور حکم دیا کہ پہلا  
کے بعد ساتویں روز بچے کا عقیدہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ ان  
سب میں آپ نے وقت مقرر کر دیے ہیں اور تعیین وقت میں  
میں اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو جائیں  
اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اگر وہ اسلئے منع  
کرتے ہیں کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ بالکل غلط ہے  
نہ اسے عقل مانتی ہے نہ کوئی نفس تسلیم کرتی ہے اور ہمارے

حدیث بیہودہ معنی فان اهداء ثواب  
العلل للغير حیا و میتاً جائز بل مأثور  
بدا لا تری ان الحج من الغير عند عدم  
القدرة ورجع به الشرع كما امر الشارع  
عليه الصلوة والسلام المرأة المساکمة  
هذه النصارى من مزدلفة عام حجة الوداع  
واما الموالید ہیئتھا الذانیة فانھا  
وان لم تکن فی زمن خیر القرون لکنه  
امر مستحسن معمول کافۃ المسلمین  
وغیرہا الاف الفرقة الحديثة الغير المقلدة  
وماراه المسلمون فهو عند الله حسن  
ولیس فی قراءة الموالید الامح النبوی  
صلی الله علیہ وسلم وانشاد الشعر فہو  
صلی الله علیہ وسلم وقراءۃ مہجہ  
سنة الاصحاب بل سنة النبوی صلی الله علیہ  
وسلم لما روی ان النبوی صلی الله علیہ وسلم  
کان یسمع الاشعار المدحیۃ من حسان  
بن ثابت وکعب بن زہیر وسواد بن قارب  
وغیرہم فمن یقول ان قراءة المولود  
ممنوع او مذموم وفعل لیشبه الہنود فهو  
بنفسہ مذموم ومطرد وما دعی لای  
سبب یمنعون قراءة المولود ما یمنعون  
الامور المستحدثة غیر المولود کبناء الرہطات  
تربیت المساجد بالنقوش کما بنا مصرا

قراءة المولود

اس مقصد (ایصال ثواب) کیلئے ام سید کے کنوئیں کی  
حدیث کافی ہے کیونکہ غیر کے عمل کا ثواب پہنچانا ناجائز  
حیات و موت دونوں صورتوں میں جائز ہو سکتا ہے بلکہ اسکا  
حکم ہو چکا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ قدرت نہ ہو تو غیر سے  
حج کرانے میں شرعی حکم وارد ہے چنانچہ حضور علیہ السلام  
حجۃ الوداع میں مقام عرفہ سے واپس تشریف لائے تھے  
تو ایک عورت نے یہی سوال کیا تھا اور بحال میں میلاد  
موجودہ شکل میں خیر القرون کے وقت موجود نہ تھیں مگر اس  
میں شک نہیں کہ فعل متحس ہے اور تمام اہل اسلام کا شرق  
و مغرب میں معمول ہے سوائے فرقہ بخاری وغیرہ عقیدین کے  
اور یہ ہول ہے کہ جس امر میں احکام مستحسن سمجھیں وہ  
خدا کے نزدیک بھی متحس قرار پاتا ہے اور بحال میں میلاد میں یہی  
ہوتا ہے کبھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ذکر کی جاتی ہے  
یا آپ کی مدح میں شعر پڑھے جاتے ہیں اور مدحیہ اشعار کا  
پڑھنا سنت صحابہ ہے بلکہ سنت نبوی ہے کیونکہ روایات  
سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان  
بن ثابت سے اپنے اشعار مدحیہ سناتے تھے اور کعب بن  
زہیر وسواد بن قارب وغیرہ سے بھی اپنے اشعار مدحیہ سناتے تھے  
اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذکر میلاد اور مدحیہ اشعار کا پڑھنا  
ممنوع یا مکرہ ہے اور فعل یہود ہے وہ شخص خود برابرے اور  
نافعہ درگاہ نبوی ہے اب مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کون  
سے ذکر میلاد کو منع کرتے ہیں اور بحال میں میلاد کے علاوہ دیگر  
نویسیا امور کو کیوں منع نہیں کرتے مثلاً مسافر خالق کا بنانا  
یا مساجد کا سجاوہ یا بل بوتے سے یا قرآن مجید کو سنہری حرف

المسئلة

بالذهب تعليم العلوم العقلية والعلوم  
العربية كالصرف والنحو والحكمة والمراعيات  
وليس ثياب مردجة الوقت والكل الاطحة  
المتلونة فكل ذلك مباح لا اعتراض عليه  
لكن قراءة المولد الذي فيه ذكر ولادة النبي  
صلى الله عليه وسلم وذكر معجزاته وخواص  
عاداته عند مولده حرام او بدعة ولا يظفر  
لغيره سبب الاتهام له صلى الله عليه وسلم  
ومن تلك المسائل مسألة تصورة صلى  
الله عليه وسلم في الصلوة قال اما مهم  
تصورة عليه الصلاة والسلام في الصلوة  
اسوء من تصور بهائم الصلوة وتموا  
احسن انواع البهائم وانما لا اقدر ذكر  
ما سموه من البهائم في مقابلة اسم  
الشريف تاذا وهذه العقيدة من اشنع  
عقائد هم اعادنا الله تعالى منها ومعد  
يسمونه بغير العار فاذا كان هذا حال  
فخر العالم فماذا يكون حال من كان دونه  
في القرب من الانبياء والمصلحين وكيف  
يتصور من سيدنا المخليل عليه السلام  
حين يقرؤن قوله تعالى في الصلوة واتخذ  
الله ابراهيم خليلا وكيف يتصور من  
سيدنا موسى عليه السلام حين يقرؤن وكلم  
الله موسى تكليما وكيف يتصور من سيدنا عيسى

سے لکھنا یا علوم عقلیہ و دھوکہ تعلیم دینا یا عربی علوم کی  
مثلاً صرف، نحو، فلسفہ، ریاضی وغیرہ یا زمانہ حال کے مروج  
لباس کا استعمال یا مختلف قسم کے کھانے تناول کرنا جب  
اصل میں یہ سب مباح ہیں وہ ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے  
مگر ذکر میلاد حسین بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر  
ہوتا ہے یا معجزات اور فرق عادات بیان ہوتے ہیں جو  
آپ کی ولادت کے وقت رونما ہوئے تھے تو اسے حرام یا بدعت  
بتاتے ہیں۔ شاید مانعت کی وجہ صرف یہ معلوم ہوگی کہ ہم  
علیہ السلام سے انہما بوجہ کرتے ہیں اور بس، خوب! ان  
مسائل میں سے حضور علیہ السلام کے تصور کا بھی مسئلہ ہے جو نماز  
میں بلا اختیار آجاتا ہے۔ مخالفین کے اہم کا قول ہے کہ نماز  
میں حضور علیہ السلام کا خیال آجانا ناسی کے کھپنے جانوروں کے  
خیال سے بھی بدتر ہے اور اس مقام پر اس نے ایک بدترین  
جاولو کا ذکر کیا ہے مگر جس جرأت نہیں کر سکتا کہ اس پر بے جا  
کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم بادل کے مقابلہ پر  
ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کروں۔ اور ان کا یہ عقیدہ بدترین  
عقائد میں سے ہے ایسے عقیدے خدا بچائے عجیب ہے کہ  
پھر یہ حضور علیہ السلام کو فخر عالم ہی کہتے ہیں مگر تم سوچو کہ جب  
فخر عالم کا ان کے نزدیک یہ حال ہے تو دوسرے انبیاء و صالحین  
کا کیا حال ہوگا جو آپ سے باگواہ الٰہی میں کم درجہ برتری ہیں  
وہ بتائیں کہ جب وہ نمازیں داخذنا اللہ ابراہیم خلیلا  
پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تصور کو کیا سمجھتے ہیں  
یا جب قلۃ اللہ موسیٰ تکلیما پڑھتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام  
کے تصور کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عليه السلام حين يقرؤن في الصلوة و  
كان وجهها في الدنيا والآخرة ومن  
المقرئين جميع القرآن مفصّل بمجّد  
صلّى الله عليه وسلم وقربّه ومحبتّه قال  
الله تعالى اطيعوا الله واطيعوا الرسول  
ومن يطع الرسول فقد اطاع الله و  
قوله تعالى قل ان كنتم تحبون الله  
فاتبعوني وقال تعالى يا ايها النبي  
انا ارسلناك شاهدا ونبيا و  
نذيرا و داعيا الى الله باذنه ورسلا  
منيرا وقال تعالى لا تجعلوا دعام  
الرسول بينكم كدعام بعضكم بعضا وقال  
تعالى و تعزروه و توقروه وهذا  
توقيره عليه السلام عند القوم حتى  
جعلوا تصوره اسوء من تصور الهامم  
و معذلك سمو الفسهم اهل الحديث  
فانا لله وانا اليه راجعون  
وكما مات ولده صلى الله  
عليه وسلم قال المشركون  
صار اباؤنا فاجاد الله سبحانه  
عن جيبه ان شئت لك هو  
الابتر و كما قال ابو اللمب  
للتبى صلى الله عليه وسلم  
تبأ لك الهذا دعوتنا

کے متعلق یہ آیت پڑھتے ہیں کہ کان وجہہا فی الدنیا و  
الآخرة ومن المقرئين تو آپ کے تصور کو کس قدر قیمت  
میں جانتے ہیں۔ انہر ایک نصیبت یہ بھی ہے کہ سارا قرآن تو  
حضور علیہ السلام کی تعریف سے پڑھا اور آپ کی تعریف بیان کیا  
ہے یا آپ کا قرب الہی اور محبت الہی ظاہر کر رہا ہے چنانچہ ایسا  
ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو  
جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کی اطاعت کرتا ہے۔  
آپ کہیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری بات  
کر دو اور یہ بھی فرمایا کہ نبی ہم نے آپ کو امت کا نگران حال اور  
مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلائی والا اور روشن  
چرخ بنا کر مبعوث کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ تم رسول علیہ السلام کا  
بلاؤ اپنے باہمی ایک دوسرے کی مانند نہ بناؤ۔  
یہ بھی فرمایا کہ تم رسول کی عزت و توقر کر دو۔ تو اب وہی چارہ  
کیا کرے اور کیسے آگے تصور کر دو کہ ہے۔ سخت فہم و  
کہ خدا تو تعریف کرے اور قوم آپ کی یہ عزت کرتی ہے کہ نہایت  
آپ کے تصور کو بھی ممنوع قرار دیتی ہے اور جانوروں کے  
تصور سے بھی بدتر جانتی ہے۔ پھر اس قوم نے اپنا نام  
کیا رکھا ہے؟ اہل حدیث! اللہ و اقلیدہ راجعون۔  
جب حضور علیہ السلام کے خلف الرشید حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کا وصال ہوا تھا تو مشرک کہتے تھے کہ آپ ابرہہ کے ہیں  
تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ ابرہہ نہیں بلکہ آپ کے  
دشمن ابرہہ ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے کوہ صفا پر پہنچ کر  
اسلام کے لئے قریش کو بلایا تھا۔ تو ابو لہب نے خیر و عطا  
پر کہا تھا کہ کیا اسی کام کے لئے آپ نے ہمیں دعوت

فغضب الله عليه واجاب عن جيبه  
بقوله قَبِّتْ يَدَايَ اِلَى لَهَبٍ وَتَبَّ  
والمرجو من المتصفين تواضع قول  
الوها بَيِّنَةٌ اِنْ تَصَوَّرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ اسْوَعُ مِنْ تَصَوُّرِ  
الْبَهِيمَةِ الْعَلَانِيَةِ بِقَوْلِ اَبِي لَهَبٍ  
تَبَّ اِنَّكَ دِرْجَتُكَ اَسْفَعُ وَافْتَحْ جَعَلَ  
اَبُو لَهَبٍ جَهَنَّمًا بِقَوْلِهِ تَبَّ اِنَّكَ  
فَكَيْفَ يَكُونُ حَالُ مَنْ نَقَّوْهُ بِمِثْلِ  
مَا قَالُوا لَكِنِ الْوَجْهِ قَدْ انْقَطَعَ فَمَنْ  
الَّذِي يَرُدُّ عَلَيْهِ قَوْلَهُ قَالُوا لَا يَجُوزُ  
لِلصَّلَاةِ اِنْ يَقُولُ فِي تَشَهُدَاتِهِ السَّلَامَ  
عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحِمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ  
بَلْ يَقُولُ السَّلَامَ عَلَى النَّبِيِّ اَلْحَمْدُ مِمَّا  
مِنْ لَفْظِ الْمَخْطَابِ الْمَشِيرِ اِلَى حَضْرَتِهِ  
رَحِمَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قُلْنَا وَ  
لَنْ سَلَّمَ ذَلِكَ فَكَيْفَ تَصَوَّرَ عِنْدَ  
قِرَاءَةِ السَّلَامِ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحِمَةِ اللهِ  
وَبَرَكَاتِهِ تَصَوَّرَ بِالْبَيْعِلِ وَالتَّوْقِيرِ  
اَمْ بِالْاِهَانَةِ وَالتَّحْقِيرِ عِيَاذًا بِاللّٰهِ  
اِنْ صَوَّرَ نَاهٍ بِالتَّوْقِيرِ بَطَلَتْ قَاعِدَتُكَ  
المقررة في اَوَّلِ الْمَسْئَلَةِ وَاِنْ  
صَوَّرَ نَاهٍ بِالْتَقْصِيرِ عِيَاذًا  
بِاللّٰهِ هَذَا مَبْنِئُ الْاِسْلَامِ

دی تھی۔ خدا کرے تم جلد تباہ ہو جاؤ۔ اس پر خدا ناراض  
ہوا اور اپنے جیب کی طرف سے جواب دیا کہ ابو لہب کے دو لہجے  
تباہ ہو گئے اور وہ خود بھی تباہ ہو گا۔ اب انصاف پسند  
جملے سے مجھے امید ہے کہ وہ خود قول دہا پر اور قول ابوبہر  
کا باہمی موازنہ کریں گے (قول دہا پر یہ ہے کہ نماز میں حضور  
علیہ السلام کا تضرع و ظلال بدترین جانور کے تصور سے بھی  
زیادہ بُرا ہے اور ابو لہب کا قول یہ ہے کہ اسے نبی تو تباہ ہوا  
اور بتائیں گے کہ کس کا قول زیادہ بُرا اور مذموم کرنا چاہیے  
اکس کا نہیں؟ ابو لہب کو تو یہ مزال بھی کہ تَبَّ اِنَّكَ لَكَبِيرُ الْمُنَى  
ہو گیا۔ مگر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جنہوں نے ایسے گندے  
لفظ کہے ہیں۔ افسوس وہی بند ہو چکی ہے ورنہ ابھی فیصلہ  
ہو جاتا۔ اب انکا منہ کون توڑ سکتا ہے؟ یہ لوگ یوں بھی کہتے  
ہیں کہ نمازی کو تشہد میں یوں کہنا جائز نہیں کہ لعنہ علی آپ  
پر سلام ہوا اور آپ پر خذل کی رحمت اور برکت نازل ہو بلکہ یہ  
فائب ہے بلکہ کہہ کر ہمارے نبی پر سلام ہو تاکہ حاضری اور غیبت  
کے لفظ سے بچ جائے۔ کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی  
روح مبارک حاضر ہو جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب فائب کا  
لفظ اختیار کرنے سے آپ کی حاضری نہ ہوگی تو تباہ و کربنا نبی  
السَّلَامِ عَلَی النَّبِیِّ کہے گا اور قائمانہ لفظ سے آپ پر سلام و  
دُور و مجیب کیا تو آپ کا قصہ پھر کیا؟ تعظیم و توقیر کی حق میں یا  
معاذ اللہ امانت و تحقیر کی شکل میں پس اگر وہ تصور غرض تو غیر  
کے ساتھ ہو گا تو وہابیوں کا ہول ٹوٹ جائیگا کہ جو شروع  
میں مقرر کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا تصور منفی معلوم ہے اور  
اور گندے کے تصور سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر معاذ اللہ

اے شد ونا الی اھون المبلیتین۔ ہتھی۔

ومن تلك المسائل مسئلة لفظ السيد

قبل اسم النبي صلى الله عليه وسلم قالوا

هذا بدعة وما كان مصطلحا في زمن

خير القرون اقول الاصطلاحات تتغير

بتغير الزمان وهل كانت لفظه لنا

وشنعنا وحضرنا وامثال ذلك مصطلحة

في زمن خير القرون وفي هذا الزمان

يستعمل كل من ادعى العبدان مخاطب

بمجرد اسمه ويحسبه هتكا لحرمته فابني

صلى الله عليه وسلم احق بالحممة والاعتظام

من سائر الناس اما قال الله تعالى في

حق سيدنا يحيى عليه السلام وسيدنا داود

وصور ونبيا من الصالحين وقال

النبي صلى الله عليه وسلم انا سيد ولد

ادم فلفظ السيد مراد في المعنى لفظ

المولى بل المولى اعلى منه لانه

يطلق على الله تعالى قال الله تعالى

ذلك بان الله هو الذي امنوا

وقوله تعالى نعم المولى ونعم

الخصير۔ ومن تلك المسائل مسئلة

امشراك غير الله تعالى مع فعل

كما يقال للمعطي هذا من فضل الله

وفضلكم ادا عطا في الله ورسوله

المسئلة

تحمير کے ساتھ اسے تصور کریں تو اسلام کی بنیاد کچی کھا کر

خدا تعالیٰ مناسب سبستی کی ہیں ہدایت کرے (ہتھی) اور

ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے نام سے پہلے سیدنا کا لفظ پڑھنا جائز ہے

یا نہیں؟ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ زیادتی بدعت خیر القرون

کے وقت نہ تھی مگر میں کہتا ہوں کہ زمانہ تہذیبی کجماورت

بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ تم خود بتاؤ کہ کیا مولانا اور شیخنا

حضرتنا وغیرہ کے لفظ خیر القرون میں شامل تھے؟ حالانکہ

موجودہ وقت میں جس ذی علم کو مرقد نام سے پکارا جائے وہ

کوئی تعطیسی لفظ نہ پڑایا جائے تو آج بٹا کر پڑا لیتے ہیں اور

اسے اپنی ہتک عزت جانتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب بڑھکر عزت و توقیر کے حقدار

ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حق میں نہیں

فرمایا کہ آپ سید پاکدامن تھے اور نبی صالح تھے اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نبی آدم کا سید ہوں

اور سید کا لفظ مولا کے معنی میں ہے بلکہ مولا کا لفظ سید

سے بھی اہلی ہے کیونکہ سید کا لفظ خدا پر استعمال نہیں ہوا اور

مولا کا لفظ خدا پر بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مالک اور مولا ہیں جو ایمان لائیں

اور یہ بھی اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہترین مالک اور بہترین

مددگار ہیں۔ ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا فعل

خداوندی میں غیر اللہ کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً

کسی وائے کو یوں کہنا کہ یہ اللہ کی اور تمہاری مہربانی

ہے۔ یا یوں کہنا کہ یہ چیز مجھے خدا اور خدا کے رسول نے دی

المسئلة

ففيه الحقيقة والمجانرا اى عطافى  
 الله حقيقة واعطيتنى ظاهرا  
 وكانت الصحابة رضى الله عنهم  
 حين يلقى النبي صلى الله عليه وسلم  
 عليهم سؤالا يقولون الله ورسوله  
 اعلم فكا نوا يشتركون بالنبي صلى الله  
 عليه وسلم فى العلمية مع الله تعالى  
 ولا ينكر عليهم احد وقال الله تعالى  
 براءة من الله ورسوله وقال تعالى  
 فالله ورسوله احق ان يرضوه من  
 يطع الله ورسوله وقال تعالى وما  
 نقموا منهم الا ان اغناهم الله ورسوله  
 من فضله الى غير ذلك من الايات  
 لكن الاحتراس من امثال  
 هذه الكلمات احسن لعدم  
 تمييز العوام بين الحقيقة و  
 المجانرا ومن تلك المسائل مسألة  
 امكان الكذب على الله تعالى  
 قالوا خلف الوعيد جائز ومموج  
 امكان الكذب قلنا لا يجوز  
 نسبة الكذب الى الله  
 تعالى وخلف الوعيد مكروه  
 ولا يسي كذا لان الكذب  
 وناوة قبيحة يستتلف منها

مسئلة امكان الكذب على الله تعالى

تو جواب یہ ہے کہ ایسے محاوروں میں مجازی طریق استعمال  
 ہوتا ہے اور حقیقی بھی۔ تو فقرہ مذکور کا یہ معنی ہوا کہ اس  
 طور پر قرضہ لے دیا ہے مگر بظاہر تم نے دیا ہے اور صحابہ  
 رضی اللہ عنہم سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سوال  
 پوچھتے تھے اور صحابی جواب دینا گستاخی سمجھتے تھے تو  
 یوں کہتے تھے کہ اس کا جواب خدا اور خدا کا رسول ہر  
 جانتا ہے اور اپنے اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے علم میں شریک کر دیتے تھے اور  
 اس جوابی فقرہ کو کسی نے تمنا نہیں منایا۔ دیکھئے ارشاد  
 ہے کہ اللہ واللہ کے رسول کی مشرکین سے بیزاری ہے  
 یہی فرمایا کہ انکو یہ مناسب متاکر خدا اور خدا کے رسول کو  
 رضی کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ واللہ کے رسول  
 کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی پائیگا۔ یہی ارشاد  
 ہے کہ خافین کیا ہی بڑا مناتے ہیں کہ اللہ اور اللہ کے  
 رسول نے اہل مدینہ اور مہاجرین کو غنی کر دیا ہے۔ اس قسم  
 آیات اور بھی بہت ہیں مگر خلاصہ جواب یہ ہے کہ  
 ایسے اشتر کی بھنوں سے عوام کو بچنا چاہیے کیونکہ  
 وہ حقیقت و مجاز میں امتیاز نہیں کرتے۔ اور ان  
 مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ کیا خدا جھوٹ  
 بول سکتا ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ غلامی وعدہ  
 میں جھوٹ بول سکتا ہے اور اس مسئلہ کا نام کجغوثی ہے  
 امکان کذب کما ہوا ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ ذات  
 خداوندی کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا ہی ناجائز ہے  
 اور وعدہ کو کہ سزا نہ دینا اسے وعدہ خلافی نہیں کہتے

العباد فكيف جوب العباد  
ومغفرة المعاصي يوم  
القيمة عفو ومكرمة لا  
يستی كذبا قال الله تعالى  
بل كذبوا بما لم يحيطوا  
بعلمه وقال تعالى ويقولون  
على الله الكذب وهم  
يعلمون فالخصلة السادسة  
التي ذكرها الله تعالى من  
عادات الكفار كيف يجوز  
لمسلمان ينسبهما الى الله تعالى  
فالحاكم ان او عدا هل الجرائم  
بالحبس والمقتل مثلا فظفر  
عليهم ثم عفى عنهم بشفاعته  
احد من خواصه او بلطف  
منه واطلقهم هل يستی  
ذلك الحاكم كاذبا كلا بل  
عفو لهما احسان ومكرمة  
فمن سئى فضل الله تعالى  
ومرحمته على عباده المحرمين  
كذب بافقد كذب على  
الله تعالى ومن اظلم  
ممن كذب على الله او  
كذب باياته انه لا يفلم المحرمون

بلکہ وہ ہول اختیار کی تبدیلی ہے اور اس اختیار کی  
تبدیلی کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا کیونکہ جھوٹ ایک لغت ہے  
جس سے انسان بھی نفرت کرتے ہیں تو بھلا خدا تعالیٰ اس  
سے نفرت کیوں کریگے؟ پس قیامت کے دن عذاب  
کی بجائے مغفرت کا استعمال کیا خدا کا رحم اور مہربانی  
ہوگی۔ اسے کذب میں کہا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ کافر کا  
قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جسے وہ خود پورے طور پر  
نہیں سمجھ سکے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہ جلتے ہیں! وہ جان  
بوجھ کر خدا پر اقرار کرتے ہیں۔ ان آیات میں جھوٹ کی لعنت  
کو خدا تعالیٰ نے کفار کے حق میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ انکی  
عادت ہے پس مسلمان کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ اس لعنت  
کو اپنے خطا سے نسبت دے تجزیہ شاہد ہے کہ جرائم پیشہ  
گرفتاروں کو حاکم جس نام یا قتل کی منزا دیتے ہیں  
مگر کسی خاص مقرب کی سفارش سے یا اپنی خاص مصلحت  
سے یا رحم کی درخواست پر انکو معافی بھی دیدیتے ہیں۔  
اور ہا کر فیتے ہیں تو کیا اس صورت میں ان حکام کو عفو  
خلاف یا جھوٹا کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کا  
نام ذاتی اختیار کا استعمال ہے اور احسان اور کمال  
مہربانی ہے پس حامل یہ ہے کہ جو شخص اس جہاد سلوک  
خداوندی کو جو وہ اپنے جرم بندگی حق میں منتہا کی گنج  
کذب کا عنوان دیتا ہے۔ وہ خود خطیہ جھوٹ باندھتا  
ہے۔ تم خود ہی بتاؤ کہ اس شخص سے بڑھ کر اور کون زیادہ  
ظالم ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیات کی  
تکذیب کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ ظالموں کی نجات دہوگی



قالوا ليس الله على كل شيء قدير  
قلنا بلى ولكن قدرته الله تعالى لا  
تتوجه الى المحالات كشيء لا  
وغيره من المحالات فكف اللسان عن  
امثال هذه الكلمات واجبت العباد  
ومن تلك المسائل مسئلة الاستعداد  
من ارجح الصلحاء قالوا لا يجوز  
الاستعداد الا لعن الله تعالى ومن  
استعد من غير الله تعالى فقد اشرک  
بالله تعالى قلت الكلام في هذه المسئلة  
من وجهين جواز نفس الاستعداد و  
عدمه وانفع من الاستعداد وعدمه  
فنفس الاستعداد يعنى طلب المعونة  
شائع ذائع عند همه من الاجماع في  
مقاصدهم الدنيوية من تعبير المذنبين  
وتبليغ المذاهب واجراء الجرائد فان  
كان نفس الاستعداد مشركا فقد اشرک  
بالله تعالى فلا فرق بيننا وبينهم  
في نفس الاستعداد غير انهم  
يستعدون من الاشباح الغائية و  
نحن نستعد من الارواح الطيبة الباقية  
واما النفع من الاستعداد فبارادة  
الله تعالى ان اراد نفعنا الارواح الطيبة  
ونفعهم الاشباح الغائية وان لم يرده ما

مخالف اعتراف کیا کرتے ہیں کیا خدا ہر شے پر قادر نہیں تو  
جھوٹ پر کیوں قادر ہوگا (جواب) بیشک صحیح ہے  
لیکن قدرت الہیہ ممکن اور نامناسب رکھ کر توجہ  
نہیں بڑا کرتی چنانچہ خدا اپنا شریک پیدا نہیں کرتا۔  
اور اسی طرح کے اور ناداوجہ کام نہیں کرتا پس ایسے  
بکواسا سے انسان کا فرض ہے کہ اپنی زبان کو روک  
رکھے۔ آن مسائل میں سے استعداد کا مسئلہ بھی ہے جو  
صلحاء کی روح کی جاتی ہے۔ مخالف کہتے ہیں کہ  
نا جائز ہے اللہ کے سوا اور جو اللہ کے سوا کسی اور  
استعداد کرتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے میں کہتا ہوں  
کہ اس پر دو طریق سے بحث ہے اقل صرف استعداد اور  
عدم استعداد پر دوم استعداد سے نفع یا عدم نفع پر پس  
نفس استعداد یعنی کسی سے امداد طلب کرنا۔ تو دونوں  
سے عام طور پر حاصل کی جاتی ہے اور کثیر الاستعداد اور  
مشہور ہے چنانچہ مخالف بھی دنیاوی امور میں مثلاً  
تعمیر وارس، تبلیغ، مہینگی، بیہ اور اجرائے اجنات  
میں انکے ہاں بھی پائی جاتی ہے تو اگر صرف استعداد  
ہر طرح سے شرک ہے تو مخالف خود شرک کر رہے ہیں  
نفس استعداد میں ہمارے اور انکے درمیان کوئی فرق  
نہیں مگر یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فانی جسوسک استعداد  
کرتے ہیں اور ہم پاک اور غیر فانی اولیٰ سے استعداد  
کرتے ہیں۔ مابعد استعداد سے نفع تو اللہ تعالیٰ کا  
امدادہ اگر چاہے تو ہم کو از اح طیب نفع دیتے ہیں  
ان کو فانی جسم نفع دیتے ہیں اگر وہ نہ چاہے

وما نفعهم وان قالوا غن تستمد  
من ابدان الاحياء وانتم تستمدون  
من ارواح الاموات نقول انتم  
كذلك تستمدون من الارواح  
لان المعطى والمانع هو الروح في  
جسد كان او خاسر جاعن الجسد  
انتهی۔ ومن تلك المسائل مسئلة

تسمية بعض الناس اولادهم  
منسولين الى الانبياء والصلحاء  
فهم يحكمون بالشرك على من سئى ولدا  
بنی عیسیٰ اور رسول بخش اور غلام بھی  
اور غلام الصديق واشباه ذلك  
قالوا معطى الاولاد هو الله تعالى  
لا يجوز لاحيان يضاف اسم ولد  
الى غيره تعالى والغلام بمعنى العبد  
وكلنا عباد الله لا يجوز اضافة العبد  
الى غيره تعالى قلنا سلما ان المعطى  
والمانع هو الله تعالى حقيقة لكن  
اضافة المعطى الى غيره تعالى  
جاء مجازا كما قال جبرئيل عليه السلام  
لمريم العذراء لا هب لك غلاما زكيا  
وما قال لي الله تعالى لك غلاما زكيا  
فما جاز ان يعجب جبرئيل عليه السلام غلاما  
لا يجوز ان ينسب الصالح للنبي صلى الله عليه وسلم

تو نہ ہم کو ان سے نفع ہوتا ہے نہ انکو۔ اب اگر وہ یوں  
کہیں کہ ہم تو زندوں کے بدن استمداد کرتے ہیں اور تم  
مردوں کی روحوں استمداد کرتے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ  
در اصل تم بھی ارواح سے ہی استمداد کرتے ہو۔ کیونکہ در  
حقیقت دینے والا یا روکنے والا روح ہی ہے خواہ  
وہ جسم سے خارج ہو یا اس میں داخل ہو۔ انتہی۔ ان  
مسائل میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کے  
نام انبیاء وغیرہم السلام یا صلحاء امت کی طرف  
منسوب کر دیتے ہیں مگر مخالف اشخاص پر شرک کا  
فتوے لگا دیتے ہیں جو اپنے بچوں کا نام بنی بخش،  
رسول بخش یا غلام محمد یا غلام صلیبی یا ہنسی قسم کا  
اور نام رکھے کیونکہ اولاد دینے والا خدا ہی ہے  
اور یہ جائز نہ ہو گا کہ اپنے بچے کا نام غیر اللہ کی طرف منسوب  
ہو اور غلام عبد کے معنی میں ہے اور ہم سب عبد  
اللہ ہیں اور عبدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف جائز  
نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مان لیا کہ معطى اور مانع و حقیقت  
خدا ہی ہے مگر تاہم عطیہ کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا  
مجازی طور پر جائز ہوتا ہے کیونکہ حضرت جبرئیل نے  
حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آکر یوں کہا تھا  
کہ میں تم کو پارسا لڑکا بخشے آیا ہوں اور یوں نہیں  
کہنا تھا کہ اسلئے آیا ہوں کہ خدا تم کو لڑکا بخشے گا جو  
پارسا ہو گا۔ تو جب جبرئیل علیہ السلام لڑکا دیکھتے  
ہیں تو کیوں حضور علیہ السلام کی طرف یہ عطیہ منسوب  
کرنا مجازى طور پر جائز نہ ہو گا۔ اگر یہ فرض کیا جا

المسئلة

مجازاً فان قيل ذلك كان بامر الله  
تعالى قلنا سلطنا ان كان بامر الله  
تعالى لكنه فتح لنا باب الجواز  
واما الغلام وان كان بمحقق  
العبد في اصطلاح الفرس  
فای قباحة في تشبيهه الاولاد  
بعبيد الصلحاء من الانبياء  
والصالحين والصالحين اما كان  
لهم عبيد اما كانوا ينسبون  
عبيد هم لا نفهم بقولهم  
عبدی واهتی اما قال الله تعالى  
من عباد كرموا اما شكروا لعبيد  
والناس جميعا عباد الله حقيقة  
والعبيد عبيد لما لکهم  
مجازاً كما بينا كثرة استعمال  
المجاز في القرآن في اول الكتاب  
كذلك اولاد الناس عبيد لله  
حقيقة وعبيد للصلحاء مجازاً  
انتهی۔ وليكن هذا اخر ما  
اردنا نحن يرحم في هذا المقام  
اللهم انك تعلم اني ما  
اردت بهذا التحريراً الا صبغة  
عقائد المسلمين عن الزيج والفضل  
فان كان صواباً فمناك ولك المنة

کہ قول جبریلؑ تو امر الہی تھا اور لو کہ اس نے حکم دیا  
ہے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جبریلؑ  
قول جبریلؑ امر الہی تھا۔ مگر اس نے ہمارے واسطے جو  
کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اب رہا لفظ غلام تو اگرچہ  
وہ فانی محاوروں کے معنی میں ہے۔ تاہم اپنے  
بچوں کو صلحاء کے غلاموں کے ساتھ تشبیہ میں  
کیا قباحت ہوگی اور صلحاء سے مراد نبی ہیں اور صحابہ  
اور اُمت محمدیہ کے نیک بندے۔ کیا انکے پاس خود  
اپنے غلام نہ ہوتے تھے یا انکو اپنی ذات سے منسوب  
کرتے تھے؟ اور یوں نہ کہتے تھے کہ میرے بندے  
اور اے میری لادھی کیا خدا نے انکو اسے منسوب  
نہیں کیا کہ تم اپنے بندوں اور اپنی بندیوں کے کلام  
کراؤ یا کرو پس حقیقت میں تمام غلام اور تمام آزاد کو  
خدا کے بندے ہیں اور غلام اپنے آقاؤں کے مجازی  
طور پر بندے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں  
قرآن مجید میں کثرت کیساتھ حقیقت و مجاز کا استعمال  
ذکر کر دیا ہوا ہے۔ علیٰ ذہا العیاس لوگوں کے بچے  
حقیقت میں اللہ کے بندے ہیں اور صلحاء اُمت  
کے مجازی طور پر بندے ہیں۔ انتہی یہ ہماری تحریر  
کا آخری مقام ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ یا اللہ  
تبارک نے اس تحریر سے اور کوئی ارادہ نہیں کیا سوائے  
اس کے کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور گمراہی سے  
درست ہوں پس اگر یہ تحریر تیری طرف سے ہے تو میں  
تیرا احسان اور فضل ماننا ہوں۔ تو اس سے اپنے

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسألة .

من كرامفور من ناحية نارتو إركات .

ما يقول علماء الشريعة المتبينة في أن أحدا من مقلدى الإمام الأعظم أبي حنيفة رحمه الله تعالى يعمل بالحديث الصحيح الغير المنسوخ ولا المتروك وذلك الحديث معمول لأحد من الأئمة الأربعة كحديث التأمين جهراً ورفع اليدين قبل الركوع وبعد الركوع وصلوة الوتر ثلث ركعات بقعدة واحدة وتسليم واحد فهل يخرج هذا العامل من المذهب الحنفى أم يبقى حنفياً ، فإن قلتم يخرج فكيف نقل عن الإمام ابن الشحنة<sup>[١]</sup> في ” رد المحتار “ وهو كتاب له إعتبار عند الأحناف .

إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به فقد صح عنه أنه قال إذا صح الحديث فهو مذهبي وحكى ذلك ابن عبد البر<sup>[٢]</sup> عن أبي حنيفة وغيره من الأئمة .

وفي المكتوب السادس عشر من كتاب ” مقامات مظهرى “ للسيد مظهر جان جانان<sup>[٣]</sup> الحنفى إن عمل بالحديث الثابت لم يخرج من

(١) محمد ابن الشحنة الحلبي توفي سنة ٨٩٠ هـ . [١٤٨٥ م.]

(٢) الحافظ يوسف بن عبد البر المالكي الاندلسي توفي سنة ٤٦٣ هـ . [١٠٧١ م.]

(٣) ميرزا مظهر جان جانان توفي سنة ١١٩٥ هـ . [١٧٨١ م.] في دلهي

[١] مذهب الإمام "إذا صح الحديث فهو مذهبي" نص في هذا الباب وإن لم يعمل بالحديث الثابت بعد عثوره عليه خالف قول الإمام "أتركوا" قولي بخبر الرسول ﷺ .

وفي نفس المكتوب "من بدعى إن العمل بالحديث يخرج من مذهب الإمام فليقدم برهانا إن كان في وسعه ، وقال الشاه ولي الله المحدث الدهلوي الحنفي في كتاب "عقد الجعيد" لاسبب لمخالفته حديث النبي ﷺ لإلنفاق خفي أو حقي جلي .

فما جواب هذه الأقوال لهؤلاء الكبار وإن قلتم إنه لا يخرج من مذهب الإمام فالتشنيع والظعن عليه اعتداء أم لا ؟ بينوا توجروا .

المستفتى : كاكا محمد عمر ، ١٣ رجب ١٣١٣ هـ . (٣)



(١) الامام الاعظم ابو حنيفة نعمان بن ثابت توفي سنة ١٥٠ هـ . [٧٦٧ م.] في بغداد

(٢) شاه ولي الله احمد توفي سنة ١١٧٦ هـ . [١٧٦٢ م.] في دلهي

(٣) الشيخ احمد رضا خان رحمه الله : الفضل الموهبي ، طبع  
مركزى مجلس رضا لاهور وقد عرب هذه الرسالة أخونا الفاضل  
الأستاذ افتخار احمد القادري ، الأستاذ في الأدب العربي بالجامعة  
الأشرفية بمبار كفور أعظم گده ، يو - بي الهند ، ونشكر الأستاذ  
على خدمته السنية وبارك الله فيها ونقعه بها في الدارين ، ونقلنا هذه  
السطور من ترجمته الشريفة . مصنف :

(٤) احمد رضا خان البريلوي الهندي توفي سنة ١٣٤٠ هـ . [١٩٢١ م.]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## الجواب

الحمد لله الذى أنزل الفرقان فيه تبيان لكل شئ تميزا للطيب من الخبيث وأمر نبيه أن يبينه للناس بما أراه الله فقرن القرآن ببيان الحديث والصلاة والسلام على من بين القرآن وأقام المظان وأذن للمجتهدين بإعمال الأذهان فاستخرجوا الأحكام بالطلب الخبيث فلو لا الأئمة لم يفهم الكتاب ولولا الكتاب لم يعلم الخطاب فيألفها من سلسلة تهدى وتغيث وعلى آله وصحابه ومجتهدى ملته وسائر أمته إلى يوم التورث .

أقول وبالله التوفيق ، ههنا أمران ، الأول صحة الحديث على مصطلح الأثر والثاني صحة الحديث لعمل المجتهد وبينهما عموم وخصوص مطلقا بل من وجه وقد يكون الحديث ضعيفا فى الأسناد وأئمة الأمة وأمناء الملة يعملون به نظرا إلى أن لذلك الحديث قرائن خارجة تعضده أو لأنه يطابق القواعد الشرعية فعملهم هذا يوجب صحة الحديث وتقويته .

فهنا قد تفرعت الصحة على العمل لا العمل على الصحة وقد قال الإمام الترمذى بعد أن روى الحديث من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر “ .

حنش هذا هو أبو علي الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه أحمد وغيره والعمل على هذا عند أهل العلم .

وقد حرر الإمام جلال الدين السيوطي في كتابه " التعقبات على الموضوعات " أشار الإمام الترمذي بذلك إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله .

وقد نقل الإمام شمس الدين السخاوي<sup>[١]</sup> في " فتح المغيث " عن الشيخ أبي الحسن القطان " هذا القسم لا يحتج به كله بل يعمل به في فضائل الأعمال ويتوقف عن العمل به في الأحكام إلا إذا كثرت طرقه أو عضده إتصال عمل أو موافقة شاهد صحيح أو ظاهر القرآن وقد قال الإمام المحقق على الإطلاق في " فتح القدير " في باب صفة الصلوة ليس معنى الضعيف الباطل في نفس الأمر بل ما لم يثبت بالشروط المعبرة عند أهل الحديث مع تجويز كونه صحيحاً في نفس الأمر فيجوز أن تقرن قرينة تحقق ذلك وإن الراوى الضعيف أجاد في هذا المتن المعين فيحكم به .

١ وربما يكون الحديث صحيحاً ولا يعمل به الإمام المجتهد :

١ : إما لأن عنده هذا الحديث غير متواتر يوجب نسخ الكتاب .

٢ : أو حديث الآحاد يوجب الزيادة على الكتاب .

٣ : أو الحديث روى عن الآحاد في موضع تكرر الوقوع وعموم البلوى أو في كثرة المشاهدين وتوفر دواعي الرواية .

(١) شمس الدين محمد السخاوي توفي سنة ٩٠٢ هـ . [ ١٤٩٦ م . ] في المدينة المنورة

(٢) مؤلف فتح القدير كمال الدين محمد ابن همام توفي سنة ٨٦١ هـ . [ ١٤٥٦ م . ]

- ٤ : أو يلزم تكرار النسخ في العمل به .
- ٥ : أو يكون الحديث الصحيح الآخر معارضاً له ويترجح عليه بوجه من وجوه الترجيح الكثيرة .
- ٦ : أو ذلك الحديث مؤول أو معدول عن الظاهر لحكم الجمع والتوفيق والتطبيق بين الأدلة .
- ٧ : أو الحديثان متساويان ولا يمكن الجمع المقبول بينهما ولا يعلم تاريخهما ليتبين الناسخ من المنسوخ فبعد أن تساقطت الأدلة المتعارضة وجب الرجوع إلى موافقة الأصل .
- ٨ : أو مضى عمل العلماء على خلافه .
- ٩ : أو تعامل الأمة قدسوغ له مخالفة الحديث كمثل حديث المخابرة .
- ١٠ : أو خالف الراوى الصحابى الحديث المفسر .
- ١١ : أو انتفت علة الحكم الآن كما في سهم المؤلفة قلوبهم .
- ١٢ : أو كمثل حديث لا تمنعوا إماء الله مساجد الله ، وكان مبنى الحكم حال العصر أو عرف البلد فانتفى الآن وانقطع .
- ١٣ : أو العمل به داع إلى الضيق الشديد والخرج في الدين كما في حديث الشبهات .
- ١٤ : أو لفسادنا شيء هذا ألا وإن كما في حديث التغريب لعام .



١٥ : أو مثل حديث ضجعة الفجر وجلسة الاستراحة منشأه أمر معتاد .  
 أو موقت أو حاجة خاصة لا التشريع الدائمى مثل الجهر بأية في  
 الظهر أحيانا أو جهر الفاروق بدعاء القنوت أو مثل الحديث  
 عليك السلام تحية الموقى إنما المقصود به الإخبار لا الحكم الشرعى  
 إلى غير ذلك من الوجوه التى يعرفها النبيه ولا يبلغ حقيقة كنهها  
 إلا المجتهد الفقيه فمجرد كون الحديث صحيحا على مصطلح الأثر  
 لن يكتفى صحة العمل للمجتهد، ولم يظهر مجتهد من السادة الصحابة  
 الكرام إلى الأئمة المجتهدين المتأخرين رضى الله عنهم لم يجعل  
 بعض الأحاديث الصحيحة مؤولا أو مرجوحا أو متروك العمل  
 بوجه ما .

لم يعمل أمير المؤمنين عمر الفاروق الأعظم بحديث عمار رضي الله عنه  
 فى التيمم للجنب وقال لا تق الله يا عمار كما فى صحيح مسلم وكذلك لم يعمل  
 بحديث فاطمة بنت قيس فى عدم النفقة والسكنى للمبتوتة وقال لا ترك  
 كتاب ربنا ولا سنة نبينا بقول امرأة لاندري حفظت أم نسيت رواه  
 مسلم أيضاً .

كذلك لم يعمل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه بحديث التيمم السالف  
 ذكره وقال أبو موسى الأشعرى رضي الله عنه أو لم تر عمر لم يقنع بقول عمار  
 كما فى الصحيحين وكذلك لم تعمل أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله عنها  
 بحديث فاطمة المذكور وقالت ما لفاطمة لا تتقى الله رواه البخارى .

وكذلك لم يعمل عبد الله بن عباس رضى الله عنهما بحديث  
 أبى هريرة رضي الله عنه "الوضوء مما سمت النار" وقال انتوضأ من الدهن

انتوضاً من الحميم رواه الترمذى .

وكذلك لم يعمل الأمير معاوية <sup>[١]</sup> رضي الله عنه بحديث عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أنه صلى الله عليه وسلم لم يستلم هذين الركنين وقال ليس شئ من البيت مهجوراً كما في البخارى من رواية الحموى والمستمل .

وكذلك لم يعمل الجاهير من الأئمة الصحابة والتابعين من بعدهم بحديث الوضوء من لحوم الإهمل وهو صحيح معروف من حديث البراء وجابر بن سمرة وغيرهما رضي الله عنهم .

وكان إمام دار الهجرة عالم المدينة سيدنا مالك بن أنس رضي الله عنه يقول " العمل أثبت من الأحاديث " وقال أتباعه " إنه لضعيف أن يقال في مثل ذلك حدثني فلان عن فلان " .

وكانت طائفة من الأئمة التابعين إذا بلغهم الأحاديث من غيرهم على خلافهم قالوا مانجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره .

ويقول للإمام محمد بن أبي بكر بن جرير أخوه مراراً لما ذا ما حكمت بحديث كذا فيقول " لم أجد الناس عليه " . وكان أستاذ الأستاذ البخارى ومسلم إمام المحدثين عبد الرحمن بن مهدي يقول " السنة المتقدمة من سنة أهل المدينة خير من الحديث " نقل هذه الأقوال الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدري المكي المالكي <sup>[٢]</sup> في " مدخله " في فصل في النعوت المحدثه وفي فصل في الصلاة على الميت في المسجد ما ورد من أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صلى

(١) معاوية ابن ابي سفيان توفي سنة ٦٠ هـ . [٦٨٠ م.] في الشام

(٢) محمد ابن جرير الطبري توفي سنة ٣١٠ هـ . [٩٢٣ م.]

(٣) ابن الحاج محمد بن العبدري المكي المالكي القاسي توفي سنة ٧٣٧ هـ . [١٣٣٦ م.]

على سهيل بن هبضاء في المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عند مالك أقوى إلخ .

ونذير حسين الدهلوي<sup>[١]</sup> نفسه يكتب في كتابه " معيار الحق " أن ترك بعض الأئمة بعض الأحاديث فرع بحثهم لأنهم لم يعتبروا تلك الأحاديث أحاديث يعمل بها بدعوى النسخ أو بدعوى الضعف وأمثال ذلك .

فقد كشفت إضافة " أمثال ذلك " عن أن الأئمة أحيانا لا يعتبرون بعض الأحاديث أحاديث يعمل بها بغير دعوى النسخ والضعف ولا شك أن الأمر كذلك ، وفي نفس الكتاب جعل المؤلف الحديث الجليل لصحيح البخاري " حتى ساوى الظل التلول " متروك العمل تقليدا محضاً لبعض الشافعية المقلدين بحيلة التأويلات الباردة الكاسدة الساقطة الفاسدة وقال معترداً من الإثم إن هذه التأويلات الحققة إقترفتها جمعاين الأدلة .

وسوى ذلك قد جعل كثيرا من الأحاديث الصحاح واهيات مردودة بالدعاوى الباطلة الذاهلة الزائلة بلاخوف ولاخطر تصوريا للمذهب وقد ذكرت تفصيل ذلك في رسالتي " حاجز البحرين الواقى عن جمع الصلاتين " وهذه الرسالة في مسئلة واحدة فقط وهناك قد أوضحت زلات نذير حسين الدهلوي التى تتعلق بها وهكذا فعل فى سائر المسائل .

(١) نذير حسين الدهلوي توفي سنة ١٣٢٠ هـ . [ ١٩٠٢ م . ]

وبالجملة لا ينكر عاقل موافقا كان أو مخالفا أن مجرد صحة الأثر لا يستلزم صحة العمل بل يستحيل استلزامها والا يلزم القول بالمتنافيين حين صحة المتعارضين وذلك محال عقلا فلا جرم أن يكون المراد بصحة الحديث في الأقوال المذكورة بالسؤال وأمثال ذلك صحة العمل وبالنسبة هو الخبر الواجب العمل عند المجتهد .

ومن أجلى البديهيات أنه إن عثر المجتهد على حديث ولم يعمل به لأجل التأويل أو لوجوه الأخرى فذلك الحديث لا يكون مذهبا له والا تعود نفس الاستحالة العقلية من أنه قد قال بضده تصريحاً .

فقد ظهر ظهور أهمنا أن الادعاء بتلقى حديث على خلاف مذهب الإمام يزعم أن مذهب الإمام مطابق له لأجل أقوال الإمام المذكورة ينحصر في أمرين :

الأول : أن يكون من المعلوم والمحقق أن هذا الحديث لم يكن بلغ الإمام والا فالمذهب بحال العثور مخالف لأموافق له ولذلك صرح العلامة الزرقاني في شرح المؤطا الشريف قد علم أن كون الحديث منعه محله إذا علم أنه لم يطلع عليه إما إذا احتتم لإطلاعه عليه وأنه محله على محمل فلا يكون مذهب .

الثاني : أن يكون لهذا القائل احاطة تامة بإحكام الرجال والمتون وطرق الاحتجاج ووجوه الاستنباط وما يتعاق بها من اصول للمذهب .

هنا تعريبه أربع مراحل شديدة الصعوبة كل منها أصعب

من الأخرى .

(١) محمد بن عبد الباقي علوان الزرقاني المالكي المصري توفي سنة ١١٢٢ هـ . [٢٧١٠ م]

المرحلة الأولى : نقد الرجال بحيث أن يكون القائل عاثرا على مراتبهم من الثقة والصدق والحفظ والضبط وأقوال الأئمة فيهم ووجوه الطعن ومراتب التوثيق ومواضع تقديم الجرح والتعديل وحوامل الطعن ومناشئ التوثيق ومواضع التحامل والتساهل والتحقيق ويكون متمكنا من استخراج مرتبة اتقان الراوى بنقد الروايات وضبط المخالفات والالوهام والخطيئات ويكون حاذقا في اساميهم والقابهم وكناهم وانسابهم والوجوه المختلفة لتعبير الرواة لاسيما أصحاب التدليس وتعيين المبهات والمتفق والمتفرق والمختلف والمؤتلف ويكون مطلعا على مواليدهم ووفياتهم وبلادهم ورحلاتهم ولقاءاتهم واسانديتهم وتلامذتهم وطرق التحمل ووجوه الاداء والتدليس والتسوية والتغير والاختلاط والآخذين من قبل والآخذين من بعد والسامعين في الحالين وغيرها من الأمور الضرورية كلها تكون متكشفة له فبعد ذلك كله يمكنه أن يقول في سند الحديث فقط إنه صحيح أو حسن أو صالح أو ساقط أو باطل أو معضل أو مقطوع أو مرسل أو متصل .

### المرحلة الثانية :

أن يمعن النظر التام في الصحاح والسنن والمسانيد والجوامع والمعاجم والأجزاء وغيرها من كتب الأحاديث وطرقها المختلفة والفاظها المتنوعة إلى أن يعثر على تواتر الحديث أو شهرته أو فرديته النسبية أو الغرابة المطلقة أو الشذوذ أو النكارة واختلاف الرفع والوقف والقطع والوصل والمزيد في متصل الإسانيد واضطرابات السند والمتن وما إلى ذلك وأن يحصل له أيضاً رفع الابهام ودفع الالوهام وایضاح

الخفي واظهار المشكل وابانة المجهل وتعيين المحتمل بجميع هذه الطرق  
واحاطة الألفاظ .

ولذلك كان الإمام أبو حاتم الرازي يقول لا نحصل على معرفة<sup>[١]</sup>  
حديث حتى نكتبه هستين وجها ، وبعد ذلك إنمنا يمكنه أن يحكم بأن  
الحديث شاذ أو منكر أو معروف أو مرفوع أو موقوف أو فرد  
أو مشهور .

### المرحلة الثالثة :

ثم ينظر في العلل الخفية والغوامض الدقيقة وهذا لم يقدر عليه  
أحد منذقرون ، فإن وجد الحديث منزها من العلل كلها بعد الاحاطة  
بوجوه الاعلال فإنمنا يحكم بصحة الحديث بمعنى مصطلح الأثر بعد  
أن يمر بهذه المراحل الثلاثة وحفاظ الحديث كلهم والنقاد الاجلة  
وغير الواصلين إلى ذروة الإجتهد الشاخصة لا يبلغون إلا إلى هذه  
المرحلة والذين يدعون الإجتهد وكفاءة الأئمة الاجاد وهم يقلدون اثناء  
الجواب هذه المراحل اصحاب الصحاح أو مصنفي اسماء الرجال تقليدا  
جامدا يوقحون ولا يستحيون بل هذا التقليد شرك جلى على قولهم ، في  
أى آية أو حديث قيل إن البخارى والترمذى بل الإمام أحمد وابن  
المدينى ما يصححونه او ما يخرجونه من حديث يكون كذلك وأى  
نص جاء أن الذهبي والعسقلاني بل النسائي وابن عدى<sup>[٢]</sup> والدارقطنى بل  
يحيى بن معين وابن مهدي ما يقولونه فذلك هو الحق المبين .

(١) ابو حاتم ابن حبان محمد توفي سنة ٣٥٤ هـ . [٩٦٦ م.] في سمرقند

(٢) عبد الله ابن العدي توفي سنة ٣٢٣ هـ . [٩٣٥ م.] في استرآباد

(٣) يحيى بن معين البغدادي توفي سنة ٢٣٣ هـ . [٨٤٧ م.]

ولما لم يتقرر تقليد الاكابر الذين هم ارفع واعلى او اعلم  
 وأعظم بدرجات من هؤلاء وأمثالهم الذين كان ينبغي لهم أن يقلدوهم  
 ويتبعونهم في معرفة الأحكام الإلهية الذين يعترف هؤلاء أيضاً بدرجات  
 امامتهم السامية فالتقليد المحض للرجال ( امثال البخارى والترمذى  
 وغيرها ) الذين هم اقل رتبة ومكانة بكثير من هؤلاء الإكابر ( أمثال  
 الأئمة الأربعة ) في أقل من هذا كالجرح والتعديل وغيرهما من الامور  
 المذكورة التى فيها اتساع لتقديم الرأى لا يجوز قطعاً وإن استدلتهم  
 فاستدلوا برأيكم ولا تسموا في هذا فلانا وفلانا فستنجلى الحقيقة .

ما ذا اخاضك يا مغرور في الخطر

حتى هلكت فليت النمل لم تطر

يجب على الإخوان العادلين أن ينظروا إلى صعوبات هذه المراحل  
 التى أوخذ فيها المحدث الجليل الشان أبو عبد الله الحاكم بمواخذات  
 عظيمة شديدة وعزى مثل الإمام ابن حبان الناقد البصير إلى التساهل  
 وأكبر منها الإمام أبو عيسى الترمذى قد تقرر متساهلاً في التصحيح  
 والتحسين والجليل الرفيع الإمام مسلم قد اعترف بعقوبة البخارى  
 وأبي زرعة<sup>(١)</sup> كما أوضحنا في رسالتنا " مدارج طبقات الحديث " .

ثم المرحلة الرابعة :

وهى العلو في الفلك الرابع الذى لا يبلغ إليه أحد إلا بعد أن  
 يكون شمساً منيرة بنور الاجتهاد ومن ذا الذى بلغ في المراحل الثلاثة

(١) ابو زرعه احمد الرازي توفى سنة ٣٧٥ هـ . [ ١٨٥ م . ]

مبلغ إمام أئمة المحدثين محمد بن اسمعيل البخارى ولكنه حينما دخل في موضع الإحكام والنقض والإبرام فأتى بالعجائب من ارادان يلاحظها فليجب عليه النظر في صحيح البخارى وعمدة القارى للعلامة العيني نظرة العدل مثلاً قصة ( ! ) حليب الشاة شهير جداً .

ورواية اشتغال الإمام عيسى بن ابان بالحديث ثم الاخطاء في مسألة مرتين وكونه ملازماً لتلامذة الإمام الاعظم أبي حنيفة ما ثور ومعلوم ، لذلك يقول الإمام الاجل سفيان بن عيينة<sup>[١]</sup> شيخ الإمام الشافعى والإمام أحمد وأستاذ الأستاذ للإمام البخارى والإمام مسلم ومن الأئمة المحدثين الاجلة ومن الفقهاء المجتهدين ومن تبع التابعين ” الأحاديث مضلة إلا للفقهاء .

ويقول العلامة ابن الحاج المالكي<sup>[٢]</sup> فى ” المدخل ” يريد إمام سفيان بن عيينة إن غيرهم قد يحل الشئ على ظاهره وله تاويل من حديث غيره أو دليل يخفى عليه أو متروك أوجب تركه غير شئ مما لا يقوم به إلا من تبهر وتفقه .

ويقول سيدنا ونبينا محمد رسول الله ﷺ ” نصر الله عبد اسمع مقالتي وحفظها وعاما واداما فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هو افقه منه “ أخرجه الإمام ١- الشافعى ٢- والإمام أحمد ٣- والدارى ٤- وأبو داود ٥- والترمذى وصححه ٦- وابن

( ! ) وهى إذا شرب رضيعان حليب شاة يصيران اخوين رضيعين وهذا من العجائب ( المعرب ) .

(١) سفيان بن عيينة توفى سنة ١٩٨ هـ . [٨١٣ م] . فى مكة المكرمة

(٢) ابن الحاج محمد المالكي توفى سنة ٧٣٧ هـ . [١٣٣٧ م]



ماجدة ٧- والضياء في المختارة ٨- والبيهقي في المدخل عن زيد بن ثابت  
 ٩- والدارمي عن جبير بن مطعم ونحوه ١٠- أحمد ١١- والترمذي  
 ١٢- ابن حبان بسند صحيح عن ابن مسعود ١٣- والدارمي عن أبي الدرداء  
 رضى الله عنهم أجمعين ولو كان العلم بالحديث يكفي فهم الحكم فما المراد  
 بقول النبي ﷺ المذكور من قبل ؟

يقول الامام ابن حجر المكي الشافعي في كتابه الخيرات الحسان (١٠)  
 إن أحداً سأل امام المحدثين سليمان الأعمش<sup>[٢]</sup> التابعي الجليل الشان من  
 الأئمة الاجلّة التابعين ومن تلامذة سيدنا أنس رضي الله عنه عن مسائل  
 وكان امامنا الاعظم سيدنا أبو حنيفة رضي الله حاضرا في المجلس فوجه  
 الإمام الأعمش تلك المسائل إلى امامنا فاجاب الإمام على الفور فقال  
 الإمام الأعمش من اين اتيت بهذه الاجوبة فقال من الإحاديث التي  
 قد سمعتها منك وروى تلك الإحاديث بالإسناد فقال الأعمش حسبك ما  
 حدثتك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة ما علمت إنك تعمل  
 بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء أنتم الاطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها  
 الرجل أخذت هكلا الطرفين والحمد لله رب العلمين ذلك فضل الله  
 يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم .

(١) قد نقلت هذا الكتاب النادر في مناقب أبي حنيفة إلى الأردويه ، وقد طبع مع الأصل في  
 إمدينه پبلشنگ كمپنى كراتشى - شجاعت على و في استنبول مطبعة (حقيقت كتاب أوى)  
 (٢) سليمان الأعمش الكوفي توفي سنة ١٤٨ هـ . [٧٦٥ م.]

بعد ذلك الرابعة المراجعة :

وما أدراك ما المرحلة الرابعة هي اعوص المنازل وأصعب  
المراحل لا يسير إليها إلا أقل القلائل فمن يعرف قدرها وأهميتها ،  
بيت :

كدائي خاك نشيئي نو حافظا مخروش  
كه نظم مملكت خویش خسروان دانند

( تعريب البيت ) أنت الصعلوك ذو المرتبة أيها الحافظ فلا تعول  
ولا تطمع فإن الملوك هم يعلمون نظم مملكتهم واسرار سلطانهم .

فالواجب على السائر أن يكون له العتور التام والنظر العميق  
والذهن المتوقد والبصيرة الناقدة والبصر المنيع والاطلاع العام على  
جميع لغات العرب وفنون الأدب ووجوه الخطاب وطرق التفاهم  
 وأنواع النظم وأقسام المعاني وإدراك العلل وتنقيح المناط واستخراج  
الجامع ومعرفة المانع وموارد التعدية ومواضع القصر ودلائل حكم  
الآيات والأحاديث وأقاويل الصحابة وائمة الفقه من القدماء والجدد  
ومواقع التعارض واسباب الترجيح ومناهج التوفيق ومدارج الدليل  
ومسالك التخصيص ومناسك التقييد ومشارع القيود وشوارع  
المقصود وغير ذلك .

وقد حرر الإمام شيخ الإسلام زكريا الأنصارى<sup>[١]</sup> - قدس سره -  
البارى شيئاً من اجمال ذلك ، " إياكم أن تبادروا إلى الإنكار على قول  
مجتهد أو تخطئته إلا بعد احاطتكم بأدلة الشريعة كلها ومعرفتكم بجميع

(١) زكريا الانصاري الشافعي توفي سنة ٩٢٦ هـ . [١٥٢٠ م.]

لغات العرب التي احتوت عليها الشريعة كلها ومعرفتكم بمعانيها وطرقها ثم قال متصلاً " وأنى لكم بذلك " نقله الإمام العارف بالله عبد الوهاب الشعراني في الميزان <sup>[١]</sup>.

ورد المختار الذي نقل المستفتي عبارته في المسألة في نفس ذلك الكتاب قد اوضح معنى العبارة متصلاً بتلك العبارة ولكن المستفتي لم ينقله يقول ولا ينبغي إن ذلك لمن كان اهلاً للنظر في النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب في الدليل وعملوا به صح نسبته إلى المذاهب .

ومما لا ريب فيه أن الشخص الذي جاب هذه المراحل الأربعة هو مجتهد في المذهب كالإمام أبي يوسف والإمام محمد رضى الله عنهما في المذهب المذهب الحنفي ولا شك أن لا مثال هؤلاء الأئمة مبرراً لذلك الحكم ولتلك الدعوى ومع ذلك أنهم لم يخرجوا من تقليد الإمام فانهم خالفوا صورة ولكنهم عملوا معنى بالأذن الكلى للإمام ثم إنهم وإن يكونوا مأذونين بالعمل لا يمكنهم أن يدعوا بالجزم أن مفاد هذا الحديث على رغم مذهب الإمام غاية الأمر الظن فقط يمكن أنه إن كانت مداركهم قصرت عن مدارك الإمام العالية لو عرضوه على الإمام لعله لم يقبله فالتيقن التام على كون مذهب الإمام ليس هناك أيضاً فاجل الأئمة المجتهدين في المذاهب قاضى الشرق والغرب سيدنا الإمام أبو يوسف رحمه الله تعالى الذى قد اعترف الموافقون والمخالفون بمدارجه الرفيعة في الحديث قال فيه الإمام المزني <sup>[٢]</sup> تلذيذ الإمام الشافعى الجليل " هو اتبع القوم للحديث " وقال الإمام أحمد بن حنبل " منصف في

(١) عبد الوهاب الشعراني الشافعي توفي سنة ٩٧٣ هـ. [١٥٦٥ م.]

(٢) اسماعيل المزني توفي سنة ٢٦٤ هـ. [٨٧٧ م.] في مصر

الحديث وقال الإمام يحيى بن معين وهو متشدد كبير " ليس في أصحاب الرأى أكثر حديثاً ولا أثبت من أبى يوسف وقال أيضاً صاحب الحديث وصاحب السنة وحرار ابن عدى في كامل ليس في أصحاب الرأى أكثر حديثاً منه وقد عده الإمام أبو عبد الله الذهبي<sup>[١]</sup> الشافعى من حفاظ الحديث وذكر في كتاب تذكرة الحفاظ بعنوان الإمام العلامة فقيه العراقيين فهذا الإمام أبو يوسف مع جلالة شأنه يقول في الإمام سيدنا الإمام الأعظم عليه السلام ما خالفته في شئ قط فتدبرته الا رأيت مذهبه الذى ذهب إليه النجى في الآخرة وكنت ربما ملت إلى الحديث فكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى وقال أيضاً إذا كان الإمام يحزم يقول كنت اتردد إلى الأئمة المحدثين في الكوفة لكى أرى أن اجد حديثاً أو أثراً في تأييد قوله فكثيراً ما قدمت أمام الإمام بمحدثين أو بثلاثة أحاديث فيقول في البعض ليس بصحيح ويقول في البعض ليس بمعروف فقلت وما أدراك هذا وأنها موافقة لقولك فيقول إني عالم بعلم أهل الكوفة ذكر كله الإمام ابن حجر في الخيرات الحسان .

ملخص الكلام أن غير البالغين إلى قمة الاجتهاد ليسوا اهلاً لهذا وليسوا مرادين هنا أصلاً فضلاً عن المدعين الناشئين الجهال عديم الاناعة والوقار الذين لا يتمكنون من فهم كلامنا وكلامكم وينقدون اجتهاد أساطين الدين الالهى لو نظر السائل في نفس كتاب رد المحتار أنه صرح في الإمام ابن الشحنة والعلامة محمد بن محمد البهنسى<sup>[٢]</sup> استاذ العلامة نور الدين على القارى الباقي والعلامة عمر بن نجم المصرى مؤلف

(١) عبد الله ابن عدي الجرجاني توفي سنة ٣٦٥ هـ. [٩٧٥ م.]

(٢) محمد الذهبي توفي سنة ٧٤٨ هـ. [١٣٤٨ م.] في مصر

(٣) محمد ابن الشحنة الحلبي توفي سنة ٨٩٠ هـ. [١٤٨٥ م.]

(٤) محمد البهنسى الحنفى الدمشقى توفي سنة ٩٨٧ هـ. [١٥٧٩ م.]

(٥) عمر ابن نجم المصرى الحنفى صاحب نهر الفائق شرح كتر نسفى توفي سنة ١٠٠٥ [١٥٩٧ م.] في مصر

النهر الفائق والعلامة محمد بن علي الدمشقي الحصكفي مؤلف الدر المختار الكبار أنهم ليسوا باهل لترجيح بعض روايات المذهب فضلا عن مخالفة المذهب ونقل في كتاب الشهادة بباب القبول عن العلامة السامحاني " ابن الشحنة لم يكن من أهل الاختيار " وفي كتاب الزكوة في باب صدقة الفطر " البهنسي ليس من أصحاب التصحيح " وفي كتاب النكاح بباب الحضانة " صاحب النهر ليس من أصحاب الترجيح " وفي كتاب الرهن عن بحث للعلامة الشارح الحصكفي لاحاجة إلى إثباته بالبحث والقياس الذي لسنا اهلا له وأن هؤلاء ليسوا في شيء حتى إن الاكابر وأساطين المذهب الأعظم الجليلين رفيعي الدرجات أمثال الإمام الكبير الخصاص<sup>[١]</sup> والإمام الأجل أبو جعفر الطحاوي والإمام أبو الحسن الكرخي والإمام شمس الأئمة الحلواني<sup>[٢]</sup> والإمام شمس الأئمة السرخسي والإمام فخر الإسلام علي البزدوي<sup>[٣]</sup> والإمام فقيه النفس فخر الدين قاضي خان والإمام أبو بكر الرازي<sup>[٤]</sup> والإمام أبو الحسن القدوري<sup>[٥]</sup> والإمام برهان الدين الفرغاني مؤلف الهداية وغيرهم من الأعظم الكرام ادخلهم الله تعالى في دار السلام قد نقل التصريح فيهم عن رسالة العلامة ابن كمال باشا رحمه الله تعالى " إنهم لا يقدرون على شيء من المخالفة لا في الأصول ولا في الفروع .

العدل فانكم حاضرون أمام الله وما ثلون بين يديه فليس من المناسب التلسن والتحمس والالحاح لدقائق بل لا بد لكل إنسان أن يطرق رأسه ويفكر وأن يختبر مؤهلاته تجاه هؤلاء الأئمة العظام فيرى أين السهامن مصابيح السماء وأين الثرى من الثريا إن لم يقص على دينه

(١) احمد ابوبكر الخصاص توفي سنة ٢٦١ هـ. [٨٧٤ م.]

(٢) عبد العزيز الحلواني الحنفي توفي سنة ٤٥٦ هـ. [١٠٦٤ م.] في بخارى

(٣) فخر الاسلام علي البزدوي الحنفي توفي سنة ٤٨٢ هـ. [١٠٨٩ م.] في سمرقند

(٤) احمد ابوبكر الرازي الحنفي توفي سنة ٤٦٣ هـ. [١٠٧٠ م.] في بغداد

(٥) احمد القدوري الحنفي توفي سنة ٤٢٨ هـ. [١٠٣٧ م.] في بغداد

(٦) احمد بن سليمان بن كمال باشا مفتي الثقلين توفي سنة ٩٤٠ هـ. [١٥٣٤ م.] في استنبول

وعدل في نفسه لم يجد أهلية التلمذ لادنى تلامذة تلامذتهم ، لله الفريسة التي تكون مفقطة من وثبة الآساد الضواري يريد الثعالب والسراحيب التمكن منها ( إن هذا لشئ عجاب ) .

نعم لاندكر من جعله اهلئس المرید مریدا له وعلمه إدعاء ” أناخير منه “ تجاه جميع ائمة الأمة أبيها الأخ هل ترغب في التمسك بالدين أم الألحاح على القول فليس الاضطراب والسخطة والتمليل لدقائق مستذكرا ولكن لاحظوا آثار دعاوى الأهلية من غير المقلدين ورأسهم وزعيمهم وأعلى القمم وأسمى الذرى واكبر المحدثين والمتوحدین الإمام المنتخب والمتفرد بمجتهد العصر علامة الدهر نذير حسين الدهلوى هداه الله إلى الصراط السوى لاحظوا مؤهلات نفس هذا الأكبر وقد كشفت عن علمه بالحديث لحاجة سؤال السائلين في هذا الشهر الجارى في مسألة واحدة وهى الجمع بين الصلاتين فاخرجت الطرائف التي لم ترها عين الفلك الهرم مع دورانه القديم وعمره الطويل من يريد البسط فليراجع كتابي المذكور ” حاجز البحرين “ .

أنا أجمل علم المجتهد الدهلوى وطرائفه وعجائبه في مسألة واحدة :

١ : هذا المجتهد ( نذير حسين الدهلوى ) لا يميز الضعيف المحض من المتروك .

٢ : ولا يفرق بين التشيع والرفض .

٣ : ولا يفصل فلان يغرب وفلان غريب الحديث .

- ٤ : ولا يميز بين الغريب والمنكر .
- ٥ : ويحمل كلام " فلان بهم " على الوهمى ( أى الذى قيل فيه أنه بهم فهو وهمى عنده ) .
- ٦ : وكذا يحمل " له أوهام " على أنه وهمى .
- ٧ : والحديث المرسل مردود مخذول عنده ومداس العنينة جدير بالأخذ والقبول .
- ٨ : يعتبر الوصل المتأخر تعليقا مثلاً عند ما يقول المحدث رواه مالك عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلك فلان عن فلان عن مالك يقرره هذا الدهلوى معلقا ويهضم قطعة حدثنا بذلك .
- ٩ : ويجعل الأحاديث الصحيحة مردودة منكورة وواهية بسلطة لسانه فقط .
- ١٠ : والحديث الضعيف الذى صرح الإمام البخارى وغيره بكونه منكرا ومعلولا يجعله صحيحا يبحوثه الباطلة .
- ١١ : ويقصر الحديث الضعيف على ضعف الرواة ويعتقد العلل القوادح معدومة حين ثقة الرواة .
- ١٢ : وله فى معرفة الرجال شرة التمييز إلى حد أنه لا يميز بين الإمام الأجل سليمان الأعمش العظيم القدر الجليل الفخر التامعى الشهير وبين سليمان بن أرقم الضعيف .

١٣: ويعتقد خالد بن الحارث الثقة الثبت خالد بن مخلد القطواني ولا يفرق بينهما .

١٤: ويقرر الوليد بن مسلم<sup>[١]</sup> الثقة الشهير الوليد بن القاسم .

١٥: ويجهل مسألة تقوى بطرق جهلاً مخصاً .

١٦: ويغفل عن الفرق البديهي بين الراوى المجروح والمرجوح أصلاً .

١٧: الإمتياز بين المتابع والمدار صعب عليه ومتابعات الثقات الواضحة بأقرب الوجوه بين عينيه ولكن الحديث يخيف بزعمه لوقوع الضعف فى بعض الطرق .

١٨: وتتوفر الطرق الجليالة الموضحة المعانى فى الكتب المشهورة المتداولة حتى فى الصحيحين والسنن الأربعة والوصول إليها يستحيل عليه فضلاً عن قدرة الاعتناء بجميع الطرق من سائر الكتب واحاطة الألفاظ والفرق بين المباني والمعانى من سائر الكتب بالبحث والتحقيق .

١٩: ولا يقبل قول الأئمة فى التصحيح والتضعيف إلا إذا كان ذلك القول منقولاً ومذكوراً فى تصانيفهم والا نقل الثقات يكون مردوداً أو مخدولاً .

٢٠: وقد يقدح الرواة الجليلين للبخارى ومسلم بلاوجه وجيه ودليل ملزم فيجعل بعضهم مردوداً وخبيثاً وبعضهم متروك الحديث

(١) الحافظ وليد بن مسلم الدمشقى توفي سنة ١٩٥ هـ . [٨١٠ م.]



كالإمام بشر بن أبي بكر التيسى ومحمد بن فضيل بن غزوان الكوفى وخالد بن مخلد أبى الهيثم البجلي وهذا تفوهه برجال البخارى ومسلم الخاصين البعيدين عن الجرح والقدح وأكبر من ذلك أن علمه بالحديث قد وضع قواعد سبعة فى الرد والابطال للصحيح الستة فقال إن الراوى الذى قيل فيه "التقريب" صدوق روى بالتشيع أو صدوق متشيع أو ثقة يغرب أو صدوق يخطئ أو صدوق بهم أو صدوق له أو هام فهؤلاء كلهم ضعاف ومردودا والرواية ومتركوا الحديث عند هذا الدهلوى ودعوا سائر الصحاح وانظروا فى الصحيحين تجدوا كثيرا من أمثال هؤلاء رواة ليس عددهم بواحد أو اثنين أو إلى عشرين فقط بل يبلغ عددهم إلى مائة أو أكثر ، هذه ست قواعد .

والسابعة السند الذى يقع فيه راوٍ غير منسوب مثلاً حدثنا خالد عن شعبة عن سليمان ويوجد راوٍ ضعيف آخر باسم ذلك الراوى فيحمله على الراوى الغير المنسوب بالنظر إلى قرب الطبقة وروايات المخرج رجما بالغيب وجزما بالريب وبحكم بضعف الحديث وسقوط الرواية .

معشر المسلمين! أنظروا إلى القواعد السبعة لهذا المحدث واعرضوا عليها البخارى ومسلم وما يرد من الأحاديث بهذه المحدثات المخترعة فاخرجوها إلى مستيقن وجازم بأنه لا يبقى أكثر من نصف الكتابين أو ثلثها .

لا يسمع الله أن يكون طالب متوسط من مقلدى الأئمة متخطيا  
مثل ذلك ، هذه طرائفه في مسألة واحدة فإلى أين تبلغ طرائف جميع  
كلامه فالعظمة لله هؤلاء القدماء الرؤوس الذين تعتبرهم الجماعة انوفهم  
وتحسبهم مجتهدين عالين وموهلاتهم هذه فأين الأمة الجديدة جماعة  
الإخوان الصغار منهم لافى العير ولا فى النفير العياذ بالله من شر  
الشرير .

هل كان المرزا والشاه ( ولى الله الدهاوى الذن ذكرهما السائل  
فى الاستفتاء ) غيبين وعديم الشعور حتى يفوضا ازمة أحكام الشريعة  
الالهية وفهم أحاديث الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم إلى أيدى رجال  
لاخطام لهم فرادهما أن من كان أهلاً له فله إجازة العمل ( بالحديث )  
بل الواجب لا الاغبياء الغير الموهلين الذين يقرءون الترجمة الأردوية  
للبخارى والترمذى والمشكوة فيحسبون أنهم محدثون أو بعض الناس  
يزعمون مذهب الأئمة مخالفاً للحديث لكى يحرم الله تعالى تقليد الأئمة  
 ويفرض الإيمان ببعض الناس فى هذا العصر ، أيها الأخ العزيز إنما هذا  
أيضاً تقليد محض نعم ليس تقليد أبى حنيفة ومحمد ولكن تقليد بعض  
الناس .

وا أسفاه! على أن يفهموا هذا المعنى من كلام المرزا و الشاه و يعتقد  
و هما خارجين عن نطاق العقل و هاديهما العالى مرشدهما السامى موليهما و  
مولى البيعة و إمامهما الربانى الشيخ مجدد الالف الثانى رحمة الله تعالى عليه  
يجر فى مكتوب ٣١٢ من مكتوباته:-

مخدومي ! إن أحاديث الرسول على مصدرها الصلوة والسلام قد جاءت في باب جواز الإشارة بالسبابة كثيراً وجاء بعض الروايات الفقهية الحنفية أيضاً في هذا الباب ولكن غير المذهب الظاهر ، أما قول الإمام محمد الشيباني كان رسول الله ﷺ يشير ونصنع كما يصنع النبي عليه وعلى آله الصلوة والسلام ثم قال هذا قولي وقول أبي حنيفة رضي الله تعالى عنها فن روايات النوادر لامن روايات الأصول وإذا وقعت حرمة الإشارة بالروايات المعتبرة وافتوا على كراهة الإشارة لايحوز للمقلدين أمثالنا أن نجترئ على الإشارة عملاً بمقتضى الأحاديث ولايخلو مرتكب هذا الأمر من الحنفية عن الحاليين إما لايبث العلم بالأحاديث المعروفة في جواز الإشارة للعلماء المجتهدين أو يحسبهم أنهم حكموا بالحرمة والكراهة لمقتضى آرائهم خلاف الأحاديث وكلاهما فاسدان لايتخارهما إلاسفيه أو معاند ولكن نحسن الظن بهؤلاء الاكابر ونحسب أنهم لم يحكموا بالحرمة أو الكراهة حتى ظهر لهم الدليل غاية ما في الباب أنه لا علم لنا بذلك الدليل وهذا المعنى لايستلزم قدح الاكابر وإن قال أحد إنه يعلم الدليل بخلاف ذلك أقول لايعتبر علم المقلد في إثبات الحلة والحرمة ويعتبر ظن المجتهد في هذا الباب كان هؤلاء الاكابر يعلمون الأحاديث لأجل القرب ووفور العلم وحصول الورع والتقوى أحسن منا الاباعد ويعرفون الصحة من السقم والنسخ من عدم النسخ أكثر منا ولاريب أنهم يحملون الوجه الموجه في ترك العمل بمقتضى الأحاديث على صاحبها الصلوة والسلام وأما ما نقل عن الإمام الأعظم إذاصح الحديث فهو مذهبي فالمراد به الحديث الذي لم يصل إلى الإمام وحكم بخلاف ذلك بناء على عدم العلم بهذا الحديث

وأحاديث الإشارة ( في التشهد ) ليست من هذا القسم وإن قالوا إن علماء الاحناف افتوا بجواز الإشارة أيضاً فيجوز العمل بكليةها بمقتضى الفتاوى المتعارضة قلت إن وقع التعارض بين الجواز ترجح عدم الجوازه ملتقطاً .

ونقل أيضاً عن رسالة المبدء والمعاد للمجدد :-

” كان يتمنى ( هذا المجدد ) إلى مدة أن يبدو وجه القراءة الفاتحة خلف الإمام في المذهب الحنفي ولكن اعتناء بالمذهب كان يترك القراءة جبراً وكان يعتد هذا الترك من قبيل الرياضة أخيراً أظهر الله حقيقة المذهب الحنفي في ترك قراءة الماموم ببركة الأهتمام بالمذهب إذ الانتقال عن المذهب الحاد وجعل القراءة الحكيمة أجمل من القراءة الحقيقية في نظر البصيرة “ .

نعم استعرضوا الآن أخبار أقوال الكبار ثم انظروا هذا كبير الكبراء وعظيم العظماء وإمام الأئمة ماذا يقول وكيف ينزل الصواعق على الادعاء الباطل أى العمل بالحديث وكيف يهلك هذه النظرية .

أولاً : إعترف صراحة بأن الإشارة في التشهد وردت في كثير من أحاديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم .

ثانياً : تلك الأحاديث معروفة وشهيرة .

ثالثاً : في المذهب الحنفي اختلاف قال الإمام محمد رحمه الله تعالى في روايات النوادر كان النبي ﷺ يشير فنحن نشير أيضاً .

رابعاً : وأعرب عن أن هذا قول الإمام الأعظم رضى الله تعالى عنه .

خامساً : ليست الرواية فقط بل أفتى العلماء الأحناف بكليهما مع هذا كله لأجل أن روايات الأشارة ليست من ظاهر الرواية يقول بكل صراحة لا يجوز لنا المقلدين أن نجتري على الإشارة نعمل بالحديث هذا القول القاهر للإمام الرباني في حال اللين والسهل فكيف يكون قوله في العمل بالحديث فيما لا تكون الفتوى مختلفة ولا يوجد اختلاف في الرواية أصلاً .

أيها الناس هل في هذا الإمام قال الشاه ولي الله أنه أحق مبین أو منافق كافر استمحيوا أيها المعترضون وإخشوا عظمة الشاه ولي الله لم يكن يمكنه أن يظن في فخامة المجدد هذا الظن المردود والمذموم فإنه يعتقد قطب الإرشاد والهادى والمرشد ودافع البدعات ويعتبر تعظيمه تعظيم الله وشكره شكر الله كما يكتب في مكتوبه السابع :

” الشيخ ( مجدد الألف الثاني ) قطب الإرشاد لهذا الدور وقد نجى كثير من الضالين بادية الطبايع والبدعات على يده وتعظيم الشيخ تعظيم لمدور الأدوار ومكون الاكوان والشكر لنعمة الشيخ شكر لمفيض النعمة أعظم الله تعالى له الأجور “ .

نعم لعل طعن نذير حسين الدهلوى ليس الأعلى حضرة المجدد كما يكتب في ” معيار الحق “ إن بعض الناس في هذه الأيام يصبحون مشركين

بالتزام التقليد المعين فإنهم لا يقبلون الحديث الصحيح وإن عرض ضد رواية الكيداني .

في نفس مسألة الإشارة تعرض رواية الكيداني كما عرض المجدد فتاوى الغرائب وجامع الرموز وخزانة الروايات وغيرها وذلك أصل واحد أى عدم قبول الحديث ضد الرواية الفقهية .

فأنظروا كيف يقدم المجدد الرواية الفقهية ولاجلها يترك العمل بالأحاديث الصحيحة ويعبر نذير الدهلوى عن هذا بالشرك بلاخوف ولاخطر حفظنا الله من ضلال هؤلاء مجى الشرك ونفوض أمر الدهلوى إليه ونقدم فوائد كلام المجدد .

أولاً : هذه هى فائدة عظيمة .

ثانياً : قد صرح حضرة المجدد بأن الأحاديث المعروفة كما وردت في رفع اليدين وقراءة المقتدى وغيرها فإنها ليست أقل شهرة من احاديث الإشارة فلا يعرضها ضد أقوال الإمام إلاغبي سفيه أو معاند مكابر ملح فإن تلك الأحاديث لم تكن لتخفى على الإمام ومعاذ الله لم يكن الإمام ليخالف الأحاديث برأيه فلا جرم أنه لم يعمل بها لدليل قوى شرعى .

ثالثاً : قد أعرب عن أن العلم باجوبة الأحاديث ليس بواجب لنا ويكفي العلم بأن عند علمائنا وجهها موجهها .

رابعاً : وقد قال أيضاً يكون العمل بمسألة المذهب وإن لم نعلم الدليل على خلاف ذلك صراحة فضلاً على أن لا نعلم الدليل على

مسألة المذهب على كل حال لا يعتبر شيئاً .

خامساً : وقال أيضاً إن علماءنا الأسلاف رضى الله عنهم كما كانوا يحملون على الحديث ويعرفون الصحيح والضعيف والمنسوخ والناسخ لا يساوى بهم من بعدهم فلا علم لهم كعلمهم ولا قرب لهم كقربهم الرسالة إذا يقول المجدد في عصره فالى الآن قد مضى بعده ثلاث مائة عام فاليوم قليلوا المطالعة والقراءة هل يمكنهم أن يعادلوا بالأئمة .

سادساً : قد صرح بشرط أن أقوال الإمام الماثورة بالسؤال الخاص ( المذكور في الابتداء ) تتعلق بالأحاديث التي لم تصل إلى الإمام وصدرت المخالفة بناء على عدم العثور لا أنه مرجوح أو مأول أو متروك العمل على أصول المذهب بوجه من الوجوه المذكورة وإلا هكذا كانت المخالفة بحال العثور أيضاً كما لا يخفى .

سابعاً : لعل مكانة علم المجدد لا ينكرها هؤلاء أيضاً إن هذا المرزا جان جانان الذى استدل بكلامه ( في هذا الاستفتاء ) اعترف بكبره يعتقد حضرة المجدد أهلاً للاجتهد ويكتب في ملفوظاته " التمسست من رسول الله ﷺ ماذا تقول في مجدد الألف الثانى ؟ قال من مثله في أمى ؟ إذا يقول هذا كبير الكبار " إنه لا يجوز لنا المقلدين العمل بالأحاديث على خلاف الإمام والذي يجترحه احمق فاقد الشعور وهو باطل وساع للبطل فأين هؤلاء الزاعمون الكاذبون منهم أين الثرى من الثريا .

هذه الفوائد السبعة كانت في عبارة المكتوبات .

ثامناً : وإن لم يدرك أحد حقيقة قول الإمام ولكن العمل بذلك واجب إن هذا يحبه الله ويوجب البركات ، أنظروا إن حقيقة المذهب الحنفي في مسألة قراءة المقتدى ( خلف الإمام ) لم تكن ظهرت للمجدد إلى مدة ولم يزل قلب المجدد يميل إلى القراءة ولكن لم يعمل إحتفالاً للمذهب ولم يزل يبحث عن مبرر في نفس المذهب الحنفي .

تاسعاً : قد أجاب عن سوال بصراحة أنه إن خالف الإمام في مسألة واحدة ولو بسبب أنه لم تظهر حقيقة المذهب فيها خرج عن المذهب لأن هذا يعتبره الإمام الرباني انتقالاً عن المذهب .

عاشراً : أنظروا في هذا الحكم القاهر الأشد أن من يفعل ذلك فهو ملحد .

فالآن على نذير الدهلوى أن يبتغى بمقتضى إيمانه ما ينبغي له إن شاء يقرر الشاه والمرزا سفيهين ومعاندين وملحدين عند المجدد وإن شاء يجعل حضرة المجدد مدعى الباطل ومخالف الإمام والأحق المبين أو المنافق الكامن على قولها ولا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم لاجرم أنهما يجادئان على نفس صحة العمل التي لا يعثر عليها إلا الفقهاء أهل النظر والاجتهاد في المذهب فالكلامان ليسا متخالفين ولا حرف فيها مخالف لنا هكذا ينبغي التحقيق والله ولى التوفيق ، كان هذا المبحث طويل الأذبال المقتضى بسط الكلام ولكن ما قل وكفى خير مما كثر وألهى



أيها القارءون الكرام أنظروا في المبحث المستول عنه واجتنبوا  
الخروج عن المبحث فإنه الصنيع الشنيع للجهلة والعاجزين ربنا إفتح  
بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين وصلى الله تعالى على سيد  
المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين .

وكان ينبغي لنا أن نسمى هذا المختصر بمقتضى المادة :

« الفضل الموهبي في معنى إذاصح الحديث فهو مذهبي »  
ونلقبه باللبّ التاريخي :

« أعر النكات بجواب سوال اركات »

ربنا تقبل منا أنك أنت السميع العليم ، آمين . والله سبحانه  
وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أتم وأحكم .

كتبه : عبده المذنب احمد رضا البريلوى  
عفى عنه بمحمد المصطفى النبي الأسمى  
صلى الله تعالى عليه وآله وسلم .

### دُعَاءُ التَّوْحِيدِ

يَا اللَّهُ يَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ يَا غَفُورُ يَا كَرِيمُ فَاغْفِرْ  
عَنِّي وَارْحَمْنِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَارْحَمْنِي بِالصَّالِحِينَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِأَبَائِي وَ  
أُمَّهَاتِي وَلِأَبَائِهِمْ وَأُمَّهَاتِهِمْ زَوْجَتِي وَلِأَجْدَادِي وَجَدَّاتِي وَلِأَبْنَائِي وَبَنَاتِي وَلِإِخْوَتِي وَأَخَوَاتِي وَ  
لِأَعْمَامِي وَعَمَّاتِي وَلِأَخْوَالِي وَخَالَاتِي وَلِأَسْتَاذِي عَبْدَ الْحَكِيمِ الْأَرْوَاسِيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَ  
لِلْمُؤْمِنَاتِ الْأَخْيَارِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ «رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ» بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ  
الرَّاحِمِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

### دُعَاءُ الْأَسْتِغْفَارِ

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ

بدأت حركة الخلافة بعد الحرب العالمى الأولى ( زهاء ١٩١٩م )  
 فى جميع شبه القارة الهندية ، وأساس هذه الحركة كان الظلم والإستبداد  
 على الأتراك المسلمين من المسيحيين ، وهذا ما ملاء صدور المسلمين  
 بالاحقاد ضد الإنجليز فى شبه القاره ، وكان فى الهند مع سائر الناس  
 فريقان كبيران ، حكما على الهند أيا ما غير يسيرة ، هما المسلمون  
 والهندوس ، وكان كل منهما يود سيطرته على الهند ، ولما رأى رئيس  
 الهندوس غاندى<sup>[١]</sup> نفرة المسلمين ضد الإنجليز ، إغتنم هذه الفرصة  
 وأعلن " بحركة ترك الموالات " ليأخذ القوة من المسلمين ضد  
 الإنجليز ، وذلك فى سنة ١٩٢٠م وبمعينه أراد بعض القواد من المسلمين  
 ما أراد غاندى ، وكان من نتيجة مقارنة " حركة الخلافة " ( التى  
 كانت حركة المسلمين ) مع " حركة ترك الموالات " ونشأت من هذا كله  
 مشكلة شرعية ، وهى أن المسلمين وإن قاطعوا الإنجليز ولكنهم  
 والوا الهندوس ، هل قيدوا أنفسهم مع الهندوس فى سلسلة المواخاة  
 والمودة ، وأول من جهر بتحريم هذه الصورة هو شيخنا أحمد رضا  
 فإنه خالف " حركة ترك الموالات " بشكلها الخاصة ، والذين كانوا  
 فى طليعة هذه الحركة إتهموه بمودة الإنجليز والحال إنه أكبر اعداء  
 الإنجليز فى الواقع كما سنوضح (بعد) وهذه الحركة كانت بعينها كتلك  
 الحركة التى كانت فى عهد الملك " أكبر " ( ١٥٦٣ - ١٥٨٤ )  
 فقام ضدها الشيخ أحمد سرهندي ( متوفى ١٥٣٤ ) المجدد للألف

(١) غاندى رئيس البراهمة فى الهند توفى سنة ١٣٦٨ هـ . [ ١٩٤٨ م . ]

الثاني ، ألقى يقول فيه شاعر المشرق علامه اقبال رحمه الله

وه هند ميں سرمايہ ملت کا نگہبان  
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ولما أنشئت تلك الحركة الأکبرية ( توحيد الأديان ) بهيئة  
جديدة قام لتدميرها وتدهيضا أحمد آخر ، وهو أحمد رضا ، رحمه  
الله ، فدمرها بفضل الله وكرمه تدميرا

خضوع بعض العلماء للإنجليز وحشوعهم للهندوس :

ومع الأسف لا بد لي أن أذكر موجزاً الجو الذي عمل فيه الشيخ  
أحمد رضا خان رحمه الله عمله التجديدي ، وقلت ” مع الأسف “ لأن  
هذه التذكرة تسفر القناع عن بعض وجوه الأعيان ، ومع هذا لا قبل  
ولا قدرة لنا على تغيير مسجلات التاريخ .

تفرق أتباع الشيخ إمداد الله (١) مهاجر مكي في فرقتين عند الثورة  
الهندية سنة ١٢٧٤ هـ . ١٨٥٧ م وهذا الإفتراق وقع في مسألة نصرة  
ملك دلهي ، فانتخبت فرقة مركزها على كره (مدينة في هند) وأخرى  
ديوبند (٢) أما اصحاب ديوبند فهم ساعدوا في ثورة سنة ١٣٧٧ هـ .  
١٩٥٧ م الإنجليز بل بعضهم قاتلوا مع المسلمين (٣) و الشيخ رشيد (٤)

(١) إمداد الله الديوبندي توفي سنة ١٣١٧ هـ . [١٨٩٩ م .]

(٢) الشيخ عبيد الله السندي - الشاه ولي الله وحركته السياسية ص - ١١١ .

(٣) تذكرة الرشيد ، المجلد الاول - ص - ٧٥ .

(٤) رشيد احمد الكنكوهي الديوبندي توفي سنة ١٣٢٣ هـ . [١٩٠٥ م .]

أحمد جنجوهى لما أخذ فى قضية البغى ضد الإنجليز قال واضحا "لانى فى الواقع مطيع للحكومة (الإنجليزية) لذا لا تضرنى تهمة شيئا ، و لو قتلت فالحكومة ولىة الأمر تفعل ما تشاء (١).

و قال بعض العلماء إن الهند دار الحرب و المسلمين مستأمنون فيها ، و على هذا الأساس لا يجوز لهم الجهاد ، كما قالت الشيعة (٢) و قال بعضهم إن الهند دار الاسلام فلا يجوز فيها الجهاد ، و كانت الحال لسيطرة الحكومة الإنجليزية أن أكثر الناس أطاعوها ، كما يقول الفردلائل "إن الجمعيات الهندية كلها مع اختلافها فى بعض الأمور متحدة القلوب فى اطاعة تاج بريطانياه اطاعة كاملة (٣).

وبعد الحرب العالمى الأولى بدأت حركة الخلافة وفى تلك الآونة بدأت حركة ترك الموالاتة على إشارة غاندى ، واتحدت هاتان الحركتان لمخالفة الإنجليز مع الموالاتة فيما بينهما ، أى بين المسلمين والهندوس ، ومن هنا نشاء تصور القومية الوطنية ، وقالوا إن المسلمين والهندوس قوم واحد لأنهم يسكنون فى وطن واحد ، ومع الأسف قبل هذا

---

(١) تذكرة الرشيد المجلد الأول ص - ٨٠ .

(٢) هذا ما قاله دبليو دهلوي هنتر فى كتابه - مسلموا هند

ص - ١٧٤ - ١٨٠ .

(٣) سر الفر دلائل - عروج وسعة للمملكة الهندية - طبع

حيدر دكن آباد ١٩٣٣م ص ٣٦٩ .

التصور بعض اکابر علماء الهند ، وفي بعضهم يقول علامه إقبال  
رحمه الله .

عجم هنوز نداند رموز دین ورنه .....  
ز دیوبند حسین احمد این چه بو العجبی است  
سرود بر سر منبر که ملت از وطن است  
چه بے خبر ز مقام محمد عربی است  
به مصطفیٰ برسان خویش را که دین همه اوست  
گر بسا و نه رسیدی تمام بولہبی است (۱)

یعنی إن العجم لم یقفوا علی رموز الدین حتی الآن ، والعجب  
کل العجب أن حسین أحمد الدیوبندی یقول علی المنبر إن القوم یتشکل  
بالوطن ، ما أجهله عن مکانة المصطفی ﷺ ، الدین کله فی حب  
الرسول ﷺ ومن لم یحبه فهو أبو لب ، أى لایهد للمسلم أن یجعل  
مركز المحبة محمداً ﷺ لا الوطن واللغة والنسب والحسب وغيرها ،  
كما یقول العلامة فی شعر آخر .

نہیں وجود حدود و ثغور سے اسکا

محمد عربی سے ہے عالم عربی

وحضر مولینا محمد علی جوہر ومولینا شوکت علی فی خدمۃ  
الشیخ احمد رضا رحمہ اللہ ودعاه الی ” حرکتہ ترک الموالات “ فاجاب

(۱) کلیات إقبال ، طبع دہلی ص - ۳۵۲ .

(۲) حسین احمد الدیوبندی توفي سنة ۱۳۷۷ هـ . [۱۹۵۷ م.]

الشيخ بقوله ”مولينا ! فرق عظيم بين سياستكم وسياستى ، أنتم حماة إتحاد المسلمين والهندوس وأنا ضد هذا الإتحاد ، ولما سمعنا هذه الإجابة الواضحة وجدا فى نفسهما شيئا ، وتطيبيا لقلوبهم قال الشيخ ! ”مولينا ! إنى لا أخالف حرية الوطن بل إنى أخالف إتحاد المسلمين والهندوس“ ( ١ ) .

وقد استفتى الشيخ بعض الناس عن ترك الموالاة ( ١٣٣٩م ) فأجاب الشيخ جوابا مدللا بدلائل قاطعة ، وطبع هذا الجواب باسم ” المحجة الموتمة فى آية الممتحنة “ ( ١٣٣٩م / ١٩٢٠م ) وأريد أن أذكر فكرة الشيخ فى ضوء هذا الكتاب .

سأله مولوى حاكم على برفسور كلية إسلاميه لاهور ( ١٤ صفر ١٣٣٩م ) وخلاصة سؤاله كالآتى :-

” قال مولينا أبو الكلام آزاد فى جلسة الشورى العموميه لكلية إسلاميه فى لاهور ( ٢٠ اكتوبر ١٩٢٠م ) لا بدلنا من رد المبالغ الإمداديه من حكومة بريطانيه لتحقيق ترك الموالاة ، وتفرض الكلية عن الجامعة ، وكان قول أبى الكلام موجبا لإتارة الغضب فى شركاء الجلسة ، فسأل مولوى حاكم على من الشيخ احمد رضا خان عن قول أبى الكلام ، هل يصح قوله أم لا ؟ وما حكم هذه المبالغ ؟ وقبول

( ١ ) باشا بيگم - الخدمات السياسيه والدينيه للشيخ احمد رضا ، عرفات لاهور ، اپريل ١٩٧٠م - ص ٦٥ .

وبرفسور محمد مسعود احمد : فاضل بريلوى اور ترك موالاة . والدكتور اشتياق حسين قريشى . العباء فى السياسة ( بلغة انجليزيه ) طبع معارف يستد كراتشى - ص ٣٦٤ .

هذه المبالغ من الموالاة أم لا ؟ وأجاب الشيخ ما محصله .

١- هناك فرق عظيم بين مجرد المعاملة والموالاة ، والمعاملة الدنيوية التي لا تضر بالدين غير ممنوع قطعاً إلا عن المرتدين ، والذي في المعاملة كالمسلم ( ١ ) .

٢- يحل النكاح بالكتابه ، وإن جنجوا للسلم فالمصالحة ضرورية ( ٢ ) .

٣- وتجاوز المعاهدة معهم ، وكذا لو عاهد المسلم مع غير المسلم معاهدة جائزة فيجب إيفاء العهد والغدر حرام .

٤- كان أصحاب ترك الموالاة يستعملون أشياء الإنجليز ، مثلاً القطار البريد ، التلغراف وغيرها حينما يحرمون لإشتراء أموالهم ، فالشيخ يقول يا للعجب ! جاز دفع المال في المقاطعة ( ترك الموالاة ) وحرم أخذ المال ، وإن قيل إن القطار والبريد وغيرهما في بلادنا ، ومن أموالنا ، فالجواب إن المبالغ التي تدفع في الإمداد لاتأق من بريطانيه وإنما هي أيضاً من أموالنا ومن بلادنا .

ثم بعد هذا السؤال أرسل إلى الشيخ سؤالاً شؤدري عزيز الرحمن صدر المدرسين للمدرسة الرسمية لاثلپور ( ١٣٣٩هـ ) وكانت في السؤال

---

( ١ ) الشيخ احمد رضا رحمه الله - المحجة المؤتمنه - ورئيس احمد جعفرى : أوراق كم كشة طبع لاهور - ص ٢٢٧ .

( ٢ ) أوراق كم كشة - ص ٢٢٧ .

شدة ما ، بعد أن كان السؤال نفس السؤال الذى قدمناه من مولوى حاكم على ، وملخصه .

ما قولكم فى حركة عدم التعاون مع الحكومة الإنجليزية ، هل هذا الحكم إسلامى أم لا وهل يجوز الحاق الكليات مع الجامعة ( أى الجامعة الحكومية ) والإستمداد بالجامعة ، وهل يجوز التوظيف فى مكاتب الحكومة وأجاب الشيخ على هذه المسائل بالتحقيق العجيب والاستنباط الأنيق ، ملخصه :

تكلم على الذمى ، الحربى ، المستأمن ، الموالاة وترك الموالاة وغيرها من الأمور المتعلقة بالموضوع ثم قال ” التحقيق إن الموالاة على قسمين ، الأولى الحقيقية ، وهى على مراتب أدناها ، ميل القلب ، ثم الوداد ، ثم الإتحاد ثم الإنقياد بلاخوف مكروه ولاطمع محبوب ، ثم التبتل ، وهذه الموالاة بجميع وجوهها وأقسامها على كل حال محرمة مع الكفار .

الثانية ه أن لا يكون ميل قطعاً فى القلب ولكن يعامل مع أحد معاملة تنبئ عن الوداد ، وهذه جائزة عند الضرورة بقدر الضرورة مطلقاً .

وبين المداراة والمداهنة ، قسمين للموالاة الصورية البر والإقسط والمعاشرة والعاشرة مجرد المعاملة ، وهذه تجوز مع كل كافر سوى المرتد ( ١ ) ثم نقل أحاديث تتعلق بالاستعانة على اليهود والنصارى

( ١ ) أوراق گم گشته - ص ٢٥٩ .



والمشركين وبين حملها ، يقول ، والإستعانة على أحوال ثلاث .

١- إلتهاء : أن تلجئ الجماعة القليلة الضعيفة العاجزة إلى الجماعة الكثيرة القوية ، لحل مشاكلها ، وهذا يرادف الانقياد الكلي بالبداهة فكيف يجوز ( ١ ) .

الإعتماد - أن يستعينوا مع أمثالهم في العدد والقوة ، ويوالوهم ، لحصول العزة والغلبة ، وهذا لا يتصور من عاقل أن يستعين بأعدائه ( ٢ ) .

الإستخدام - أن يكون الكافر مغلوباً ، لا يقدر على إيصال الضرر ، بل يكون ناصحاً لنا خوفاً وطمعا ( ٣ ) .

ثم يقول الشيخ واضحاً :

الموالاتة حرام مطلقاً مع كل مشرك ، لو كان ذمياً مطيعاً وخاضعاً للإسلام ، ولو كان ، ابناً ، أباً ، أخاً أو قريباً عزيزاً ( ٤ ) .

وكان بعض العلماء حينئذك يجوزون المعاملة والموالاتة بل يحسنونها مع الكفار ومشركي الهند ، حينما يحرمون مجرد المعاملة مع الأنجليز

---

( ١ ) أوراق گم گشته - ٢٧٩ .

( ٢ ) أيضاً - ٢٨٠ .

( ٣ ) أيضاً ص ٢٨٠ .

( ٤ ) أيضاً ص ٢٣٧ .

حراماً قطعياً ، بل قال مولانا شوکت علی من أرضى الهنود فقد أرضى الله ، معاذ الله قال مولانا ظفر الملك لو لم تحتم النبوة لكان مهاتما گاندهى نبياً وقال مولانا عبد الباری إني جعلته (غاندى) هادىالى أطيعه فى جميع ما يقول ، وحالى الآن مصداق قول الشاعر :

عمرے کہہ بآیات و احادیث گذشت  
رفقی و نثار بت پرستی کردی

یعنی إني فدیت عمری الذى قضیت مع القرآن والاحادیث علی رجل وثئى ، وقال محمد علی جوهر ” إني أعتقد إلتباع گاندهى لازماً علی بعد إلتباع رسول الله ﷺ

ولم یکتف هؤلاء علی الأقوال المذكورة بل جاؤا بشردها نند ( الهندو ) علی منبر جامع دہلی للخطاب ، ووضعوا القرآن الکریم وگیتا ( الکتاب المقدس عند الهندوس ) فی عجلة واحدة وأخرجوا جلوسها معا ، وبعضهم اختاروا شعائر الهندوس .  
قضية قربان البقرة :

كما يعلم قراءنا الکرام أن الهنود يعظمون البقرة بل يعبدونها ، ومنذ قديم لا يزال مسلمو الهند فى معركة وقتال مع الهنود فى قضية قربان البقرة وذبحها ، وعلى هذه القضية تهيج الحروب بينهم من حين إلى حين ، حتى الآن ، وجلال الدين أكبر منع ذبح البقرة فى القرن العاشر الهجرى ، وقدر التعزيرات الكبيرة للذين يذبحون البقرة ويخالفون أمره ( ۱ ) .

( ۱ ) من أراد البسط فليراجع إلى ” آئين أكبرى ” لأبى الفضل ، ومنتخب التواريخ لعبد القادر البدایونى ، و ” منتخب الباب ” وغيرها من كتب التاريخ .

وجاهد ضد هذا الحكم المجدد للألف الثاني ، وحينما فتح كانكره ،  
ذبح الشيخ أحمد المجدد السرهندي البقرة بيده في الحصن بين يدي  
جهان كير ، وبهذا أحيا شعار المسلمين .

وبعينه بدأت تلك القضية في عهد الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله  
وكان من أمرها أن بنّدت مدن موهن مالوى قال في جلسة كانفرس  
في دلهى ( ديسمبر ١٩١٨ م ) على المسلمين أن يتركوا ذبح البقرة تطييبا  
لقلوب الهنود ويمدوا إليهم يد المواخاة والمودة .

وبعد هذا أعلنت ” مسلم ليگ ( فى ديسمبر ١٩١٩ م ) بمساعى  
الدكتور مختار أحمد أنصارى والطبيب أجمل خان أن على المسلمين أن  
يحترموا عواطف الهنود ، ويتركوا قربان البقرة البتة .

وخالف هذا القرار الشيخ عبد القادر البدياوى ( وهو من خلص  
أحباء الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله ) وكتب جوابه باسم ” الرسالة  
المفتوحة على اتحاد المسلمين والهندوس إلى مهاتما گاندى ” وقد طبع  
هذا الجواب فى ديسمبر ١٩٢٥ م من على كره ( هند ) .

وقدم إلى الشيخ أحمد رضا سؤال متعلق بقربان البقر فى سنة  
١٣٠٠ هـ فاجاب الشيخ بجواب مدلل من الدلائل الشرعية وسماه ،  
” أنفس الفكر فى قربان البقر ” ( ١ ) ملخصه قربان البقر من شعائر  
الإسلام قال تعالى ، والبدن جعلناها لكم من شعائر الله ، لا يجوز  
للمسلمين أن يشاركوا مع المشركين فى منع ذبح البقر ،

قطعات الى حضرة حاتم الزمان الفاضل حسين حلمي بن سعيد استانبولي من

الفقير ابي محمد الويلثوري الملباري عفي عنهما الباري

سَلَامٌ مِنَ اللَّهِ الْكَرِيمِ بِرَحْمَةٍ	أَمْلَجَاكَ حَلْمِي يَا حُسَيْنٌ عَلَيْكُمْ
بِقُطَاعٍ بِدُعَايٍ وَإِحْيَاءِ سُنَّةٍ	أَقَمْتَ عُلُومَ الدِّينِ أَعْلَيْتَ صَوْتَهُ
تَدَارُكُهَا قَدْ كَانَتْ قُرْبَ الْيَأْسَةِ	فَكَمُ مِنْ عُلُومٍ قَدْ نَشَرْتَ طِبَاعَهَا
تَزِيدُ عَلَى قِنطَارٍ يَا قُوتِ دُرَّةٍ	فَأَنْفَقْتَ فِيهَا أَلْمَالَ تَبْرَأُ وَدِرْهَمًا
قَدْ ابْتَاعَ رَبِّي مِنْكَ كَلَامَ بَحْنَةٍ	وَلَا غُرُوفٍ فِيهَا حَيْثُ تُجْزَى بِنِيقَةٍ
وَفَاسْتَبَشَّرُوا بِالْبَيْعِ جَاءَ بِأَيَّةٍ	رُويَ قَوْلُ مَلِكٍ أَعْطَا خَلْفًا مَنِيقِي
بَغْيٍ حِسَابٍ سَخَّةٌ بَعْدَ سَخَّةٍ	إِنِّي أَتَى مِنْكُمْ رَسَائِلُ جُمَّةٍ
لَمْتُ وَفَقَّ الْهَادِي مِرَامًا اسْتِقَامَةٍ	فِيَا شَيْخَنَا هَذَا كِتَابٌ هِدَايَةٍ
مُنَاجَاةٌ مَرْدُودًا إِلَيْنَا بِخَيْبَةٍ	فَلَا تَجْعَلْنَهَا يَا مَلَأْدِي كَعُظْمَةٍ
وَيَجْمَعُنَا فِيهَا يَا هَلِ الشُّبُوءَةُ	عَلَى صُنْعِكُمْ جَازَى إِلَاهُ بِجَنَّةٍ تَمُتُ ۝

Bava Musliar, Mudarris Valavannur

Juma masjid-Kerala-KALPAKANCHERI-INDIA

تنبيه: إن كلاً من دعاة المسيحية يسعون الى نشر المسيحية و الصهاينة اليهود يسعون الى نشر الادعاءات الباطلة لاحكاماتها و كهنتها و دار النشر - الحقيقة - في استانبول يسعى الى نشر الدين الاسلامي و إعلانه اما الماسونيون ففي سعي لإحياء و ازالة الاديان جميعا فالليب المنصف المتصف بالعلم و الادراك يعي و يفهم الحقيقة و يسعى لتحقيق ما هو حق من بين هذه الحقائق و يكون سببا في إنالة الناس كافة السعادة الابدية و ما من خدمة اجل من هذه الخدمة أسديت الى البشرية.

عالمگیر اسلامی تنظیم الدعوة الإسلامية العالمية فرع آزاد کشمیر (پاکستان)  
(دی ورلڈ اسلامک میشن) آزاد کشمیر رانچی - مہاراجہ بھوپندر پورہ آزاد کشمیر (پاکستان)



THE

WORLD ISLAMIC MISSION

(An International Religious Organisation) Central Office:- (U.K.)

Azad Kashmir Branch: Jamia Masjid Madina - Sector C/2 Mirpur A.K. Pakistan

الدعوة الإسلامية العالمية تنفذ رأى سعد الحرمين في إزالة القبة الخضراء

مُعِدَّتْ خَلْفَةُ بِلْدَةِ مِيرْپُورِ آزَادِ كَشْمِيرِ (پَاكِسْتَان) مِنْ فِرْع = الدَّعْوَةُ الْإِسْلَامِيَّةُ الْعَالَمِيَّةُ «

بَعْدَ أَنْ نُشِرَ رَأْيُ سَعْدِ الْحَرَمَيْنِ فِي الْمَجَلَّةِ « الدَّعْوَةُ » لِإِزَالَةِ الْقَبَةِ الْخَضَاءِ -

وَكَانَ الْعَلَامَةُ مُحَمَّدُ بَلْبَشَرٍ رَئِيسَ الْمَجْلَّةِ -

اجتمع فيها اعضاء اللجنة من الخاء آنا دكشیر وخصاً هَاعَدَ دُكْبَرُ مِنَ السامعين باطاب

فيما اعضاء موضعين أهمية ابناء القبة الخضراء التي قوة عيون المؤمنين للعالم كله الذين

يرون زيارة القبة الخضراء وسيلة لبعثهم لقول الرسول صلى الله عليه وسلم « مَنْ رَأَى

قَبْرِي وَجَبَتْ لِي شَفَاعَتِي » وهذا الرأي للذموم يسعد أكبر الفتن، وَخَدْعَةُ عَطْفِي

وَمَكْرُ خَفِيٍّ لِأَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ - هَلْ يَكُنْ أَنْ يَكُونَ هَذَا الرَّأْيُ الْقَبِيحُ لِحَبِّهِ لِلْإِسْلَامِ ؟

مَنْ لَيْسَ لَهُ إِزَالَةُ شَعَارِ اللَّهِ ! - لا والله بل يمكن ان تكون الايداء الخفية والقوى الصهيونية

تصل خلف هذا الرأي السيئ - لا كَذِبٌ أَنْ نُقُلَ أَنَّ إِخْرَاجَ جَنَازِ الْأَصْحَابِ وَجَبَازَةُ

النسب عبد الله ابى الرسول عليه السلام ورضوان الله عليهم ) سَبَبٌ لِلْإِجْتِرَافِ

عَلَى الرَّأْيِ لِإِزَالَةِ الْقَبَةِ الْخَضَاءِ - هَذِهِ فِتْنَةٌ عَظِيمَةٌ لِأَخِيرِهَا إِلَّا أَنْ تُدْفَقَ

يُجِبُّ عَلَى الْمَمْلَكَةِ السَّعُودِيَّةِ الْعَرَبِيَّةِ أَنْ تَسْرُجَ الْوُجُوهُ الْمَكْنَةُ الَّتِي تَلْعَبُ وَتَدَاعِبُ

مَدَاعِبَةَ كَرِيهَةٍ يَلْعَبُ الْمُسْلِمِينَ الْمَعْلُومَةَ بِحُبِّ الرَّسُولِ وَحُبِّ قَبْتِهِ الْخَضَاءِ لِأَجْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

وَلَوْ أَنَّ نَحْنُ نَحْبُ الْعَرَبَ لِلْحَرَمَيْنِ الشَّرِيفَيْنِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ احْتِرَامُهَا فَكَيْفَ تَبْقَى الْمَحَبَّةُ لَهُمْ فِي قُلُوبِنَا -

وَلَوْ أَنَّ نَحْنُ نَحْبُ الْبِلَادِ الْإِسْلَامِيَّةِ الْعَالَمِيَّةِ أَنْ تُخْبِرَ الْمَمْلَكَةُ السَّعُودِيَّةَ الْعَرَبِيَّةَ بِهَذِهِ

الْمُدْعَاةِ الْعَظِيمَةِ وَتَسْعَى أَنْ تُدْفَقَنَّ هَذِهِ الْحِيلَةُ الْمَذْمُومَةُ فِي التُّرَابِ -

١٥ ربيع الآخر ١٣٩١ هـ والسلام

٢٤ مَارْتِ ١٩٧٨

(اعضاء فروع = الدعوة الإسلامية العالمية بآنا دكشیر مِيرْپُورِ

MIRPUR-A.K.

PAKISTAN